متقدمین خوارج

کے اصول وصفات

اور معاصر خارجی جماعتوں کے اصول سے ان کا موازنہ

(اخوانی جماعت، القاعدہ اور داعش)

مؤلف

ابراهيم بن صالح العبدالله المحيميد حفظہ اللہ

مترجم

ڈاکٹر اجمل منظور مدنی حفظہ اللہ

سلسلہ اشاعت 05

”كُلَّمَا خَرَجَ قَرْنٌ قُطِعَ أَكْثَرَ مِنْ عِشْرِينَ مَرَّةً، حَتَّى يَخْرُجَ فِي عِرَاضِهِمُ الدَّجَّالُ“

جب بھی ان کا کوئی گروہ نکلے گا ختم کر دیا جائے گا، یہاں تک کہ انہیں میں سے دجال نکلے گا۔

متقدمین خوارج کے اصول وصفات

اور معاصر خارجی جماعتوں کے اصول سے ان کا موازنہ

(اخوانی جماعت، القاعدہ اور داعش)

تالیف:

ابراہیم بن صالح العبداللہ المحمید

مترجم:

د/ اجمل منظور مدنی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ سَنَّةَ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: «بَدَأَ الإِسْلَامُ غَرِيبًا ثُمَّ يَعُودُ غَرِيبًا كَمَا بَدَأَ فَطُوبَى لِلْغُرَبَاءِ قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَمَنْ الْغُرَبَاءُ قَالَ الَّذِينَ يُصْلِحُونَ إِذَا فَسَدَ النَّاسُ».

ترجمہ: حضرت عبدالرحمن بن سنہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اسلام کا آغاز اجنبیت کی حالت میں ہوا تھا، اور بالآخر یہ دوبارہ اجنبی ہو جائے گا، جیسے آغاز میں تھا، سو خوشخبری ہے غرباء کے لئے، کسی نے پوچھا یارسول اللہ! غرباء سے کون لوگ مراد ہیں؟ فرمایا جو لوگوں کے فساد پھیلانے کے زمانے میں اصلاح کا کام کرتے ہیں۔

واللہ ولی التوفیق۔

مقدمه

إنَّ الْحَمْدَ لِلَّهِ نَحْمَدُهُ، وَنَسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ، وَنَعُوذُ بِاللَّه مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَهْدِهِ اللَّهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ، وَمَنْ يُضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ. وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ.

أَمَّا بَعْدُ:

فَإِنَّ أَصْدَقَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللَّهِ، وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ –صلى الله عليه وعلى آله وسلم-، شَرَّ الْأُمُورِ مُحْدَثَاتُهَا، وَكُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ، وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ، وَكُلَّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ.

حمد وثناء کے بعد:

کسی بھی مسلمان پر خوارج کی بدعت اور اسکی برائی مخفی نہیں ہوگی جس سے کہ رسول اللہ ﷺ نے سختی سے ڈرایا ہے اور سنت کے اندر تفصیل کے ساتھ اسکے نقصانات، اسکے اوصاف اور آخرت کے اندر اسکے برے انجام اور نتائج سے آگاہ کیا گیا ہے۔

خوارج کا یہ فرقہ گاہے بگاہے اپنا سر اٹھاتا رہتا ہے، یہاں تک کہ اس کا آخری فرقہ دجال کے ساتھ نکلے گا، جیسا کہ حدیث میں آتا ہے:

عَنْ ابْنِ عُمَرَ، أَنّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ:" يَنْشَأُ نَشْءٌ يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ، كُلَّمَا خَرَجَ قَرْنٌ قُطِعَ". قَالَ ابْنُ عُمَرَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ:" كُلَّمَا خَرَجَ قَرْنٌ قُطِعَ" أَكْثَرَ مِنْ عِشْرِينَ مَرَّةً،" حَتَّى يَخْرُجَ فِي عِرَاضِهِمُ الدَّجَّالُ".

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ایک ایسی قوم پیدا

ہوگی جو قرآن پڑھے گی لیکن قرآن اس کے حلق سے نیچے نہ اترے گا، جب بھی ان کا کوئی گروہ پیدا ہوگا ختم کر دیا جائے گا"، ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: میں نے بیسیوں بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: "جب بھی ان کا کوئی گروہ نکلے گا ختم کر دیا جائے گا، یہاں تک کہ انہیں میں سے دجال نکلے گا"۔

ختم کر دیا جائے گا، یعنی اس کا مستحق ہوگا کہ اس کا خاتمہ اور صفایا کر دیا جائے، اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ اہل بدعت ہی سے دجال کا خروج ہوگا۔

متقدمین خوارج کی تاریخ اور انکے منہج کا جائزہ لینے والا یہ پائے گا کہ یہ فکر متعدد تباہ کن اصولوں پر مبنی ہے، اور وہ اصول ایک دوسرے کا نتیجہ ہیں، ان میں سے ایک یہ بھی ہے:

ان خوارج اور علمائے راسخین کے درمیان تعلقات کا ختم ہونا، جس کی وجہ سے یہ کتاب وسنت کے فہم سے محروم ہو گئے، اور علمائے امت کے فہم سے دور ہو کر انہوں نے شریعت کو خود اپنے فہم پر اعتماد کرلیا جس کا بھیانک نتیجہ یہ ہوا کہ یہ لوگ انحراف، اور بے پناہ فتنوں میں مبتلا ہو گئے۔

اللہ تعالی کا مجھ پر بے پایاں شکر واحسان ہے جس نے مجھے معاصر خوارج سے متعلق ایک ایسا انسائیکلو پیڈیا تیار کرنے کا موقع فراہم کیا جس کے اندر میں ایم اے اور ڈاکٹریٹ کے رسالوں کو جمع کر دیا، جس کا موضوع ہی (معاصر خوارج) تھا، اور میرا ایک قدیم رسالہ بھی تھا جسے میں نے ڈھائی دہائی قبل شیخ صالح الفوزان کے مراجعے کے ساتھ بم دھماکوں کے عنوان پر قلمبند کیا تھا۔

یہ انسائیکلو پیڈیا معاصر خوارج سے متعلق ہر چیز پر مشتمل ہے، ایک صدی قبل ان کی پیدائش سے لیکر ان کے نمایاں رہنماؤں اور ارکان تک جن پر معاصر خارجی فکر کی بنیاد ہے، جس کے اندر میں نے ان کے عقائد، ان کے اصول، ان کے مناہج نیز ان کے شبہات کو بیان کیا ہے، تقریبا چار ہزار رسالوں، کتابوں اور ان کے مفکرین کے مقالوں سے میں نے اسے جمع کیا ہے نہ کہ انکے چھوٹے اور مجہول قسم کے لوگوں کے مقالات سے، اور اس شرط سے میں نے خروج صرف چار جگہوں پر کیا ہے، وہ بھی استئناس کے باب

سے نہ کہ اصل کی حیثیت سے۔

ان مباحث میں میرے نزدیک سب سے زیادہ عزیز [متقدمین خوارج کے اصول، انکے صفات اور انکے افعال سنن وآثار کی روشنی میں، نیز اخوان المسلمین، القاعدہ اور داعش جیسی معاصر خارجی جماعتوں کے اصول اور انکے صفات سے ان کا موازنہ] کا مبحث تھا۔

ان میں جو اصول کا مبحث ہے وہی آپ کے سامنے ہے، جن کی تعداد ۵۷/تک ہے، جنہیں میں نے ختم کیا اس اصل کے ساتھ کہ یہ مقام نبوت کے ساتھ کیسے بے ادبی کرتے ہیں، تو اس تعلق سے میں نے ان کے اندر بہت سی عجیب وغریب چیزیں دیکھیں۔

برسبیل مثال ان سب کا ہدایت کے اماموں کو گمراہی کا امام قرار دینا ہے، یہی بات ان کے ایک قدیم بد بخت خارجی رہنما نے خلیفہ راشد سیدنا علی کو کہا تھا، جس کی صراحت شیخ الاسلام نے کی ہے، اور اسی طرح میں نے موجودہ دور میں حروری تنظیم القاعدہ کے مفکر ثانی مقدسی کو پایا جو کبار علماء کمیٹی کے بارے میں کہتا ہے: اے علمائے ضلالت! اور اسی طرح خارجی فکر کا سرغنہ بن لادن ائمہ حرمین کو فاسق اور گمراہ کہتا ہے۔

اسی میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ان کے آباء واجداد نے اللہ کے اس قول: (قَاتِلُوا الَّذِينَ يَلُونَكُمْ مِنَ الْكُفَّارِ) = ان لوگوں سے لڑو جو کافروں میں سے تمہارے قریب ہیں) سے اہل قبلہ مسلمانوں سے جنگ کرنے کے وجوب پر استدلال کیا ہے، چنانچہ بنی امیہ کے دور خلافت میں بہلول نامی خارجی نے اس آیت سے استدلال کیا تھا، اور اس وقت میں نے اس طرح کے ۱۷/ بہلولوں کو پایا ہے جو اس آیت سے استدلال کرتے ہیں، اس طرح آپ اس کتاب کے اندر پائیں گے کہ کس طرح بہت ساری چیزوں میں موجودہ دور کے خوارج اور متقدمین خوارج کے درمیان مطابقت پائی جاتی ہے۔

میں نے اس انسائیکلوپیڈیا کو اس وقت جمع کیا ہے جبکہ میری عمر ساٹھ سے چار سال متجاوز ہو چکی

ہے، اسی عمر کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ انسان موت وزندگی سے لڑائی کرتا ہے، میرا یہ کام کسی مخلوق کی چاپلوسی یا دنیا کی حرص میں نہیں ہے، بلکہ اپنے رب سے امید ہے کہ وہ مجھے بھی اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس قول میں شامل کرلے گا: ’’لَوْ يَعْلَمُ الْجَيْشُ الَّذِينَ يُصِيبُونَهُمْ مَا قُضِيَ لَهُمْ عَلَى لِسَانِ نَبِيِّهِمْ ﷺ لَنَكَلُوا عَنِ الْعَمَلِ‘‘۔

ترجمہ: اگر ان لوگوں کو جو انہیں قتل کریں گے، یہ معلوم ہو جائے کہ ان کے لیے ان کے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی کس چیز کا فیصلہ کیا گیا ہے، تو وہ ضرور اسی عمل پر بھروسہ کرلیں گے (اور دوسرے نیک اعمال چھوڑ بیٹھیں گے)۔

اور اہل علم کے یہاں جہاد تلوار اور قلم دونوں سے ہوتا ہے، اور اللہ کا فضل بہت بڑا ہے، اور ان سیکوریٹی فورسیز سے میں بہت پہلے کہہ چکا ہوں، وہی یہاں بھی دہرا رہا ہوں کہ اے توحید کی فوج! ان کلاب النار کی گردنوں کو مارو، انہیں قید کرو، اور اپنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبانی اس صریح حدیث کی روشنی میں معاصر بدر کی خوشخبری لے لو۔

اور انسائیکلوپیڈیا اس وقت اشاعت کے مرحلے میں ہے، اور اس رسالے کا نام میں نے [أصول الخوارج المتقدمين ومقارنتها بأصول الجماعات الخارجية المعاصرة: جماعة الإخوان المسلمين، تنظيم القاعدة وتنظيم داعش) رکھا ہے۔

اس رسالے پر مشائخ اور طلبہ کے پاس کوئی بھی ملاحظہ ہو اسے پیش کریں مجھے خوشی ہوگی، اللھم جنب بلاد المسلمين عامة وبلادنا بلاد الحرمين خاصة شر الخوارج الأشرار وكيد الحاقدين والفجار۔

کتبہ:

ابوعبدالرحمن ابراہیم بن صالح العبداللہ المحیمید

(مدینہ نبویہ)

سنن وآثار کی روشنی میں متقدمین خوارج کے اصول وصفات اور معاصر خارجی جماعتوں کے اصول وصفات اورافعال سے ان کا موازنہ

اصول پر گفتگو کرنے سے قبل کچھ امور پر تنبیہ کروں گا:

پہلا امر: بعض فرقوں کے افعال اور صفات کو اصول کہہ دیا جاتا ہے، وہ کسی خاص سیاق میں ہوتا ہے، اس سے وہ اصطلاح مراد نہیں ہوتی جو اصولیوں کے یہاں ہوتا ہے، جس طرح کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے بعض باطل اور منحرف فرقوں پر کلام کے دوران کہتے ہیں کہ ان کے اصول میں یہ بھی ہے، مگر اس سے آپ اصولیوں کے اصطلاح کو مراد نہیں لیتے، اس تعلق سے کچھ تفصیلی باتیں آئیں گی۔

دوسرا امر: میں نے پوری کوشش کی ہے کہ اصول کو صفات اور افعال سے الگ کرکے پیش کروں اور ہر ایک کو اسکا مقام دوں، لیکن امور اس قدر آپس میں متداخل ہیں کہ انہیں جدا کرنا بہت ہی دشوار ہے، دوسرا سبب یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ ہر ایک کی اپنی اصطلاح ہوتی ہے، اگر کچھ کہہ کر کوئی اسے کچھ مراد لے رہا ہے تو آپ اس پر پابندی نہیں لگا سکتے۔

تیسرا امر: متقدمین خوارج کے جن اصول اور منجملہ ان کے صفات میں معاصر خوارج مشترک ہیں آپ پائیں گے کہ ان کے اہم ارکان واصول یہ ہیں:

۱- علماء کو چھوڑ کر جاہلوں کو امام بنانے کی وجہ سے لوگ ہلاکت وتباہی کا شکار ہورہے ہیں۔

خوارج کے قدم پھسلنے اور ان کی گمراہی میں اہم سبب علمائے امت کا چھوڑ کر اور کتاب وسنت کو فہم سلف کی روشنی میں نہ سمجھ کر خود اپنے فہم سے سمجھنے کی کوشش کرنا ہے، جس کے نتیجے میں دوسرے اسباب بھی ظاہر ہوئے، جس کا تذکرہ عنقریب آئے گا۔

۲- مسائل حاکمیت پر مرکوز ہونا، چنانچہ سیدنا علی کے خلاف خروج کے وقت ان کا یہی پہلا اختلاف

تھا جیسا کہ اسکی تفصیل آئے گی، اور معاصر خوارج نے اپنے اسلاف پر مزید اضافہ یہ کیا کہ انہوں نے اس میں تحریف کر ڈالی اور دین اسلام کی تفسیر سیاسی پہلو سے کر ڈالا جو کہ شرعی معانی سے بہت دور ہے۔

۳- پھر اس منحرف تفسیر کے نتیجے میں انہوں نے تمام مسلم حکام کی تکفیر کر ڈالی۔

۴- پھر اس کے بعد اس پر مزید مسلمانوں کے خلاف یہ قاعدہ بھی بنا ڈالا کہ جو کافر کو کافر نہ کہے وہ بھی کافر ہے۔ اور اس سے انہوں نے حکام کو مراد لیا، اور ان کے ساتھ وہ لوگ بھی شامل ہیں جو حکام کے تابع ہیں، حتی کہ مسجد کا امام بھی، کیونکہ ان کے نزدیک یہ سب طواغیت کے مددگار ہیں، اور موجودہ دور کے خوارج اس تکفیر کی صرف موافقت ہی نہیں کرتے بلکہ اسے تطبیق بھی دیتے ہیں، گرچہ وہ لفظی طور پر اس کا انکار کریں، کیونکہ اعتبار معانی اور حقائق کا ہوتا ہے نہ کہ الفاظ اور مبانی کا۔

۵- انہوں نے ولاء و براء کے عقیدے کو مسلم حکام پر فٹ کر دیا، اور ان کے یہاں اسکا طریقہ یہ ہیکہ یہ لوگوں کا حکام کی تکفیر کے مسئلے میں امتحان لیتے ہیں، جو تکفیر حکام میں انکی موافقت کرتا ہے تو وہ اسے اپنی طرح مسلمان سمجھتے ہیں، اب وہ کوئی بھی گناہ کریں انہیں کوئی نقصان نہیں پہونچائے گا، اور جو ان کی موافقت نہ کرے تو پھر وہ ایسا گناہ ہے کہ اسکے ساتھ پہاڑوں کے برابر بھی نیکیاں کچھ فائدہ نہیں پہونچا سکتیں۔

۶- مسلم حکام کے خلاف خروج کر کے اقتدار تک پہونچنا خواہ اسکے لئے کتنے ہی خون بہانے پڑیں اور عزت و آبرو نیلام ہوں، اور کمال یہ ہیکہ اسکو یہ دین سمجھتے ہیں۔

۷- معصوم جانوں کا خون بہانے میں یہ خوارج بھڑکنے والے آتش فشاں پہاڑوں کی طرح ہوتے ہیں۔

۸- کافروں سے لڑنے سے پہلے انکے یہاں مسلمانوں سے لڑنا مقدم ہے، اہل علم کے اس قاعدے پر عمل کرتے ہوئے کہ اصلی کافر سے لڑنے سے کہیں زیادہ بہتر مرتد سے لڑنا ہے۔

۹- مسلمانوں کے ممالک کو دارالکفر، دارالحرب کہتے ہیں، کیونکہ ان ممالک میں کفر کے جھنڈے لہرا رہے ہیں۔

۱۰- مسلمانوں کے ممالک سے ہجرت کر کے الگ تھلگ ہونے کی دعوت دیتے ہیں، اسلئے انکے نزدیک وہ دارالکفر میں رہتے ہیں جہاں سے ہجرت کرنا واجب ہے۔

۱۱- متقدمین خوارج کے اصول میں سے ذمیوں کا قتل کرنا بھی ہے؛ اسلئے کہ جس نے انہیں امان دیا ہے وہ مرتد حاکم ہے اسے خود امان حاصل نہیں ہے پھر وہ دوسرے کو امان کیسے دے سکتا ہے؟!

۱۲- حکام کیلئے جو بیعت انکی گردنوں میں ہوتی ہیں انہیں نکال کر آپس میں ایک دوسرے سے بیعت کر لینا؛ اسلئے کہ مرتد حاکم کی بیعت نہیں ہوتی، اور مرتد حاکم کی ولایت کے تحت ایک گھڑی بھی رہنا جائز نہیں ہے۔

۱۳- مرتد کہہ کر مسلمانوں کی عورتوں اور انکے بچوں تک کو قتل کر دینا، وہ اسکی علت یہ بتاتے ہیں کہ یہ عورتیں اپنے مرتد شوہروں کی ولایت پر راضی ہیں، اور ان کے شوہروں پر مرتد ہونے کا حکم اس لئے لگاتے ہیں کہ وہ طواغیت کے یہاں کام کرتے ہیں، اس طرح یہ پہلے حکام کی تکفیر کرتے ہیں پھر ان کے پاس کام کرنے کی وجہ سے دوسرے عوام کو مرتد کہتے ہیں پھر ان کے بال بچوں پر وہی حکم لگا کر دین کے نام پر فساد اور خونریزی مچاتے ہیں، اور اس اصول کے تحت تفصیلی گفتگو آئے گی اور انکے پانچ معاصر خارجی رہنما کے اقوال کی روشنی میں اسے واضح کریں گے۔

۱۴- یہ لوگوں کو دو حصوں میں تقسیم کرتے ہیں ایک مومن اور دوسرا کافر۔

۱۵- جمعہ اور جماعت کا یہ اہتمام نہیں کرتے۔

۱۶- متقدمین اور معاصر خوارج میں سے ہر ایک کے یہاں ایک اہم اصول تکفیر جماعی کا ہے، یعنی انکے نزدیک پورا مسلم سماج کافر ہے۔

۱۷- مذکورہ اصول ہی کا نتیجہ انکے یہاں قتل جماعی کا بھی ہے، یعنی سب قتل کے مستحق ہیں، اور یہ نشانی متقدمین اور معاصر دونوں قسم کے خوارج کے یہاں عام ہے۔

جہاں تک قتل جماعی کا تعلق ہے تو ایک خارجی یہ کرتا ہے کہ اپنی تلوار اٹھائی اور بازار کی طرف نکل پڑا لوگوں کی گردنیں مارتے ہوئے اور یہ چیختے ہوئے (لاحکم الاللہ)، پھر لوگ اس پر قابو پاتے ہیں پھر یا تو اسے قتل کرنا پڑتا ہے یا قید، اور آج انہوں نے تلوار کی جگہ کار بم کا استعمال کرنا شروع کر دیا ہے۔

اور جہاں تک تکفیر جماعی کا تعلق ہے تو متقدمین خوارج کے یہاں انکے اکثر فرقوں میں پایا جاتا ہے، اور معاصر خوارج کے یہاں تو یہ متفق علیہ مسئلہ ہے کہ ان کے یہاں مسلم سماج کا ہر فرد کافر ہے اگر وہ حکام کے تابع ہے، جیسا کہ ہم نقل کریں گے، چنانچہ ان کے یہاں تمام پولیس محکمہ، فوج اور وہ تمام افراد جو حکومت کے چنندہ ہیں کافر ہیں۔

ان کے حرقوصوں میں سے ایک سرغنہ حرقوص نے کہا کہ تکفیر میں اس بات کا اعتبار نہیں ہے کہ پولیس اور فوج کی طرح کوئی لباس پہن لے، بلکہ جو بھی ان حکام کی تابعداری کرے خواہ وہ مسجد کا امام، مدرس یا جھاڑو لگانے والا ہی کیوں نہ ہو سب کافر ہیں۔

یہاں ایک بات قابل ملاحظہ ہے کہ خوارج کے تکفیری منہج کا سبب سے بڑا سبب علمائے امت کا ترک کر دینا ہے جس کی وجہ سے انہوں نے حکام کی تکفیر کی ہے، اور اسی سے ساری مصیبتیں آئی ہیں، چنانچہ ان کے یہاں جتنے بھی خارجی اصول ہیں وہ سب انہیں دونوں اصولوں کے نتیجے میں پیدا ہوئے ہیں یعنی علمائے امت کو ترک کرنا اور حکام کی تکفیر کرنا۔

یہ سترہ اصول جس بھی جماعت یا افراد کے اندر پائے جائیں گے ان کا شمار ان خوارج میں ہوگا جن کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ خبر دی ہے کہ وہ کلاب النار یعنی جہنمی کتے ہیں، گرچہ یہ لوگ سنت کا لباس پہن رکھے ہوں اور امت کی مصیبتوں پر آنسو بہا رہے ہوں۔

چوتھا امر: متقدمین اور معاصرین خوارج کے نزدیک جو اصول اور صفات ہیں ان کو ثابت کرنے کیلئے میں نے جو طریقہ اپنایا ہے، وہ تین ہیں:

پہلا طریقہ:

میں نے سب سے پہلے سنن وآثار کی روشنی میں پھر تاریخ وفرق کی کتابوں سے متقدمین خوارج کے اصول کو جمع کرنے کی پوری کوشش کی ہے، اسکے لئے تاریخ وفرق کی کتابوں اور علمائے سنت کی تحریروں کو بڑی دقت نظری سے مطالعہ کیا ہے۔

دوسرا طریقہ:

متقدمین خوارج کے کسی بھی اصول کو بیان کیا تو اسکے بعد فوراً معاصر تین بڑی خارجی جماعتوں کا اس سے موازنہ کرتے ہوئے کوئی نہ کوئی قول یا عمل ضرور نقل کیا ہے، سب سے پہلے اخوانی جماعت کی کتابوں سے استدلال کیا ہے، پھر اسکے بعد القاعدہ تنظیم کے سرغنہ مفکرین کے اقوال نقل کئے ہیں، اور کبھی کبھی داعش کے سرغنوں کے اقوال کا بھی ذکر کیا ہے، جس سے واضح ہوتا ہے کہ یہ سب اخوانی جماعت ہی کے اصول پر چلتے ہیں، اور انہیں کے اصول ومبادی کو اپناتے ہیں، نیز اسی کی کوکھ سے دیگر معاصر خارجی تنظیموں نے جنم لیا ہے، ایسے موقعے پر یہ مثل یاد رکھنا چاہئے: (وهل تلد الحية إلا حية) یعنی سانپ سانپ ہی کو جنم دے گا۔

تینوں جماعتوں کی اصل اخوانی جماعت کو قرار دینے میں راز یہی ہے کہ یہی وہ حروری ہانڈی ہے جس سے معاصر دہشت گرد القاعدہ تنظیم نکلی ہوئی ہے، پھر اسی سے داعش نے جنم لیا ہے، کیونکہ ان سب سے ایک ہی الفاظ میں لوگوں میں یہی مشہور کر رکھا ہے بلکہ ان کا یہی اعتقاد ہے کہ فساد کا منبع وسرچشمہ یہی حکام ہیں، اور دین کا مقصد نیز رسولوں کی دعوت کا خلاصہ حاکمیت ہے نیز حکام سے ٹکرانا ہے، اس طرح انہوں نے کتاب وسنت کے اصول اور رسولوں کی سیرت ومنہج کو یکلخت پس پشت ڈال دیا، اور اپنی

گمراہ دعوت سے امت کا کافی نقصان پہونچایا۔

چنانچہ اخوانی جماعت ہی معاصر خارجی جماعتوں کی ماں اور اصل ہے، کیونکہ اس دور میں یہی ساری تنظیموں میں قدیم ہے، اور تمام تکفیری جماعتیں اسی کی کوکھ سے نکلی ہیں، اور اسی کے اصولوں پر چلتے ہوئے تکفیر اور معصوم جانوں کو قتل کرنے کا اصول اپنایا ہے، ہاں ان ساری تنظیموں میں کچھ نہ کچھ ضرور اختلاف پایا جاتا ہے مگر وہ قابل ذکر نہیں ہے کیونکہ اصولوں میں سب متفق ہیں۔

تیسرا طریقہ:

میں نے معاصر خارجی جماعتوں کی ان کتابوں سے حوالے نقل کئے ہیں جو انکے یہاں قابل اعتماد ہیں، اور وہ انہیں کے ویب سائٹوں پر موجود ہیں، ان کے مخالفین کی کتابوں سے بالکل نقل نہیں کیا ہے، اسی طرح ان جماعتوں کے مجہول لوگوں یا ان کے چھوٹوں کے اقوال بھی نقل نہیں کئے ہیں، بلکہ ان کے اندر جو سرغنہ اور بڑے مانے جاتے ہیں یا ان جماعتوں کے یہاں مورخ اسلام مانے جاتے ہیں۔

چنانچہ میں نے سب سے پہلے اخوانی جماعت کے اصول کے تعلق سے اسی جماعت کی تاریخ پر لکھی گئی پانچ کتابوں پر اعتماد کیا ہے، اسکا مطلب یہ بھی نہیں ہے کہ ان کے علاوہ میں نے کسی دوسری جگہ سے نقل نہیں کیا ہے، بلکہ اس جماعت کے بنیاد افکار اور اصولوں کیلئے انہیں پانچ کتابوں پر اعتماد کیا ہے، بلکہ انہیں پانچوں کو اصل اور بنیاد بنایا ہے:

۱- اس جماعت کے بانی حسن بنا کی کتابوں سے۔

۲- محمود الصباغ کی کتاب: [حقيقة التنظيم الخاص]، جس پر سابق مرشد مصطفی مشہور نے مقدمہ لکھا ہے، اور اس مقدمے میں کہا: اس کتاب کی ایک بڑی خصوصیت یہ ہیکہ مصنف نے عملی پیمانے پر حقیقت کو جان کر اسے قلمبند کیا ہے، کسی دوسرے کے قول کو سن کر نقل نہیں کیا ہے۔

۳- محمود عساف کی کتاب: [مع الإمام الشهيد]، جو کہ بانی حسن بنا کے خاص ساتھیوں میں سے

تھے، نیز جماعت میں میڈیا سیل کے ذمیدار رہ چکے ہیں، بلکہ بانی جماعت کے مرافق خاص تھے، بانی کے لڑکے سیف الاسلام البنا نے جنکے بارے میں کہا ہے: والدمحترم ان سے بیحد محبت کرتے تھے۔

۴-محمود عبدالحلیم کی کتاب: [الإخوان المسلمون أحداث صنعت التاريخ] ، سابق مرشد مصطفی مشہور نے اس کتاب پر بھی مقدمہ لکھا ہے، اور اپنے مقدمے میں کہا: فاضل استاذ اور محترم دوست محمود عبدالحلیم ان اوائل جانبازوں میں سے ہیں جنہیں اللہ نے اچھی ذہانت عطا کر رکھی ہے۔

اور جب انہوں نے جماعت کی کالی تاریخ کا انکشاف کر دیا باوجودیکہ انہوں نے کہیں اس کیلئے بھونڈی تاویلیں کیں، تو کہیں اسے ہلکا سمجھا، اور کبھی تو جماعت کی رسوائی کا سبب بنے، اور جب جماعت کی رازوں کو کھولنے کی وجہ سے ان پر سخت تنقیدیں آنے لگیں تو تیسری جلد کے اندر اسکا جواب دیتے ہوئے کہا: امت اسلامیہ کے واقعات کی تاریخ لکھنے والوں نے کسی موقف کو اس لئے نہیں چھپا دیا کہ اس کے نقل کرنے سے انکے بزرگوں اور عظیم شخصیتوں کی شان گھٹے گی، اور نہ ہی انکی کسی غلطی سے انہوں نے اعراض کیا۔

۵- عباس سیسی کی کتاب: [في قافلة الإخوان المسلمين] ، انہیں بھی حسن بنا کا شاگرد بتایا جاتا ہے، یہ ساری کتابیں جماعت کے ویب سائٹ پر موجود ہیں۔

یہ پانچوں مولفین جماعت کے قائدین اور رہنماؤں میں شمار ہوتے ہیں، جیسا کہ ان جماعت کے ویب سائٹ پر بھی انکی کتابوں سے اقتباسات سے ظاہر ہوتا ہے، بطور خاص جو ان کے معاصر رہنما ہیں، مگر زیادہ تر اقتباسات انہیں پانچوں کتابوں سے ملیں گے، اور بعض اخوانی معاصر رہنماؤں کے جیسے یوسف قرضاوی، ان کے مخالفین کے اقوال میں سے میں نے ایک بھی قول نقل نہیں کیا ہے، بلکہ میں اس مشہور قول پر عمل کرتا ہوں کہ تمہاری ہی بات سے تمہاری مذمت کرتا ہوں۔

اور جہاں تک القاعدہ تنظیم کا تعلق ہے تو اس کے بارے میں بھی میں نے ان کے سرغنوں ہی

اقوال نقل کئے ہیں جیسے ان کا سرغنہ اور سردار اسامہ بن لادن، اور اسکا جانشین ایمن ظواہری، اور ان کے بڑے مفکرین و دانشوران جیسے سید فضل امام، کہ جسکے بارے میں القاعدہ نے اسکی کتابیں نشر کرتے ہوئے کہا کہ مجاہد عالم دین، مفتی، شیخ عبدالقادر بن عبدالعزیز کی کتاب کے شائع ہونے کا انتظار کریں جو سلفی انسائیکلوپیڈیا ہے، اور جلد ہی مارکیٹ میں آنے والی ہے۔

اور مقدسی جس کے بارے میں ظواہری نے کہا کہ یہ علم و تصنیف میں بحر ذخار اور دعوت دین کے عظیم مجاہد ہیں۔ اور تنظیم کے اندر اسکی عظمت کی بات تو گزر ہی چکی ہے۔

اسی طرح میں نے مخالفات اور شبہات پر مختصر رد بھی کیا ہے، اور یہ اختصار اس لئے کہ یہاں میں نے صرف اصول کو بیان کئے ہیں، یہ کتاب شبہات پر رد کیلئے نہیں ہے بلکہ اس پر تفصیلی گفتگو انسائیکلوپیڈیا کے اندر کیا ہے۔

تنبیہ:

متقدمین خوارج اور معاصرین میں بعض فروق پائے جاتے ہیں، مگر یہ بہت معمولی ہیں، جن میں کبھی انکے اسلاف غالب نظر آتے ہیں اور کبھی ان کی یہ بقایا جات نسل غالب نظر آتی ہے، ان کے مقام پر مناسب تنبیہ کی جائے گی۔

اسی طرح تینوں معاصر جماعتوں کے اندر بھی بعض فروق پائے جاتے ہیں، اور ان کے اندر یہ اختلاف بدعات در بدعات اور ظلمات در ظلمات کے باب سے ہے۔

ان فروق کے ساتھ ان سترہ اصولوں میں کوئی اختلاف نہیں ہے جنہیں میں نے اجمالی طور پر ذکر کر دیا ہے اور جو ان سب کے یہاں مشترک ہیں۔

اخوانی جماعت کو تمام معاصر حروری خارجی تکفیری جماعتوں میں مقدم رکھنے کے اسباب اور اسکی دلیلیں

گزشتہ صدی کے اندر پائی جانے والی تکفیری جماعتوں کی تاریخ پر غور کرنے والا یہ پائے گا کہ بعد میں آنے والی تمام تکفیری جماعتوں پر اس کے گہرے چھاپ رہے ہیں، کہ جنہوں نے امت مسلمہ کو تباہی کے دہانے پر پہونچا دیا ہے، اور یہ اثر دو پہلو سے ہے:

پہلا: بلاواسطہ حسی تاثیر۔

دوسرا: ان تکفیری جماعتوں پر معنوی اور فکری تاثیر کہ جنہوں نے عالم اسلامی کو تباہی کے دہانے تک پہونچایا ہے۔

اب میں دلیلوں کے ساتھ دونوں پہلوؤں کو تفصیل سے بیان کروں گا:

پہلا:

بلاواسطہ تاثیر، اور اس سے مقصود یہ ہیکہ ان تکفیری جماعتوں کے بانی اور ان خارجی تنظیموں کے رہنماءسب اخوانی جماعت سے ہیں، اور یہ پچھلی صدی کی ساٹھ کی دہائی کی بات ہے، کہ جب یہ دعوت کے نام پر اپنے خارجی صریح منہج کو چھپا نہ سکے، اور اخوانی جماعت اور ان جماعتوں کے اندر یہی واضح فرق ہے، کیونکہ یہ جماعتیں اخوانی جماعت کی طرح دعوت کے پردے میں خود کو نہیں چھپاتی ہیں، کہ انکی طرح تقیہ کریں، دھوکہ دیں، بلکہ یہ کھل کر اپنے منہج کا اظہار کرتے ہیں، علی الاعلان اسلحہ اٹھاتے ہیں، پھر تکفیر کر کے بم دھماکہ کرتے ہیں اور معصوم جانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیتے ہیں۔

اسی طرح ان جماعتوں کے یہاں دو طرح کے خطاب نہیں ہوتے کہ ایک ظاہر ہو جسے دعوت الی اللہ کے نام پر کرتے ہیں، اور دوسرا پر اسرار، جس میں اسلحہ لیکر قتل وخونریزی کرنا ہوتا ہے، بلکہ ان

جماعتوں نے کھلم کھلا اپنا ایک ہی ہدف رکھا، اور وہ یہ کہ اسلحہ لیکر مسلمانوں کو قتل کرنا، اور اس کی بے شمار دلیلیں ہیں۔

پہلی دلیل:

پر اسرار تنظیم خاص کے بعض جرائم نقل کرنے کے بعد محمود عساف نے کہا: تنظیم خاص کے اندر انحرافات پائے جانے کی وجہ سے اخوانی نوجوانوں کے اندر بھی فکری انحرافات پیدا ہو گئے، جس کے باعث یہ جماعت سے نکلنے لگے، اور الگ جا کر اپنا الگ خوشنما نام رکھ لیا، جیسے تنظیم الجہاد، حالانکہ اس میں جہاد نام کی کوئی چیز نہیں پائی جاتی، بلکہ وہ جہاد کے نام پر ناحق معصوموں کی جان لیتے ہیں، اسی طرح تنظیم التکفیر والہجرہ اور تنظیم (الناجون من النار) وغیرہ۔

اس طرح کی خبر نقل کرنے والا کوئی دوسرا نہیں اخوانی جماعت ہی کا ایک ماہر اور تجربہ کار مانا جانے والا شخص ہے جو حسن بنا کا مرافق خاص رہ چکا ہے اور معلومات کی فراہمی ہی جس کی ذمیداری تھی۔

دوسری دلیل:

ایک کٹر اخوانی مشیر علی جریشہ کی گواہی: سیدنا علی اور آپ کے ساتھیوں کے تعلق سے خوارج کے غلو اور انکی تکفیر پر گفتگو کرنے کے بعد کہا: عصر حاضر میں قید و بند کے زمانے میں ایک بڑی اسلامی جماعت کے خلاف ایک گروپ نے بغاوت کیا اور ایک بڑی جماعت کی تکفیر کر ڈالی، کیونکہ وہ اب بھی حکام، انکے پیروکار بلکہ پورے سماج کی تکفیر پر قائم ہے، پھر وہ گروہ کئی گروپوں میں منقسم ہو گیا، جن میں سے ہر ایک دوسرے کی تکفیر کر رہا ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ علی جریشہ کا کلام بالکل واضح ہے، کیونکہ بڑی جماعت سے مراد اخوان المسلمون جماعت ہے، اور اس سے جس گروپ نے بغاوت کی ہے وہ جماعۃ التکفیر والھجرۃ ہے، اور پھر اس گروپ سے متعدد گروپوں نے جنم لیا ہے، انہیں میں سے الناجون من النار، اور تنظیم الجہاد بھی ہے جس کا سرغنہ

ظواہری تھا پھر اسے القاعدہ سے جوڑ دیا۔

تیسری دلیل:

کتاب: [التوحش] کے مولف محمد خلیل حکایمہ نے کہا: شہید سید قطب نے تجربے کی ایک کوشش کی تھی تاکہ اپنی دعوت اور افکار کو نافذ کرسکیں۔اور چند منتخب مصری نوجوانوں کی مدد سے اس تنظیم (تنظیم ٦٥) کی بنیاد ڈالی تھی، جن میں سے اکثر اخوانی کیڈر رہی تھے۔

ایک تاریخی دستاویزی کتاب: [لماذا أعدمونی؟] شائع ہوئی جسے شہید سید قطب کی طرف منسوب کیا گیا، جس کا سیاق اور بعض گواہیوں کی بنیاد پر یہ کہہ سکتے ہیں کہ آپ کی طرف یہ نسبت صحیح ہے۔اس تاریخی دستاویز کے مطابق سید قطب نے نقل کیا ہے کہ مصری سیکوریٹی فورس اور عدالتوں کی طرف سے جب اخوان المسلمین پر وحشیانہ حملہ کیا گیا اور کئی اخوانی کیڈر کو قتل کر دیا گیا اور ہزاروں کو تاریخ جیلوں کے خوفناک سلاخوں کے پیچھے کر دیا گیا تو اسی ماحول میں مجاہد نوجوانوں نے بعض پراسرار جہادی سیل کی بنیاد رکھی۔

اسی تاریخی دستاویز میں یہ بھی نقل کیا ہے کہ وہ نوجوان یہ چاہتے تھے کہ سید قطب ہی اس تنظیم کے امیر رہیں، مگر انہوں نے یہ پسند کیا کہ انہیں اس تنظیم کا صرف روحانی باپ اور مرشد سمجھا جائے، چنانچہ انہوں ہی نے حکومت مخالف بعض عسکری پلاننگ کی، مگر جلد ہی اس کوشش کے بعد ان نوجوانوں کے ساتھ جیل کے سلاخوں کے پیچھے چلے گئے۔

چوتھی دلیل:

حکایمہ کے کلام کی تاکید کرتے ہوئے ظواہری نے کہا: سید قطب کے بعض شاگرد اور معاصر نوجوان ان کے فکر سے شدید متاثر تھے، اسی لئے انہوں نے بعد میں اسی طرز پر پراسرار سرگرمی جاری رکھی اور انکے افکار کی طرف دعوت دیتے رہے، جس کے نتیجے میں بعد میں چل کر تنظیم الجہاد کے کیڈر اور سیل تیار ہوئے۔

ستر کی دہائی میں جیل سے نکلنے کے بعد ظواہری ہی نے اس تنظیم کا علم اٹھایا، اور مصر کے اندر تباہی مچانے کے بعد پورے ایک گروپ کے ساتھ وہاں سے افغانستان ہجرت کر گیا، جہاں اپنے فساد اور فتنے کو جاری رکھا ان نوجوانوں کے ساتھ جنہوں نے افغان کاز میں اس کا ساتھ دیا، پھر یہ تنظیم آگے چل کر القاعدہ میں شامل ہوگئی۔

پانچویں دلیل:

مصر کے ایک اخوانی رہنما نے کہا: اخوانی نوجوانوں کے اندر تکفیر کی سوچ دراصل پچاس اور ساٹھ کی دہائی میں اس وقت پیدا ہوئی جب یہ نوجوان سجن قناطر میں پابند سلاسل تھے، اور یہ لوگ وہیں پر سید قطب اور انکی تحریروں سے متاثر ہوئے تھے، اور یہ اعتقاد کر لیا تھا کہ اس وقت مسلم سماج جاہلیت کے دور میں ہے، کیونکہ سید قطب نے حکام کی تکفیر کی تھی یہ کہہ کر یہ لوگ وحی الہی کی تنفیذ نہیں کر رہے ہیں، اور اسے تسلیم کر کے رعایا بھی اس جرم میں برابر کی شریک ہے۔

چھٹی دلیل:

چاہے القاعدہ تنظیم کا سرغنہ بن لادن ہو یا داعش کا سرغنہ بغدادی ہو یہ سب اخوانی جماعت ہی کے خیمے سے نکلے ہوئے ہیں، اور اسکی دلیلیں درج ذیل ہیں:

الف: - ایک ویڈیو کے اندر ظواہری نے یہ اعتراف کیا ہے کہ اسامہ بن لادن اخوانی جماعت کا رکن رہ چکا ہے، اور اخوانیوں ہی نے اسے افغانستان کیلئے مالی امداد بھیجنے کیلئے مقرر کیا تھا مگر انہوں نے افغانستان جانے سے اسے منع کر دیا تھا، (شاید اس ڈر سے کہ کہیں جماعت سے بغاوت نہ کر دے، اور یہی ہوا)، مگر اس نے مخالفت کی اور افغانستان میں داخل ہوگیا، اور وہاں طالبان سے جا کر مل گیا، اس بغاوت کے بعد اس وقت کے مرشد مصطفی مشہور خود پشاور گئے اور اسے دوبارہ اخوانی جماعت میں شامل ہونے کی دعوت دی۔

ب: - داعش کی سرغنہ بغدادی دہشت گرد خود اخوانی جماعت سے نکلا ہوا ہے، چنانچہ قرضاوی نے کہا: داعش کا سربراہ بغدادی پہلے اخوانی جماعت کا ایک رکن تھا مگر سربراہی اور اقتدار کی چاہت میں جماعت سے نکل گیا یہاں تک کہ داعش کا سربراہ بن گیا اور کافی تباہی مچائی۔

ان مذکورہ اقوال اور اقتباسات سے ثابت ہوا کہ موجودہ دور میں پائی جانے والی جتنی دہشت گرد تنظیمیں ہیں جن سے مسلمانوں کو بے پناہ مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑا ہے، ان سب کے سرغنہ اور بانی اخوانی جماعت ہی سے منسلک رہ چکے ہیں اور اسی کے خارجی افکار سے غلو کی حد تک متاثر تھے، یہ ایسی حقیقت ہے جس کا انکار ایک نفس پرست کے سوا کوئی نہیں کرسکتا۔

انہیں لوگوں کی کتابوں سے یہ چھ دلیلیں ہیں جو اس بات کی تاکید کرتے ہیں کہ اخوانی جماعت کا ان تکفیری دہشت گرد جماعتوں پر کس قدر گہرا اثر رہا ہے، اور یہ کہ ان تمام تنظیموں کے سرغنہ اخوانی جماعت ہی سے نکلے ہوئے ہیں۔

دوسرا:

تکفیری جماعتوں پر اخوانی جماعت کا فکری اور معنوی اثر:

یہاں مراد یہ ہیکہ موجودہ تکفیری جماعتوں کے سرغنہ اور بانی کس قدر اخوانی جماعت سے فکری اور معنوی اعتبار سے متاثر ہیں، اور اسکے چند دلائل بھی ہیں:

پہلی دلیل:

خارجی تنظیموں کے تکفیری مورخ ابومصعب سوری کہتا ہے: اس وقت جتنی تحریکی اور جہادی جماعتیں پائی جاتی ہیں ان میں سے اکثر ساٹھ کی دہائی میں اسلامی صحوہ سے نکلی ہوئی ہیں، اور ان سب کے اندر اخوان المسلمین کی فکر پائی جاتی ہے، بطور خاص اس جماعت کے اندر جو فکری اور تحریکی تبدیلی پیدا ہوئی ۱۹۶۰ سے لیکر ۲۰۰۱ تک۔

اس اخوانی فکر سے مراد جس سے حالیہ دہشت گرد جماعتیں متاثر ہیں وہ اصول اور صفات ہیں جن کا خلاصہ اس رسالے کے اندر موجود ہے اور وہی اس رسالے کا لب لباب ہے، اور اخوانی جماعت کے مفکرین اور اسکے رہنماؤں کے اقوال کی روشنی میں یہ واضح کیا ہے کہ انہوں نے دور حاضر میں دوبارہ اس جماعت کو نئے عصری لباس میں ملبوس کرکے زندہ کرنے کی کوشش کی ہے، بطور خاص ان سترہ اصولوں کی روشنی میں جو ہر حروری خارجی ہٹ دھرم کا فکری اعتقاد ہوتا ہے۔

دوسری دلیل:

اسلامی میدان میں حسن بنا، مودودی اور سید قطب نے جو لٹریچر لکھ کر پھیلا دیئے ان سے فکری طور پر شدید متاثر ہونا، چنانچہ موجودہ دور میں جتنی بھی تکفیری تنظیمیں ہیں سب انہیں تین لوگوں کے افکار سے متاثر ہیں گرچہ ان سے بلا واسطہ ملاقات نہ ہو مگر ان کی تحریروں کے واسطے ان کے افکار سے متاثر ہیں۔

پہلے نے تو ایسے قواعد بنائے جن کی بنیاد پر پراسرار بیعت لی جانے لگی وہ بھی پیروکاروں سے اسلحہ اور مصحف پر ہاتھ رکھ کر جسکی تفصیل آگے آنے والی ہے۔

اسی طرح انہوں نے اسلام کی منحرف اور من مانی اپنی رائے سے یہ تفسیر کر ڈالی کہ انبیاء کو اسلامی حکومت قائم کرنے کیلئے مبعوث کیا گیا تھا۔

اسی طرح انہوں نے جماعت کے اندر ایک الگ سے پراسرار تنظیم کی بنیاد ڈالی جنہیں قتل وفساد کیلئے ٹریننگ دی جاتی تھی اور اس خونی تنظیم کا سرغنہ سندی کو بنایا۔

اسی پراسرار خونی تنظیم کا نتیجہ ہے کہ دور حاضر میں معاصر خارجی تکفیری اور خونی افکار کا جنم ہوا جسے معصوم جانوں کو مارنے کے سوا کچھ معلوم ہی نہیں ہے۔

ایسی پراسرار تنظیم بنانے کے بعد اسکے خونی فساد اور قتل کے واردات پر حسن بنا خاموش رہتے تھے، جس کے بارے خود انہیں کے اقوال آگے چل کر نقل کروں گا، اسی طرح انکے پیروکاروں کی کتابوں سے

بھی نقل کروں گا۔

مودودی نے انہیں اصولوں اورافکار کی تشہیر کی ہے،اوراسی منحرف تفسیر کی تائید میں تفصیل سے لٹریچر تیار کیا ہے۔

پھر سید قطب نے آکر انہیں سارے اصولوں کو جن کی بنیاد حسن بنا اور مودودی نے رکھی تھی، پروان چڑھایا، اوراسے عملی پیمانے پر لاگو کیا، جس کے نتیجے میں امت مسلمہ کو سنگین نتائج سے دوچار ہونا پڑ رہا ہے۔

تیسری دلیل:

اس تکفیری فکر سے شدید تعلق کی بنا پر ان تکفیری جماعتوں کے افراد خود کو انہیں لوگوں کے مذاہب کی طرف منسوب کرتے تھے، احمد رائف نے کہا: جیلوں کے اندر اخوانی جماعت کے ارکان کا تعارف کراتے وقت کہا جاتا کہ آپ کا بھائی فلاں بن فلاں زعبلا وی ہے، جو مذہباً قطبی ہے، اور یہ شاہد ہے۔

چوتھی دلیل:

ابومصعب سوری کہتا ہے: پاکستان کے اندر پچاس کی دہائی میں عبقری استاذ ابوالاعلی مودودی کی کتابوں نے ایسے بنیادی مواد تیار کئے جنہوں نے فکر جہاد کو صیقل کیا، نیز توحید کے تقاضوں پر کتابیں لکھیں، اسی طرح ولاء اور براء کی بنیادوں پر، نیز جہاد پر کتابیں تحریر کیں، اسلامی حکومت کی پیدائش، اسکے قیام اور اسکے طریق کار پر لکھا، ان کی ایک کتاب [چار مصطلحات] کے اندر معاصر جہادی فکر سے متعلق بہت ساری بنیادیں موجود ہیں۔

پانچویں دلیل:

قرضاوی نے کہا: اس مرحلے میں شہید سید قطب کی کتابیں ظاہر ہوئیں، جو انکی فکر کا آخری مرحلہ مانا جاتا ہے، جن کے اندر مسلم سماج کی تکفیر چھلکتی ہے، اور جو سماج سے کٹ کر گوشہ نشینی کی دعوت دیتی ہے،

اور پھر تمام لوگوں کے خلاف جہاد کرنے پر ابھارتی ہے، اور یہ فکر سب سے زیادہ (فی ظلال القرآن) کے دوسرے ایڈیشن اور (معالم فی الطریق) کے اندر واضح ہے۔

قرضاوی نے مزید کہا: سید قطب کے اندر اس مرحلے میں سب سے زیادہ جو خطرناک افکار پیدا ہوئے وہ تکفیر کا نظریہ ہے اور اسکے اندر حد درجہ غلو کرنا ہے، کہ بہت ساری جگہوں پر ان کے کلام سے ایک قاری یہی سمجھے گا بالخصوص (فی ظلال القرآن) اور (معالم فی الطریق) سے کہ اس وقت تمام سماج جاہلی دور سے گزر رہی ہے، اور اس جاہلیت سے انہوں نے صرف عمل اور سلوک کو مراد نہیں لیا ہے، بلکہ عقیدہ کو مراد لیا ہے یعنی شرک اور کفر کی حالت، کیونکہ یہ سماج اللہ کی حاکمیت کو نہیں مانتی اور اسکے ساتھ متعدد معبودوں کو شریک کر لیا ہے۔

اس کلام کے بعد جب قرضاوی پر الزامات لگائے گئے کہ انہوں نے سید قطب پر افترا پردازی کی ہے اور یہ کہ سید قطب کا منہج تکفیری نہیں ہے، تو اپنا دفاع کرتے ہوئے قرضاوی نے کہا: بعض لوگ کہتے ہیں کہ ظلال پڑھنے سے یہ کہیں سمجھ میں نہیں آتا کہ سید قطب تکفیری منہج پر تھے جسے کہ میں نے پڑھ کر سمجھا ہے، جب کہ یہ بات صحیح نہیں ہے، بلکہ سید قطب کے افکار نے تو خود اخوان کے اندر ہی جیلوں میں ایک لمبے عرصے تک بحث ومباحثے میں مبتلا رکھا۔

اسی بحث ومباحثہ میں سے ایک مسئلہ یہ بھی تھا کہ کیا ہم مسلمانوں کی اصلی جماعت ہیں یا پھر مسلمانوں کی جماعتوں میں سے ایک جماعت ہیں؟ اور ہم نے مختلف جگہوں پر دیکھا جو خود کو قطبی کہتے ہیں اور وہ تکفیری افکار کے حامل ہیں۔

اور اس تکفیری آثار میں سے میں نے یہ بھی دیکھا کہ بعض لوگوں نے مجھ سے باقاعدہ یہ سوال کیا کہ کیا حالیہ مساجد کو جاہلی عبادت خانہ سمجھ کر وہاں جانا ترک کر دیں اور اپنے گھروں ہی میں نماز ادا کریں، اور ان لوگوں نے یہ فکر ظلال ہی سے لیا ہے۔

اور میں یہ تاکید سے کہہ رہا ہوں کہ میں اسے اپنی طرف سے نہیں نقل کر رہا ہوں بلکہ خود سید قطب کی کتابوں سے کہی ہے، جہاں ان کا کلام بہت ہی واضح ہے، ہاں اگر انہوں نے اپنی آخری زندگی میں ان افکار سے رجوع کر لیا ہو تو اس پر کوئی دلیل ہونی چاہیئے، مگر جب انہوں نے ایسا کچھ کیا ہی نہیں، بلکہ اسے انہیں افکار پر آخری دم تک قائم تھے، اور انہیں پر انکا ایمان بھی تھا۔

ان کے سب سے قریبی انکے سگے بھائی محمد قطب تھے، میری ان باتوں پر آج تک انہوں نے کوئی تبصرہ نہیں کیا، جنہیں میں نے ظلال سے اقوال نقل کر کے کہی ہے، ایک سطر بھی انہوں نے تبصرہ نہیں کیا، کاش ایسا کر کے وہ ہم سب کو راحت دیتے۔

چھٹی دلیل:

ابو مصعب سوری کہتا ہے: اور یہاں پر آ کر اخوانی تحریک اور معاصر سیاسی صحوہ کے درمیان فرق واضح ہو جاتا ہے، اور یہ دو الگ الگ متناقض مکتب فکر میں بٹ جاتے ہیں: چنانچہ سید قطب کی کتاب معالم اور حاکمیت پر ان کا عمومی فکر، پھر اسکے نتیجے میں موجودہ حکومتوں کی تکفیر اور ارتداد کا حکم اور انکے خلاف صریح جہاد کی دعوت اور اس جہاد کیلئے طریق کار طے کرنا ایک الگ مکتب فکر بن گیا۔

اور دوسری طرف کتاب: [دعاة لا قضاة] نے دوسرے مکتب فکر کی تشکیل دی، جس کے عنوان ہی سے ظاہر ہے، اور یہ اخوانی جماعت کا نیا منہج بن گیا، گویا انہوں نے اپنے پرانے منہج سے رجوع کر لیا جسے آغاز میں اپنا رکھا تھا۔

ساتویں دلیل:

ایمن ظواہری کہتا ہے: سید قطب ہی نے اپنی ڈائنامیٹ کتاب: [معالم فی الطریق] کے اندر جہادیوں کیلئے دستور وضع کیا ہے، اور انکی کتاب: [العدالة الاجتماعية في الاسلام] ایک اہم عقلی انتاج اور اصول پسند تحریکوں کیلئے ایک فکری پروڈکٹ ہے! اور یہ آپ ہی کی فکر ہے جو اعدائے اسلام

کے خلاف اندر اور باہر دونوں پیمانے پر اسلامی انقلاب کی چنگاری کا آغاز بنی ہے، اور جس کی خونی بہاریں دن بدن تجدید ہوتی رہتی ہیں۔

آٹھویں دلیل:

ابو مصعب سوری مزید کہتا ہے: اور چونکہ اخوان المسلمین کی دعوت معلمین کے اندر بڑے پیمانے پر پھیل چکی ہے، اور اسی لئے بہت سے مدرسین یا تو اخوان المسلمین کے داعیوں میں سے ہیں یا انکی دعوت سے متاثر ہیں، اور یہی سب سے بڑا اسبب ہے کہ ان کی دعوت سیاسی اور جہادی ہر پیمانے پر متعدد ممالک تک پھیلی ہے۔

اور یہی فکری تحریک اخوان المسلمین کے اندر دھیرے دھیرے پھیلتی رہی جو آگے چل کر قطبی فکر میں بدل گئی جس کی نسبت سید قطب کی طرف کی جانے لگی، اس میں سب سے زیادہ مدد خود سید کے بھائی استاذ محمد قطب سے ملی ہے (جنہوں نے سعودی میں رہ کر وہاں کی یونیورسٹیوں میں تدریسی خدمات انجام دی ہیں اور بہت سے علمی مقالوں کی سرپرستی کی ہے)۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اخوانی جماعت کے مہبط فکر مصر سے یہ خارجی تحریکی فکر مدرسین کے ذریعے دوسرے اسلامی ممالک میں بھی پھیلی ہے وہ مدرسین جو بالخصوص عرب ممالک میں گئے جن کی تعداد کچھ کم نہیں تھی، جو اپنے اندر وہ خارجی اخوانی فکر چھپائے ہوئے تھے جسے اخوانی جماعت نے ان کے اندر سینچ رکھا تھا، اور پھر انہیں کے ذریعے دوسرے اسلامی ممالک کو بھی ان خارجی جراثیم سے ملوث سے کیا گیا۔

سبحان اللہ! اس کا کلام کس قدر امیر نایف رحمہ اللہ کے اس کلام سے مطابقت رکھتا ہے کہ: میں تم سے صراحت کے ساتھ کہتا ہوں کہ اخوان المسلمین نے مملکت سعودی عرب کو بہت نقصان پہونچایا ہے، اور اس کیلئے بہت سے مشکلات کا سبب بنے ہیں، بلکہ وہ ہمارے دیگر عرب ممالک کیلئے بھی پریشانیوں

اور مشکلات کا سبب ہیں، بلکہ تمام عالم اسلامی میں بھی کہہ سکتے ہیں۔

اخوان المسلمین پر ان کے ملکوں کے اندر جب سختی کی گئی اور انہیں جیلوں میں ڈالا جانے لگا، تو یہ بھاگ کر سعودی عرب آنے لگے، مملکت نے انہیں جگہ دی، ان کی حفاظت کی، انکی عزت وآبرو کا خیال کیا، اور یہ یہاں امن وامان سے رہنے لگے، ہم نے ان کے لئے اسکول ومدارس اور یونیورسٹیوں کے دروازے کھول دیئے، مگر افسوس کہ یہ اپنی پرانی روش سے باز نہیں آئے، سہولیات اور کشادی دیکھ کر پھر یہ لوگوں کو حکومتوں کے خلاف اکٹھا کرنے لگے اور تحریکات کی تشکیل دینے لگے۔

نویں دلیل:

مقدسی اپنے خارجی فکر سے متعلق کہتا ہے: اخوان المسلمین نے ہمیں ظلال اور معالم اور سید قطب اور مودودی کی دیگر کتابوں کی شکل میں دودھ پلایا، جوکہ ہماری ہدایت کی ابتدا تھی۔

چنانچہ یہ حروری خارجی تکفیری دودھ چھوڑنے کے فورا بعد تکفیر اور بم دھماکے کرنے پر لگ گیا، اور یہی وہ شخص ہے جس نے تین دہائی قبل [الكواشف الجلية في كفر الدولة السعودية] نام سے کتاب لکھی ہے جس کے اندر مملکت سعودی عرب کی تکفیر کی ہے، اسی کتاب کو ہمارے نوجوانوں کو تکفیر وبم دھماکے کی ٹریننگ کیمپوں میں چپکے سے پڑھایا جاتا ہے۔

اور اسی قطبی، بنائی اور مودودی فکر اور اسی خبیث رضاعت نے موجودہ دور کے دو عظیم امام اہل سنت عبدالعزیز بن باز اور محمد بن عثیمین اور بلاد توحید کو کافر گردانا، نیز اسی منحوس رضاعت نے مکہ اور مدینہ کو تاریخ اسلام میں پہلی بار دار الکفر کہا ہے۔

اور اسی منحوس اخوانی جماعت کی تکفیری فکر سے القاعدہ تنظیم نے جنم لیا، جس کا فطری نتیجہ تھا کہ مقدسی اس گمراہی میں پہلا امام اور اس تکفیری میدان کا شہسوار بنے، بلکہ ایمن ظواہری نے اسے معلم اول کا لقب دیا جب اس سے سوال کیا گیا کہ القاعدہ کے وہ کون سے علماء ہیں جن کی طرف رجوع کیا جائے تو اس

نے کہا: علم وتصنیف کے اس بحر ذخار اور دعوت کے روشن آفتاب کی طرف۔ یعنی مقدسی کی طرف۔

دسویں دلیل:

معاصر دعوتی اور جماعتی تحریکوں کے مفکر جعفر شیخ ادریس نے کہا: یقینا سید قطب نے نوجوانوں کو اسلام سے ایک مثالی تصویر پر لٹکا دیا ہے، جو اس تک نہیں پہونچ سکتے، اس تصویر تک پہونچنے میں جس قدر بھی کمی ہوگی وہ اسلامی نہیں ہوسکتا، اسی لئے ان کے یہاں اسلامی حکومت اور اسلامی سماج کہیں نہیں پایا جاتا، بلکہ خلفائے راشدین ہی کے دور سے نہیں پایا جاتا ہے۔

پھر اس کے بعد سید قطب کے تباہ کن فکر کے آثار کو واضح کرتے ہوئے ایک تاریخی دقیق کلام پیش کیا ہے، چنانچہ آگے کہا: چنانچہ ہماری یہ جماعت سوڈان، یمن اور دوسرے ممالک میں بھی قائم ہوگئی، مگر ہمارے درمیان نہ کوئی رابطہ رہا اور نہ ہی کوئی تعارف، صرف ہمارے درمیان رابطہ کیلئے یہی کتاب: [معالم فی الطریق] کافی تھی۔

اب کوئی آکر یہ نہ کہے کہ جماعت سید قطب کے فکر اور انکے انحرافات کا متحمل نہیں ہے!

تو اس کا جواب یہ ہیکہ جماعت نے انہیں اپنے رہنماؤں میں شامل مانا ہے، اور آج تک انکی فکر سے جماعت نے براءت کا اظہار نہیں کیا ہے، بلکہ ان کی کتاب معالم وہ زہر آلود جراثیم آج بھی جماعت کے اندر باقی ہے جو مسلم نوجوانوں کیلئے فتنہ وفساد کا باعث بنی ہوئی ہے۔ اور ہم نے بہت سے ایسے گرمائی مراکز کو دیکھا ہے جہاں اسی کتاب پر مسابقے کئے جاتے ہیں، انعام کے طور پر اسے طلبہ کے درمیان تقسیم کیا جاتا ہے، ہم نے اسے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔

یہ اس بات کی صراحت ہے کہ جماعت سید قطب کے منہج اور طریقے ہی کو مثالی طریقہ مانتی ہے، اور انکے کتاب معالم کو جماعت کی معتمد کتاب سمجھتی ہے، چنانچہ زینب غزالی کہتی ہے: مجھے خبر ہوئی کہ مرشد حسن ہضیبی اس کتاب سے باخبر ہوئے اور شہید سید قطب سے اسکی طباعت کی صراحت کی، اور جب میں

نے آپ سے سوال کیا تو کہا: علی برکتہ اللہ، یقیناً اس کتاب نے میری آرزو کو سید کے اندر محصور کر دیا، میرا رب انکی حفاظت فرمائے، میں نے اس کتاب کو بار بار پڑھا ہے، اور ان شاء اللہ اس دعوت کی امید اب سید قطب ہی ہیں، اس کتاب کی طباعت کی اجازت مرشد کے پاس محفوظ تھی، پھر اس کے بعد مرشد نے اس کتاب کو مجھے دیدیا، اور اسے میں نے بھی پڑھا، اسکے لئے میں نے مرشد ہی کے گھر میں ایک حجرے میں خود کو محبوس کرلیا اور جب تک معالم فی الطریق پڑھ کر فارغ نہیں ہوگئی حجرے سے نہیں نکلی۔

یہ مذکورہ عبارت ہر اس متعصب کیلئے ہدیہ ہے جو سید قطب کی دعوت اور جماعت کی دعوت میں تفریق کرتا ہے۔

اخوانی فکر کے اندر مصر میں خصوصی طور پر اور دیگر اسلامی ملکوں میں عمومی پیمانے پر تبدیلی آتی رہی ہے، اور یہ نظریاتی فکر سے ہوتے ہوئے تطبیقی اور عملی میدان میں پہونچی ہے اور مسلم حکومتوں سے ٹکرائی بھی ہے، مگر کسی بھی مرحلے میں اب تک انہیں کامیابی نصیب نہیں ہوئی ہے، گرچہ کچھ مدت کیلئے باقی رہے ہوں مگر جلد ہی مٹ گئے، اور بعض مراحل آج بھی موت وزندگی کی کشمکش میں ہیں، یہاں پر زمانے کے تسلسل کے ساتھ انکی طرف اشارہ کررہا ہوں۔

-حرکتہ الشبیبتہ فی المغرب الاقصی، مراکش، قیادت: عبدالکریم مطیع، مراکش (۱۹۶۳ء)۔

-سید قطب کی تختہ پلٹ کی کوشش، مصر، (۱۹۶۵ء)۔

-جماعتہ التکفیر والھجرہ، قیادت: شکری مصطفی، مصر۔

-تنظیم الجھاد المصری، (۱۹۶۵-۲۰۰۱ء)۔

-جبھتہ الانقاذ، جزائر، اسکے بعد الجماعتہ الاسلامیتہ المسلحتہ، پھر اس کے بعد الجماعتہ السلفیتہ للدعوۃ والقتال، جزائر، (۱۹۹۳-۲۰۰۱ء)۔

-الجماعتہ الاسلامیتہ، مصر، (۱۹۷۵-۲۰۰۱ء)۔

-تنظیم القاعدہ،افغانستان،(۱۴۰۶ھ سے تا حال)۔

اختصار سے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ تمام تنظیمیں جنہوں نے تکفیری منہج کو اپنایا ہے،اور القاعدہ تنظیم سے پہلے انہوں نے ایسے ہی دہشت گردانہ کوششیں کی ہیں وہ سب اس وقت فکری اور تنظیمی پیمانے پر القاعدہ سے مل چکی ہیں۔

-الجماعۃ الاسلامیۃ المقاتلۃ،لیبیا،(۱۹۹۰-۲۰۰۱ء)۔

اس جماعت کے ساتھ ایک لطیفہ یہ ہیکہ گرچہ اس جماعت سے بھی کچھ نہ کچھ فتنے اور فساد ہوئے ہوں مگر جو ان کے اصولوں کو دیکھے گا اور انکے لٹریچر کو پڑھے گا تو اس کے لئے یہ ضرور واضح ہوگا کہ اس قسم کی جماعتوں میں یہ دوسروں کے مقابلے کم خطرناک ہے، جیسے کہ یہ اجتماعی بم خودکش دھماکوں کو حرام کہتے ہیں، لیبیائی عوام سے تعرض کرنے کو بھی حرام سمجھتے ہیں، تکفیر کو جرم مانتے ہیں، ان کے تراجعات سے یہ سب واضح ہے، انہوں نے اسلحہ تو بہت پہلے ڈال رکھا ہے، مگر حالیہ فسادات کے بعد یہ بھی کچھ واپس پلٹے ہیں، اور القاعدہ کے تابع گروپوں کی طرح انکے یہاں بھی جراثیم سرایت کرنے لگی ہے۔

مگر اس وقت کے ازارقہ کیلئے حروری ہانڈی یہی القاعدہ تنظیم ہے، جس سے متعدد شاخیں عالم اسلام میں پھیلی ہوئی ہیں، جن میں اکثر یمن، بلاد حرمین، مراکش، جزائر، نائیجیریا اور دیگر ممالک میں ہیں۔

پھر القاعدہ تنظیم سے داعش نکلی ہے، جو پہلے عراق کے اندر تنظیم التوحید والجہاد سے معروف تھی، پھر یہی داعش بن کر ملک وملت اور انسانیت کیلئے تباہی کا باعث بنی ہوئی ہے۔

اس نے روافض سے تقیہ کو اخذ کیا، حشاشین سے اپنے قائدین کیلئے سمع وطاعت کو لیا، اور تاتاریوں سے قتل وخونریزی کو لیا، اس طرح انہوں نے تمام خبیث لوگوں کی خباثت کو اپنے اندر جمع کرلیا، ایسی ہولناکیاں کہ جنہیں دیکھ کر بچے بوڑھے ہوجائیں، انسانیت پر کئے گئے ماضی کے تمام مظالم کو لوگ انہیں دیکھ کر بھول بیٹھے، ان قاتل سفاک درندوں نے اپنے ہی ماں باپ، چچا اور خالاؤں جیسے قریبی رشتہ

داروں کو قتل کر کے عند اللہ تقرب حاصل کرتے ہیں۔

اوران سب خارجی جماعتوں میں اصل بنیاد یہی اخوانی جماعت ہے،اور تمام تکفیری حروری خارجی جماعتیں اسی کی کوکھ سے نکلی ہوئی ہیں۔

خلاصہ کلام یہ ہیکہ تمام معاصر تکفیری جماعتیں جو اخوانی جماعت سے متاثر ہیں درج ذیل انہیں تینوں ارکان پر قائم ہیں جن پر اس قدر شواہد اور دلائل موجود ہیں کہ جن کے اندر کسی تاویل کی گنجائش نہیں ہے:

پہلا رکن:

ان تکفیری جماعتوں کے بانی حقیقت میں اخوانی ہیں، جو اسی جماعت کے افکار سے متاثر ہیں، اس جماعت کے اندر یہ کیڈر کی حیثیت رکھتے تھے مگر جب مصری حکومت نے ان پر سختیاں کیں اورانہیں جیلوں میں ڈالا گیا تو یہ لوگ اس جماعت سے نکل گئے، پھر اس کے بعد جماعۃ الجہاد اور الجماعۃ الاسلامیۃ سے ہوئے انصار بیت المقدس، مصر، الجماعۃ الاسلامیۃ المسلحۃ ، جزائر ، الجماعۃ السلفیہ للدعوۃ والقتال، انصار الشریعۃ، یمن، مالی، لیبیا، القاعدہ تنظیم تک کہ جس کی شاخیں تمام عالم اسلامی میں پھیلی ہوئی ہیں، جیسے یمن، سعودی عرب، مراکش، مصر اور عراق میں، کہ جہاں اسکا نام تنظیم التوحید والجہاد تھا، پھر اس نے القاعدہ سے ابن لادن کے ساتھ بیعت عام کرلی ،جس کے بعد [دولة الإسلام العراقية] نامی تنظیم بنائی گئی۔

پھر یہی تنظیم آگے چل کے داعش بنی جس کا پورا نام [الدولة الإسلامية فی العراق والشام] ہے، پھر اسی حروری تکفیر تنظیم داعش نے امت اسلامیہ پر وہ مصائب اور ہولناک پریشانیوں کا سبب بنے،کہ جس نے سابقہ تمام تنظیموں کی مصیبتوں کو بھلا دیا ہے، جیسا کہ بعض مشائخ کہتے ہیں۔

اس طرح اخوانی جماعت ہی ان تمام جماعتوں کے گناہوں اور جرائم کا بوجھ اٹھائے گی جن کے

اندر یہ خبیث خارجی تکفیری فکر موجود ہے، کیونکہ یہ خارجی جراثیم اسی اخوانی جماعت کے رحم سے نکلے ہوئے ہیں، اور جنہوں نے ایسے بھیانک جرائم کا ارتکاب کیا ہے کہ جنہیں دیکھ کر بچے بھی بوڑھے ہوجائیں۔

دوسرا رکن:

جس فکر پر یہ جماعتیں قائم ہیں وہ سید قطب اور مودودی کی فکر ہے، انہیں کے فکر اور کتابوں سے یہ جماعتیں متاثر ہیں، اور یہ دونوں اخوانی فکر کے لیڈروں اور مفکرین میں سے ہیں، اور میں نے معاصر خوارج کے اقوال نقل کئے ہیں جن سے یہی پتہ چلتا ہے کہ یہ جماعتیں ان دونوں کی کتابوں ہی سے متاثر ہیں۔

تیسرا رکن:

اس وقت تکفیری جماعتوں کے جتنے بھی مجرمانہ اعمال پائے جاتے ہیں جیسے پراسراریت، تکفیر، خودکش بم دھماکے اور خروج و بغاوت ان تمام مجرمانہ اعمال کو اخوانی جماعت ہی نے گڑھا ہے، لہذا ان خبیث خارجی افکار کی حامل جماعتوں کے تمام مجرمانہ اعمال اور ان کے بھیانک افعال اور گناہوں کا ذمیدار یہی جماعت ہوگی۔

اسلئے اخوانی جماعت ہی کے مفکرین و مرشدین حسن بنا، مودودی اور سید قطب نے اس خارجی فکر کی بیج کو بویا ہے، اسکو پروان چڑھایا ہے، جو تکفیر اور خودکش بم دھماکوں کی شکل میں سامنے آیا ہے، چنانچہ خارجی فکر اس جماعت کی جڑ میں ہے یہ کوئی دعوتی جماعت نہیں ہے۔

عجیب و غریب بات یہ ہیکہ ان سرپھرے نوجوانوں نے جب مسجد حرام اور مسجد نبوی کے قریب خودکش بم دھماکے کئے اور آباء و امہات کو قتل کیا، تو انہیں میں سے بعض نے اس بیماری اور ناسور پر پردہ ڈالتے ہوئے کہا کہ یہ نوجوان خفیہ ایجنسیوں کے آلہ کار ہیں! حالانکہ یہ نوجوان اخوانی بنائی قطبی اور مودودی فکر کے آلہ کار تھے۔

سوال اور اسکا جواب

کیا تشدد اور حکام کے خلاف خروج و بغاوت کے ذریعے حکومت واقتدار تک پہونچنا اخوانی جماعت کے بنیادی اہداف میں سے آغاز ہی سے ہے یا بیماری اور انحراف بعد میں پیدا ہوا؟

بالخصوص اس سوال کا بنیادی سبب یہ ہیکہ اخوانی جماعت کے ساتھ بعض ہمدردی رکھنے والے یہ شبہہ پھیلا رہے ہیں کہ تشدد اور حکام کے خلاف خروج و بغاوت کے ذریعے حکومت واقتدار تک پہونچنا اخوانی جماعت کے بنیادی اہداف میں سے آغاز ہی سے نہیں ہے بلکہ اس کے اندر یہ انحراف اور بیماری بعد میں پیدا ہوئی ہے، یہ حقیقت میں ایک دعوتی جماعت ہے، اور یہ انحراف کچھ لوگوں میں ہے نہ کہ سارے لوگوں میں، اس لئے اسکی ذمیداری پوری جماعت پر نہیں تھوپنی چاہئے۔

جواب:

تمام دلائل اور شواہد اس بات کی تاکید کرتے ہیں کہ یہ انحراف اس جماعت کے اندر آغاز ہی سے ہے، چنانچہ تشدد ہی اس جماعت کا شعار اور اوڑھنا بچھونا ہے، اور یہ انحراف صرف ان کے چھوٹوں ہی میں نہیں بلکہ ان کے بڑوں میں بھی پایا جاتا ہے۔

ذیل میں کچھ دلائل اور اقوال انہیں کی کتابوں اور انہیں کے مصادر ومراجع سے نقل کر رہا ہوں جس سے یہ بالکل واضح ہو جائے گا:

۱- اخوانی جماعت نے آغاز ہی سے ہجومی خطاب پر اعتماد کیا ہے، چنانچہ حکومت اور حکام کے خلاف شروع میں برا سوچنے اور ان کے خلاف خروج کرنے کو یہ چھپا کر رکھے ہوئے تھے، بطور خاص جب یہ خارجی فکر لوگوں میں پھیل گئی، چنانچہ عشماوی نے کہا: یہ جماعت آغاز ہی سے ہجومی خطاب پر قائم ہے، یہ اپنے بنیاد ہی کے دن سے امن پسند جماعت نہیں رہی ہے، بلکہ اس نے آغاز ہی سے جماعت کی بنیاد کے ساتھ تنظیم خاص کے نام سے ایک پراسرار شعبہ قائم کر دیا تھا۔

ایک خاص کانفرنس کے اندر حسن بنا نے کہا: اے مسلمانوں کی جماعت! جب تمہارے اندر تین سو لوگوں کی ایک فوج جمع ہو جائے گی جو روحانی اعتبار سے ایمان وعقیدہ اور فکری اعتبار سے علم وثقافت اور جسمانی اعتبار سے تجربات اور ٹریننگ کے ساتھ تیار ہو جائے گی تو اس وقت مجھ سے طلب کرنا کہ میں تمہیں لیکر دریا کے موجوں میں اور آسمان کی بلندیوں پر ہر سرکش ظالم پر حملہ کر دوں، میں ایسا ضرور کروں گا ان شاء اللہ۔

اور عشماوی نے اس کلام پر جو تبصرہ کیا ہے وہ میری باتوں کی مزید تاکید کرتا ہے، چنانچہ انہوں نے کہا: یہ قول جماعت کی بنیاد کے تقریبا دسویں سال کا ہے، جس کے اندر، جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں، بہت کچھ واضح انداز میں کہہ دیا گیا ہے، جس سے یہ بالکل واضح ہے کہ ان کا یہ کلام سامراج کے خلاف بالکل نہیں ہے جیسا کہ یہ لوگ دعوی کرتے ہیں، بلکہ یہ دھمکی مسلم حکومتوں اور محکموں کو ہے، اور ہر اس شخص کو ہے جو اس جماعت سے کسی بھی رائے، فکر اور سوچ میں اختلاف رکھتا ہے۔

یہاں سوال یہ اٹھتا ہے کہ بانی جماعت حسن بنا آخر اس طرح کی فوج بنا کر کیا کرنا چاہتے تھے؟ اور آخر وہ کن لوگوں پر حملہ کرنا چاہتے تھے؟ اگر اس جماعت کا دعوی ہے کہ یہ جماعت ایک دعوتی تنظیم ہے تو پھر تو اسے توحید کی طرف دعوت دینا چاہئے جو کہ انبیاء کا طریقہ رہا ہے، وہ ایسا طریقہ کبھی نہیں اپناتے تھے، یہ کام ایسی تنظیمیں اور جماعتیں کرتی ہیں جو بظاہر دعوت دین کا ڈھونگ رچاتی ہیں مگر حقیقت میں ان کا مقصد اقتدار کی کرسی تک پہونچنا ہوتا ہے، اس کے لئے انہیں کچھ بھی کرنا پڑے، خواہ اسکے لئے خون کی ندیاں بہہ جائیں، ایسی ہی جماعتیں اس طرح کا بغاوتی اور انقلابی خطاب کرتی ہیں۔

اگر کوئی یہ کہے کہ ممکن ہے اس سے وہ شرعی جہاد کو مراد لے رہے ہوں۔

تو ہم کہیں گے: انہیں جہاد سے لینا دینا، انہیں نہ تو جہاد کرانے کا حکم ہے اور نہ ہی وہ مسلمانوں کے امیر اور حاکم ہیں؟ ابن قدامہ نے کہا: جہاد کی ذمیداری حاکم کے پاس ہوتی ہے، اور رعایا پر اس حاکم کی

اطاعت کرنا واجب ہے۔

حسن بنا نے ایک دوسری جگہ کہا: ہم عنقریب زبانی دعوت سے عملی دعوت کی طرف منتقل ہونے والے ہیں، اور اب ہم اپنی دعوت کو ملک کے سربراہان کو پیش کریں گے، اگر وہ ہماری دعوت کو قبول کرتے ہیں اور وہ ہمارے مقصد پر چلتے ہیں تو ہم انکی مدد کریں گے، لیکن اگر عذر لنگ کے ذریعے لومڑی کی چال چلتے ہوئے دائیں بائیں بھاگنے کی کوشش کریں گے تو پھر ہم ہر اس حاکم اور ذمیدار سے جنگ کریں گے جو دین اسلام کیلئے کام نہیں کرے گا، اور اخوان المسلمین اب قوت کا بھی استعمال کر سکتے ہیں اگر اسکے علاوہ کوئی دوسری چیز کارگر نہ ہوئی۔

حسن بنا کا یہ دھمکی آمیز کلام اسی جماعت کے میگزین [النذیر] کے افتتاحیہ میں موجود ہے جسے اسکے پہلے ہی شمارے میں لکھا گیا تھا، اور پھر اسے میڈیا میں بڑے پیمانے پر عوام اور ملک کے ذمیداروں کو مخاطب کر کے پھیلایا گیا۔

آپ ان کلمات پر غور کریں:

''ہم ہر اس حاکم اور ذمیدار سے جنگ کریں گے جو دین اسلام کیلئے کام نہیں کرے گا، اور اخوان المسلمین اب قوت کا بھی استعمال کر سکتے ہیں اگر اسکے علاوہ کوئی دوسری چیز کارگر نہ ہوئی۔''

جو حق کا خوگر ہے وہ اچھی طرح سمجھتا ہوگا کہ یہ جماعت آخر کوئی دعوتی جماعت ہے یا پھر ایسی جماعت ہے جو خارجی حروری فکر پر قائم ہوئی ہے، کیونکہ حکام کو دعوت دینے کے تعلق سے نبی اکرم ﷺ نے واضح طور پر ادب سکھلایا ہے جیسا کہ اس حدیث میں آیا ہے: «مَنْ أَرَادَ أَنْ يَنْصَحَ لِذِي سُلْطَانٍ فَلَا يُبْدِهِ عَلَانِيَةً»۔ ترجمہ: جو کسی حاکم کو نصیحت کرنا چاہے تو اسے چاہیئے کہ علانیہ طور پر نصیحت نہ کرے۔

۲- وہ دلیلیں جو اس بات کی تاکید کرتی ہیں کہ اس جماعت کے اندر انحراف آغاز ہی سے ہے اور تشدد ہی اسکا شعار رہا ہے، اور یہ کہ یہ انحراف کے چھوٹوں میں نہیں بڑوں میں پایا جاتا ہے، ان دلیلوں

میں ایک واضح دلیل تکفیر ہے جو جماعت کے ہر رکن کے اندر پیوست ہوتا ہے، جسے ہر وہ شخص سمجھتا ہے انکے فکر کا حامل نہیں ہے، اور یہ معلوم ہے کہ تکفیر اور معصوموں کا ناحق خون بہانا دونوں جڑواں ہیں الگ نہیں ہو سکتے، رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے:

عَنْ جَرِيرٍ، أَنّ النَّبِيَّ ﷺ، قَالَ لَهُ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ: اسْتَنْصِتِ النَّاسَ، فَقَالَ: "لَا تَرْجِعُوا بَعْدِي كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ".

ترجمہ: سیدنا جریر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے حجۃ الوداع میں فرمایا کہ لوگوں کو بالکل خاموش کر دو (تا کہ وہ خوب سن لیں) پھر فرمایا، لوگو! میرے بعد پھر کافر مت بن جانا کہ ایک دوسرے کی گردن مارنے لگو۔

اور عنقریب میں حکام اور مسلمانوں کے خلاف انکے ایسے تکفیری اقوال نقل کروں گا جن کے اٹھانے سے پہاڑ بھی جھک جائیں گے۔

حافظ ابن حجر نے کہا: اور یہ اسلئے کہ جب خوارج نے اپنے مخالفین کی تکفیر کر دی تو اسکے بعد انکے خون کو بھی حلال کر لیا۔

اور میں نے حکام اور مسلمانوں کے خلاف انکے ایسے تکفیری اقوال نقل کر دیا ہے جن کے اٹھانے سے پہاڑ بھی جھک جائیں گے۔

۳- انہیں دلیلوں میں سے وہ مقصد بھی ہے جسے جماعت نے اپنا نصب العین بنا رکھا ہے، اور وہ ہے اسلامی حکومت کا قیام اپنے گمان کے حساب سے، اور اسکے لئے ہر وہ تشدد کا وسیلہ اختیار کرنا پڑتا ہے جو اقتدار کے گلیاروں تک پہونچانے والا ہو، خواہ وہ تکفیر ہو، خودکش بم دھماکے ہوں، مکر و فریب ہو، خروج و بغاوت ہو اور کوئی اور خارجی وسیلہ:

- انہیں میں سے ایک فوجی کیمپ کا قائم کرنا ہے، جس کے اندر جماعت کے نوجوان اراکین کی

اسلحہ چلانے اور بم دھماکے کرنے کی ٹریننگ دی جاتی ہے، جو اس بات کی واضح دلیل ہے کہ یہ جماعت آغاز ہی سے تشدد کے راستے پر گامزن ہے۔

چنانچہ اس جماعت نے حکومت کی آنکھوں سے دور فوجی کیمپ قائم کر کے اپنے پیروکاروں کو اسلحہ کی ٹریننگ کرنے کی سنت جاری کی ہے، اور یہ چیز ان کی کتابوں میں تواتر سے منقول ہے۔

یہ جماعت جس طرح اپنے کارکنوں کو فوجی ٹریننگ دیتی ہے اس خفیہ طور پر فدائی تنظیم کے ذریعے جسے آغاز ہی میں حسن بنانے بنایا تھا تاکہ اس کے ذریعے دعوت کی حفاظت کی جائے یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ یہ لوگ صرف اقتدار کی کرسی کے بھوکے ہیں خواہ اس کے لئے امت مسلمہ کے خون کی ندیاں ہی کیوں نہ بہہ جائیں۔

میں بعض اقوال انہیں کی کتابوں سے نقل کرتا ہوں جو اس کی تاکید کریں گے:

محمود عساف نے کہا: جو صرف نظریاتی کتابوں اور تحریروں ہی کو پڑھتا ہے اس کے لئے اسلحہ کی ٹریننگ ضروری ہے، اسے چاہئے کہ وہ اسلحہ چلانا، گن چلانا، بم دھماکے کرنا جانتا ہو، اسکے لئے تنظیم نے ان پہاڑوں اور صحراؤں کا استعمال کیا ہے جو قاہرہ کے آس پاس ہیں، اسی طرح دوسرے صوبوں میں بھی اسی طرح کے ٹریننگ پائے جاتے ہیں، ہر گروپ اپنے قائد کے ساتھ معلوم اور متعین وقت کے ساتھ کسی معین جگہ پر جاتا ہے۔

محمود جامع نے بھی اس خفیہ فوجی ٹریننگ کے مسئلے کی تاکید کی ہے۔

اسی طرح اخوانی جماعت کے مورخ کہے جانے والے محمود عبدالحلیم نے بھی اس جماعت کے خفیہ تنظیم کے قبیح چہرے کو انکشاف کیا ہے، جس سے کسی بھی شک کی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی، چنانچہ انہوں نے ارکان جماعت کی ٹریننگ کی نوعیت اور اسکی صورت پر گفتگو کرتے ہوئے کہا ہے:

الف: - ارکان کی تقسیم خاندانوں کی شکل میں کی گئی ہے۔

ب:-منشورات اور پرچوں کی تقسیم کی ٹریننگ۔

ج:-کوڈ پیغام رسانی کی ٹریننگ۔

د:-اسلحوں کے استعمال کرنے کی ٹریننگ۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر جماعت کا مقصد دعوت ہے تو پھر اس طرح کی ٹریننگوں کی کیا ضرورت ہے، بطور خاص کوڈ پیغام رسانی کی ٹریننگ اور اسلحوں کے استعمال کرنے کی ٹریننگ؟

جواب: جہاں تک اسلحوں کے استعمال کرنے کی ٹریننگ کا تعلق ہے تو اسکا مقصد حکام کے خلاف خروج و بغاوت ہے، جیسا کہ ثابت ہو چکا ہے، اسی طرح اغوا کرنے اور اچانک حملہ کرنے، معصوم خونوں کو بہانے اور بم دھماکہ کرنے میں یہ کام آتا ہے۔

اور جہاں تک پراسرار پرچوں اور پمفلٹوں کی تقسیم کا تعلق ہے تو اس بارے میں بہت سے کلام منقول ہیں۔

قرضاوی نے کہا: اخوان کا ایک خفیہ پرچہ شائع ہوتا تھا جس کا عنوان تھا: اخوان معرکہ میں ہیں جو انقلابی مجلس (اس وقت کی عبوری فوجی اعلیٰ کمیٹی) اور اسکے اہلکاروں پر سختی سے حملہ کرتے ہیں۔

محمود عبدالحلیم نے کہا: اخوان مرکز میں رہ کر تمام صوبوں میں پرچوں اور خطابات کی شکل میں حکومت کے خلاف سیل رواں کی طرح مواد فراہم کرتے تھے۔

محمود عساف نے مراحل تشکیل کے تعلق سے کہا یعنی ٹریننگ کا دور جس سے خفیہ فدائی مسلح تنظیم گزر رہی تھی اور جسے اس جیپ حادثے میں ان اوراق کے اندر پایا گیا تھا جسے حکومت نے ضبط کیا تھا، چنانچہ یہ مراحل تشکیل کے چوتھے مرحلے کے تعلق سے کہتے ہیں:

اسکی مدت پندرہ ہفتے ہے، جس میں پندہ دروس ہوتے ہیں، ان میں سے ہر فرد کسی نہ کسی پولیس تھانے اور سیکورٹی پوائنٹ کو یاد کرے گا اور اسکے افراد پر اسے کسی بھی جگہ حملہ کرے گا۔

یہاں ایک دوسرا اٹھتا ہے: اس جماعت کو دعوت الی اللہ کی خاطر قائم کیا گیا ہے جیسا کہ اس کا دعوی ہے، پھر آخر اسے کسی پولیس تھانے اور سیکوریٹی پوائنٹ کو یاد کرنے اور اسکے افراد پر حملہ کرنے کی کیا ضرورت ہے اور اسکا دعوت سے کیا تعلق ہے؟

اس جماعت کے ارکان کی ٹریننگ اس انداز میں دینا اور انہیں اسکی تعلیم دینا علوم شریعہ کے کس علم میں رکھا جائے گا؟!

اسد السنہ امیر نایف بن عبدالعزیز آل سعود پر اللہ رحم فرمائے اور انکی قبر پر اپنی رحمتوں کی بارش کرے کہ انہوں نے فرمایا تھا: ہم پر ساری مشکلات اس وقت اخوانی جماعت کی وجہ سے ہے۔

۴- وہ دلائل اور شواہد جو اس بات کی تاکید کرتے ہیں کہ یہ انحراف اس جماعت کے اندر آغاز ہی سے ہے، چنانچہ تشدد ہی اس جماعت کا شعار اور اوڑھنا بچھونا ہے، اور یہ انحراف صرف ان کے چھوٹوں ہی میں نہیں بلکہ ان کے بڑوں میں بھی پایا جاتا ہے، ان دلائل وشواہد میں سے چند یہ بھی ہیں:

دھماکہ خیز مواد بنانا، خودکش بمبارکار کی ایجاد کرنا، اسی طرح خودکش بمبار بنانا بھی ہے۔

ان مہلک امور میں اخوانی بہت ماہر ہوتے ہیں، بلکہ یہ سب سے آگے ہیں، چنانچہ ان لوگوں نے امت مسلمہ کیلئے ان مہلک امور کو پہلی بار ایجاد کیا اور تباہی کیلئے دھماکہ خیز مادے تیار کئے، خودکش بمبار بنائے، خودکش بمبارکار تیار کئے، میں نے اپنی معلومات کی حد تک ان لوگوں سے پہلے کسی ایسے مسلمان کو نہیں پایا جس نے یہ کام کیا ہو۔

اور کیا ہی برا ہے ان برائیوں اور مہلک امور میں پہل کرنے والا جو دین اسلام اور مسلمانوں کیلئے خطرناک اور بہت ہی مہلک ہے، کیونکہ قتل جماعی کی شکل ہے، اسی طرح کا کام ان سے پہلے ان کے خارجی اجداد بھی کرتے تھے، مگر ان کا طریقہ الگ تھا، وہ یہ کہ پہلے کے خوارج تلوار لیکر بازاروں کی طرف نکل جاتے تھے اور مسلمانوں کی گردنیں مارنا شروع کر دیتے تھے، یہاں تک کہ اس خارجی پر قابو پا کر

اسے جہنم رسید کر دیا جاتا تھا۔

ان لوگوں نے ایک ایسی فیکٹری بنائی تھی جس کے بارے میں بظاہر یہ بتایا گیا کہ یہاں اینٹیں بنائی جارہی ہیں، حالانکہ اس فیکٹری میں کام کرنے والے دھماکہ خیز مواد تیار کرتے تھے، اور دھماکہ خیز کاموں میں استعمال کرتے تھے:

محمود صباغ کہتے ہیں: وہ دھماکہ خیز مواد جو بازاروں میں نہیں ملتے ہیں جیسے بارود کی روئی، ٹائم بم گھڑیاں وغیرہ، تو ایسی چیزوں کو بنانے کیلئے ان لوگوں نے باقاعدہ ایک فیکٹری بنارکھی تھی، جو عسکری کالج میں کیمیاء کے استاذ علام محمد کی نگرانی میں چلتی تھی، اور جس کے اندر کام کرنے والے تمام لوگ خفیہ فدائی تنظیم کے کارکنان ہوتے تھے، بظاہر اس فیکٹری کو اینٹ بنانے والی فیکٹری بتایا جاتا تھا، مگر اسکے اندر خطرناک اور بے انتہا مہلک بارود بنانے کا کام ہوتا تھا۔

اور بعد میں چل کر القاعدہ، داعش، جماعۃ الجہاد اور الجماعۃ الاسلامیۃ جیسی تمام دہشت گرد تنظیموں نے دھماکہ خیز مواد اور خودکش بمبار وغیرہ بنانے میں اخوانی جماعت ہی کا طریقہ اپنایا ہے۔

اور پچھلے تین صدیوں میں بلاد توحید نے قتل وخونریزی، عمارتوں کو منہدم کرنے اور بم دھماکہ کرنے جیسے بہت سے خارجی تباہیوں کو جھیلا ہے، بلکہ داعش اور القاعدہ کی طرف سے تو معاملہ یہاں تک پہونچ گیا کہ یہ درندے اللہ کے گھروں میں بھی بم دھماکہ کرنے لگے، اور ان کی وجہ پورے عالم اسلام میں بم دھماکے ہونے لگے، ان خوارج کے مشہور مہلک خودکش بمبار دھماکوں میں ہم سب کے محبوب امیر محمد بن نایف کے قتل کی کوشش تھی۔

یہاں کے سیکوریٹی فورسیز میں سے توحید کے شیروں نے بن لادن اور ظواہری کے دم چھلوؤں کے بہت سے ایسے بلوں اور بھٹوں کا انکشاف کیا ہے جہاں یہ سفاک درندے دھماکہ خیز مواد تیار کرتے تھے، اور جہاں تک داعش کا تعلق ہے تو ان کے بارے میں جو بھی بیان کریں کوئی حرج نہیں ہے۔

اور ان خوارج نے جس خودکش حملوں کو جائز قرار دیکر اسے اپنا رکھا ہے اس قاتل سوچ کی بنیاد بت پرست جاپانیوں اور سری لنکائیوں نے ڈالی تھی:

اس طرح کے خودکش حملے دوسری عالمی جنگ کے موقع پر اس وقت سامنے آئے جب جاپانی لڑاکو پائلٹوں نے اپنے جہازوں کو امریکی بحری بیڑوں پر گراتے تھے جن کے اندر دھماکہ خیز مواد بھرے ہوتے تھے، اسے اس وقت جاپانی زبان میں کامیزی عمل کہا جاتا تھا، اسی طرح کا عمل سری لنکا میں علاحدگی پسندوں نے بھی اختیار کیا تھا جنہیں بعد میں تمل ٹائیگر سے جانا گیا۔

اس طرح اس عمل میں ان کے سلف جاپان اور سری لنکا کے بت پرست ہیں۔

۵-انہیں دلیلوں میں سے خودکش بمبار کاروں اور خودکش بمبار دھماکوں کے ذریعے بڑے پیمانے پر اجتماعی قتل کرنا ہے، جسے انہوں نے عالم اسلام میں سب سے پہلے ایجاد کیا ہے۔

۶-انہیں دلیلوں میں سے مسلمانوں کو اغوا کر کے یا دھوکے سے قتل کرنا ہے جسے ان لوگوں نے اپنے خارجی سلف سے سیکھا ہے، بلکہ ان کے مقابلے میں یہ کہیں آگے ہیں کہ اپنے مخالفین کا کسی بھی طرح صفایا کرنے کی کوشش کرتے ہیں، گرچہ وہ انکا سب سے قریبی ہی کیوں نہ ہو، اور خفیہ فدائی مسلح تنظیم کے سرغنہ سندی کا قتل اس کی سب سے بہتر مثال ہے۔

۷-انہیں دلیلوں میں سے حکومتی ڈپارٹمنٹوں اور سرکاری بلڈنگوں کو بم سے اڑانا بھی ہے، خواہ وہ عدالتیں ہوں کہ پولیس محکمہ جات۔

۸-انہیں دلیلوں میں سے ان کا وہ ہدف بھی ہے جسے جماعت کے اراکین اپنا نصب العین سمجھتے ہیں، یعنی اسلامی حکومت کا قیام، اور یہ کہ جماعت اس ہدف کو پورا کرنے کیلئے ہر وسیلہ اختیار کر سکتی ہے، اور یہ وسیلہ اور طریقہ کار یہ واضح کرتا ہے کہ یہ جماعت کوئی دعوتی جماعت نہیں ہے، بلکہ یہ کوئی ایسی جماعت اور پارٹی ہے جو صرف اقتدار کی کرسی چاہتی ہے، اور ابتدا ہی سے اس کا یہی ایجنڈہ رہا ہے۔

۹- اورانہیں دلیلوں میں سے ان کا اراکین جماعت سے خفیہ بیعت اوراس پر عہد و پیمان لینا ہے، اور یہ تاریخی اعتبار سے ثابت ہے کہ بنوعباس کے لوگ بھی اپنی دعوت کے آغاز میں لوگوں سے خفیہ بیعت لیتے تھے یہاں تک کہ وہ حکومت پر قابض ہو گئے، چنانچہ ۱۲۹ھ میں خراسان کے اندر انکی دعوت کا ظہور ہا، جبکہ ایک لمبی مدت تک ان لوگوں نے خفیہ طور پر اس کے لئے کام کیا تھا، لوگ باطنی طور پر ان کی تائید کرتے تھے مگر اسی سال لوگ کھل کر سامنے آئے۔

۱۰- انہیں دلیلوں میں سے ان کا حکام کے خلاف خروج کرنا ہے، تین بار انہوں نے بغاوت کی مگر ایک بار ہی مصر کے اندر کامیاب ہوئے۔

۱۱- انہیں دلیلوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جماعت کی اس طویل سفر میں کبھی ایک بھی کتاب ایسی نہیں آئی جس کے اندر انبیاء ورسل کی توحید کا بیان ہو، زیادہ سے زیادہ ہم نے ان کے ہفتہ واری وعظ ونصیحت کو دیکھا جسے حسن بنا دیتے تھے، جس کا کوئی فائدہ نہیں ہوا، بلکہ حسن بنا اپنے اس عمل کو اپنی دکان چمکانے والا عمل کہتے تھے، جیسا کہ ان سے اس بات کو بہت سے لوگوں نے نقل کیا ہے۔ چنانچہ جو بھی جماعت اگر نبوت کے منہج سے ہٹ جائے گی اللہ تعالی اس کے اقوال واعمال میں کوئی برکت نہیں ڈالے گا۔

۱۲- انہیں دلیلوں میں سے یہ بھی ہے کہ اس جماعت کے اراکین کو قتل اور تشدد کے اختیار کرنے کی تربیت دی جاتی ہے، اور اسے دین کی ایسی مدد ثابت کیا جاتا ہے جس کا کوئی بدیل نہیں، اور یہ قصہ ان قطبیوں کی طرف سے ہے، جو اسکے صحیح ہونے کو واضح کرتا ہے۔

اخوانیوں کے چوتھے مرشد محمد حامد ابوالنصر نے حسن بنا سے اپنی بیعت کا طریقہ بتاتے ہوئے اور حسن بنا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: جو باتیں آپ بتا رہے ہیں وہ سب عموما خطباء، علماء اور واعظین کی طرف سے آتی رہتی ہیں، مگر اس سے مسلمان اپنے ماضی کے مجد وشرف کو حاصل نہیں کر سکتے۔

یہ سن کر حسن بنا نے پوچھا: پھر تم کیا سمجھتے ہو؟ میں اس وقت میرا ریوالور میرے ساتھ تھا، میں نے

ان سے کہا: امت مسلمہ کو انکے روشن ماضی کی طرف لے جانے کا صرف یہی ایک وسیلہ ہے، یہ کہہ کر میں نے اپنے ریوالور کی طرف اشارہ کیا، یہ سن کر آپ کا چہرہ خوشی سے دمکنے لگا، لگتا تھا وہ اپنی اصلی مراد پا گئے، پھر مجھ سے کہا: پھر کیا ہوگا؟ میں سوچتا ہی رہا کہ آپ نے اپنے بیگ سے مصحف شریف نکالا اور پھر مصحف اور ریوالور کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ کیا تم ان دونوں پر عہد لوگے؟ میں نے کہا: بالکل پوری طاقت سے، ایسی طاقت جسے میں بیان نہیں کرسکتا! ایسا لگتا ہے کہ میں اس وقت فیضان الہی میں ڈوبا ہوا ہوں! اورابدی سعادت محسوس کررہا ہوں!

اور جب مذکورہ شکل میں بیعت پوری ہوگئی تو آپ نے مبارکبادی دیتے ہوئے کہا: مبارک ہو، تمہاری سرزمین میں یہ پہلی بیعت ہے۔

یہ بیعت ۱۹۳۴ء کے اندر چوتھے مرشد کے گاؤں منفلوط میں ہوئی تھی جیسا کہ انہوں نے خود بیان کیا ہے۔

آپ ان کے ان کلمات پر غور کریں: (آپ کا چہرہ خوشی سے دمکنے لگا، لگتا تھا وہ اپنی اصلی مراد پا گئے)۔

اور جہاں تک ان کے اس قول کا تعلق ہے: (ایسا لگتا ہے کہ میں اس وقت فیضان الہی میں ڈوبا ہوا ہوں! اورابدی سعادت محسوس کررہا ہوں!)۔

تو یہ تلبیس ابلیس ہے، کیونکہ اللہ تعالی اس دین کی مدد کسی ایسے طریقے سے نہیں کرسکتا جس کی شدید ممانعت آئی ہو اور اس پر سختی بھی کی گئی ہو۔

۱۳- ایک واضح دلیل اس جماعت کی بنیاد ہی سے جو اس جماعت کا مقصد حقیقی رہا ہے یہ ہیکہ یہ لوگ حکام کی تکفیر کرتے ہیں، ان کے خلاف خروج و بغاوت کرتے ہیں، گوریلا لڑائی لڑتے ہیں، امت مسلمہ کے معصوم جانوں کی ان کے یہاں کوئی قیمت نہیں، بس یہ اقتدار کی کرسی تک پہونچنے کیلئے کچھ بھی

کر سکتے ہیں۔

محمود جامع نے کہا: اخوانی جماعت کے قائد حسن بنا یہ جانتے تھے کہ اس دعوت کے دشمنوں میں انگریز، یہود اور وہ مصری حکام ہیں جو سامراج کے اشاروں پر ظلم ڈھاتے ہیں، وہ کہتے تھے کہ جماعت کا طاقتور ہونا ضروری ہے، ایسی طاقت کہ اسے آسانی سے ختم نہ کیا جاسکے، اسی لئے حسن بنا نے اخوان المسلمین نامی ایک خفیہ فدائی مسلح تنظیم بنانے کی ترکیب سوچی اور یہ کہ اسے بالکل راز میں رکھا جائے، اور اس کے ارکان بڑی دقت سے چنے جائیں، اور اسکے لئے اہم پروگرام کئے جائیں، اور انکی ٹریننگ بالکل جدید ٹکنالوجی اور جنگی ٹکلنیک کے مطابق ہو، انہیں گوریلا جنگ اور اسی طرح بم دھماکہ کرنے اور دستی بم پھینکنے کی اچھی ٹریننگ دی جائے۔

اخوانی جماعت نے اپنے جن ارکان کو گوریلا جنگ کی ٹریننگ دیتی تھی وہ اوباشوں کی جماعت ہے نہ کہ کوئی دعوتی جماعت، اس قول کے اندر کسی تاویل کی گنجائش نہیں ہے، یہی ایک دلیل کافی ہے، پھر اگر اس پر مذکورہ دلیلیں بھی ساتھ ہوں تو کیا کہنے!

لیکن اگر کوئی کہے: ہوسکتا ہے کہ یہ دھماکہ خیز مواد استعمال کرنے اور اسلحہ چلانے کی ٹریننگ اس لئے دی گئی ہو کیونکہ یہ ملک یہودیوں کے قریب ہے اور وہ ملک انکے ساتھ حالت جنگ میں تھا۔

اسکا جواب کئی وجوہات سے ممکن ہے:

پہلی وجہ:

میں نے خود انہیں کی کتابوں سے یہ نقل کیا ہے کہ ان کے رہنما یہ کہتے نظر آتے ہیں کہ مصری حکومت سے جنگ کرنا فلسطین میں جنگ کرنے سے زیادہ بہتر ہے۔

دوسری وجہ:

انکی معتمد کتابیں ایسے تخریبی اعمال سے بھرے پڑے ہیں جنہیں انہوں نے اپنے ملک کے اندر

انجام دیا ہے، چنانچہ انہوں نے حکومتی بلڈنگوں میں بم دھماکے کئے، پولیس محکموں پر دستی بم پھینکے، مسلمانوں اور ذمیوں کو بے دردی سے قتل کیا، جو اس بات کی دلیل ہے کہ ان کا مقصد اصلی مسلم ممالک میں فتنہ وفساد کرکے اقتدار کی کرسی تک پہونچنا ہے۔

تیسری وجہ:

کیا شریعت اس بات کی اجازت دے گی کہ کسی بھی مسلم حکومت کے تحت رعایا بن کر گروپ یا جماعت کی شکل میں دھماکہ خیز مواد بنایا جائے اور پھر ان کے ذریعے بم دھماکے کئے جائیں اور لوگوں کو قتل کیا جائے؟!

شریعت محمدیہ جس نے انسانی جانوں کی ہر ممکن حفاظت کی ہے وہ اس طرح کی انارکی اور بربریت کی اجازت کبھی نہیں دے گی، چنانچہ اس تعلق سے یہ واضح حدیث موجود ہے:

عَنْ أَبِي مُوسَى، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَ: "إِذَا مَرَّ أَحَدُكُمْ فِي مَسْجِدِنَا، أَوْ فِي سُوقِنَا وَمَعَهُ نَبْلٌ، فَلْيُمْسِكْ عَلَى نِصَالِهَا، أَوْ قَالَ: فَلْيَقْبِضْ بِكَفِّهِ أَنْ يُصِيبَ أَحَدًا مِنَ الْمُسْلِمِينَ مِنْهَا شَيْءٌ".

ترجمہ: سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب تم میں سے کوئی ہماری مسجد میں یا ہمارے بازار میں گزرے اور اس کے پاس تیر ہوں تو اسے چاہئیے کہ اس کی نوک کا خیال رکھے۔" یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے ہاتھ سے انہیں تھامے رہے۔کہیں کسی مسلمان کو اس سے کوئی تکلیف نہ پہنچے۔

مذکورہ دلیلوں سے واضح ہے کہ حق پر چلنے والا اخوان المسلمین کو معاصر خارجی حروری جماعتوں میں سب سے اوپر رکھے گا، اسکا دو سبب ہے:

الف: - جماعت کی بنیاد اور اسکی پرورش ہی تکفیر، قتل اور تشدد پر ہوئی ہے، جیسا کہ اوپر گزر چکا، اور

اس پر میں نے ۱۲ / دلیلیں پیش بھی کی ہیں۔

ب:- عالم اسلامی کے اندر جتنی بھی تکفیری خارجی جماعتیں پائی جاتی ہیں ان پر اخوانی جماعت کا بلاواسطہ حسی اور فکری اثر پایا جاتا ہے، اور یہی جماعت تمام جماعتوں کا مصدر اور مرجع کی حیثیت رکھتی ہے۔

اخوانی جماعت پر تاریخی نظر ڈالنے سے پتہ چلتا ہے کہ اسے اب تک چار بار انتشار اور بکھراؤ کا سامنا کرنا پڑا ہے:

۱- پہلا بکھراؤ:

مصر کی شاہی حکومت کے دوران جس وقت اس جماعت کے فدائی مسلح تنظیم نے ملک کے اندر متعدد بم دھماکے کئے، اور بہت سی معصوم جانوں کو قتل کیا، جس کے بعد ان کی تفتیش کی گئی اور یہ پورے دستاویزات کے ساتھ پکڑے گئے جو میڈیا میں جیپ کے کیس سے مشہور ہے، جس کے اندر پایا گیا کہ کس طرح یہ ملک کو تباہ کرنا چاہتے تھے، اور انہوں نے اس وقت تک لوگوں کو قتل کر دیا تھا جسکی بنیاد پر اس وقت کے وزیر اعظم نقراشی پاشا نے جماعت کو تحلیل کر دیا اور بہت سے کارکنان جماعت کو قید کر دیا، چنانچہ ان سفاک درندوں نے اسے بھی نہیں بخشا اور اسے بھی قتل کر دیا۔

۲- دوسرا بکھراؤ:

سابق مصری صدر جمال عبدالناصر کے دور میں، جب ان لوگوں نے اس کے خلاف خروج اور بغاوت کی کوشش کی تھی، چنانچہ اس نے بھی اس جماعت کے ہزاروں کارکنوں کو سلاخوں کے پیچھے ڈھکیل دیا، اور بعض ارکان کو قتل کر دیا، یہ واقعہ ساٹھ کی دہائی کے درمیان کا ہے۔

۳- تیسرا بکھراؤ:

چند سالوں پہلے کا واقعہ ہے جب مصر کے اندر ان لوگوں نے حکومت کے خلاف بغاوت کی تھی، پھر

یہ حکومت میں آئے، اورفوج نے انکی تائید بھی کی، لیکن ایک ہی سال بعد انہیں بے دخل کر دیا گیا اور ہزاروں کی تعداد میں جیل کے اندر ڈال دیا گیا، بطور خاص انکے رہنماؤں کو، اور اسوقت بہت سے اخوانی ادھر ادھر بھاگ لئے، یہ ان کا تیسرا بکھراؤ ہے۔

۴-چوتھا بکھراؤ:

یہ ہمارے ملک کے اندر ہوا ہے، جب ان کے خلاف کریک ڈاؤن کیا گیا اور ولی عہد نے محمد بن سلمان نے انکے بعض رہنماؤں کو جیل میں ڈال دیا، کیونکہ انہوں نے بلاد توحید کے اندر بھی فساد مچانا شروع کر دیا تھا، اور ملک کے عوام کو حکومت کے خلاف بھڑ کانے کا کام زور شور سے کر رہے تھے۔

تاریخ شاہد ہے کہ ملوک صبر و بردباری میں امام ہوتے ہیں، مگر جب پکڑتے ہیں تو انکی پکڑ بہت سخت ہوتی ہے، بطور خاص جب معاملہ رعایا کی تباہی اور ملک کو فتنہ وفساد کے حوالے کرنے سے ہو۔

مذکورہ چار تباہیوں کے بعد بھی انہوں نے کوئی نصیحت نہیں حاصل کی ہے کیونکہ یہ اقتدار اور کرسی کی حرص اور لالچ میں ڈوبے ہوئے ہیں، مگر انہیں ثبات قدمی کبھی حاصل نہیں ہوسکتی؛ کیونکہ یہ دین کے نام پر فساد کر رہے ہیں، اور دعوت کا کام غیر منہجی طریقے پر کر رہے ہیں، اور اللہ تعالی فسادیوں کی کبھی اصلاح نہیں کرتا۔

اور یہاں مناسب سمجھتا ہوں کہ اس تعلق سے ائمہ سلف کے کچھ کلام کو نقل کیا جائے کہ کس طرح جو منہج نبوی سے منحرف ہوتا ہے اللہ اسے ثبات قدمی نہیں دیتا ہے۔

لوگوں نے مطرف سے کہا: یہ عبد الرحمن بن اشعث چڑھائی کر رہے ہیں، مطرف نے کہا: اللہ کی قسم! مجھے دو چیزوں کا شبہ ہے: اگر یہ غالب آگئے تو اللہ کے دین کو ثبات قدمی نہیں ملے گی اور اگر یہ مغلوب ہو گئے تو قیامت تک یہ ذلیل رہیں گے۔

آپ نے سچ فرمایا کیونکہ ان لوگوں نے غیر شرعی طریقہ اختیار کیا تھا، بلکہ ایسا طریقہ جس سے حدیثوں

کے اندر روکا گیا ہے اور وہ حدیثیں متواتر کی حد تک پہونچتی ہیں، اور اکثر وہی لوگ غیر شرعی طریقہ اختیار کرتے ہیں جو اپنے نفس کو تسکین اور اس کے ذریعے کرسی کی چاہت رکھتے ہیں۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس امر کی تاکید کرتے ہوئے کہا: جو خوارج کا منہج اپنائے گا اسے کبھی بھی کامیابی نہیں مل سکتی، اور اگر انہیں کامیابی مل بھی جائے تو زمین کے اندر فساد مچائیں گے، اور دین اسلام کی جگہ جاہلیت کو عام کریں گے۔

چنانچہ خوارج کا کام یہی ہوتا ہے کہ یہ راستہ توڑتے ہیں، لوگوں کو خوف زدہ کرتے ہیں، لوگوں کا ناحق خون بہاتے ہیں، ذمیوں کو قتل کرتے ہیں، اور یہ سب فساد فی الارض ہے، اور اللہ تعالی فسادیوں کے عمل کی اصلاح کبھی نہیں کرتا، اور نہ ہی انہیں ثبات قدمی حاصل ہوسکتی ہے جیسا کہ جلیل القدر تابعی مطرف اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے سمجھا ہے جو کہ ائمہ اہل سنت ہیں۔

یہ ایک نمونہ ہے، ورنہ میں نے ان کے بہت سے اقوال کو ترک کردیا ہے، اور میں نے صرف اس جماعت کے بڑے رہنماؤں کے اقوال ہی کو نقل کیا ہے، اور وہ بھی انکی کتابوں سے، انکے مخالفین کی کتابوں کو نظر انداز کیا ہے، بلکہ انہیں کی کتابوں سے نقل کیا ہے جنہیں انکے رہنماؤں نے اپنی انگلیوں سے قلمبند کیا ہے اور سو سال کی طویل مدت ہوتی جارہی ہے، اسی وقت سے یہ کرسی اقتدار کی خاطر حکام کے خلاف خروج کررہے ہیں، یہی مقصد القاعدہ کا بھی ہے، اور اسکے پالتو داعش کا بھی یہی خواب ہے، اس کرسی کیلئے خواہ امت مسلمہ کا کتنا ہی خون کیوں نہ بہادیا جائے۔

اور آخر میں کہوں گا کہ میں نے جو کچھ بھی نقل کیا ہے وہ بہت ہی کم ہے، اسکا کئی گنا میں نے ترک کردیا ہے جو ہر اس شخص کیلئے واضح ہے جس کے پاس ادنی سا بھی انصاف ہوگا کہ یہ جماعت ایک پرامن دعوتی جماعت ہے یا پھر کرسی حاصل کرنے والی ایک سیاسی پارٹی ہے، خواہ اس کرسی کے حصول میں تمام مسلمانوں کی جانیں ہی چلی جائیں، اور جو دلیلیں ہم نے پیش کی ہیں وہ اس بات کو واضح کرتی ہیں

کہ یہ جماعت ایک حروری ہانڈی ہے جس سے تمام فسادی حروری خاری ہٹ دھرم تکفیری نکلے ہوئے ہیں۔

اور بالکل قطعی دلیلوں سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ یہ جماعت تشدد کا سہارا لیکر کرسی حاصل کرنا چاہتی ہے، اورحکام کے خلاف بغاوت اورخروج اس جماعت کے آغاز ہی سے پایا جاتا ہے، اورانحرافات بھی اس جماعت کی بنیاد ہی سے ہے، اور یہ جماعت ایک حروری ہانڈی ہے جس سے تمام فسادی حروری خاری ہٹ دھرم تکفیری نکلے ہوئے ہیں۔ رہا مسئلہ متعصب کا تو اس کے سامنے آپ بارش کے قطروں کے برابر بھی دلائل پیش کردیں گے تو بھی وہ قانع نہیں ہوں گے۔

پہلا اصول: متقدمین خوارج کے اصول اور انکے صفات میں علمائے اہل سنت پر طعن و تشنیع کرنا اور انہیں اپنے پیروکاروں کے یہاں بدنام کرنا ہے

متقدمین خوارج کے بڑے اصولوں میں سے ہے کہ وہ مشہور کبار علمائے اہل سنت پر طعن و تشنیع کرتے ہیں، انہیں بدنام کرتے ہیں اور انکی تکفیر تک کر دیتے ہیں، اور اس اخوانی جماعت نے بھی اس اصل کو آغاز ہی سے اپنا رکھا ہے، اسلئے یہ جماعت ایک حروری ہانڈی ہے جس سے تمام فسادی حروری خارجی تکفیری نکلے ہوئے ہیں۔

میں نے اس جماعت کو ایک حروری ہانڈی کہا ہے کیونکہ یہ متقدمین کے تمام اصولوں کو جمع کئے ہوئے ہے؛ اسلئے ان لوگوں نے جب اپنا تعلق علماء سے توڑ لیا اور معتبر علمائے دین کو بدنام کر دیا تو پھر اسکے بعد انہوں نے جہلاء کو اپنا امام بنا لیا، چنانچہ یہ خود گمراہ ہوئے اور دوسروں کی گمراہی کا سبب بھی بنے؛ اور اسی لئے انہوں نے دین اسلام کی تفسیر فہم سلف کو چھوڑ کر اپنی منحرف عقلوں کی بنیاد پر کیا، جس کی وجہ سے امت مسلمہ کی اکثریت کی تکفیر کر ڈالی، اور حکام کے خلاف خروج و بغاوت کیا، ہلاکت خیز گمراہیوں اور شریعت مخالف بدعات میں واقع ہوئے، اور بالآخر امت محمدیہ کے ہر اس فرد کی ہلاکت کا سبب بنے جو انکی مخالفت کرے۔

اور اس اصل کی دلیل سیدنا ابن عباس کا وہ قصہ ہے جس میں ہے کہ وہ جب خوارج سے مناظرہ کرنے گئے تو انکے سردار نے کہا: یہ ابن عباس ہیں قریش سے انکا تعلق ہے جن کے بارے میں قرآن کی یہ آیت نازل ہوئی ہے: ﴿بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُونَ﴾ ترجمہ: یہ بڑی جھگڑالو قوم ہے۔ اس لئے ان سے نہ مناظرہ کرو اور نہ ہی انکی بات سنو۔

علامہ شاطبی نے خوارج کے اس قول پر کہا: اللہ آپ لوگوں پر رحم فرمائے، دیکھیں یہ خوارج کس طرح

قرآن کو سمجھتے ہیں۔

اور یہی وجہ ہے کہ ان کے یہاں کوئی عالم دین نہیں ہوتا ہے، اور سیدنا ابن عباس نے ان پر اسی چیز کی تنقید کی تھی جب آپ نے ان سے مناظرہ کیا تھا، چنانچہ ان سے کہا تھا: میں تمہارے پاس رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کے پاس سے آیا ہوں، اور ان میں سے تمہارے پاس کوئی نہیں ہے، اور اسی طرح مَیں رسول اللہ ﷺ کے چچازاد بھائی کے پاس سے آیا ہوں، انہیں پر قرآن نازل ہوا ہے اور وہی لوگ قرآن کا مفہوم سب سے زیادہ سمجھتے ہیں۔

اس حدیث کے اندر بہت سے فوائد ہیں اور اس کا تعلق خوارج سے ہے، وہ فوائد درج ذیل ہیں:

۱- خوارج سے قتال کرنے سے پہلے ان سے مناظرہ کرنے کی مشروعیت، لیکن اگر مناظرہ کرنے سے پہلے ہی ان سے قتال کیا جائے اور انہیں ختم کر دیا جائے تو یہ بھی مشروع ہے، اور یہ اس وقت ہو گا جب وہ لوگوں کا خون بہا رہے ہوں، جیسا کہ آپ ﷺ نے انکے بارے میں فرمایا ہے: (اگر میں انہیں پا گیا تو انہیں عاد و ثمود کی طرح قتل کر دوں گا۔

اور یہ دونوں چیزیں حکام پر منحصر ہے وہی مصلحت دیکھ کر کسی ایک کا فیصلہ کریں گے، چنانچہ اگر پہلے نصیحت کرنے میں اور انکے ساتھ مناظرہ کرنے میں مصلحت ہو تو پہلی صورت اپنائی جائے گی اور اگر انہیں جڑ سے ختم کرنا مقصد ہو تو پھر دوسری صورت اپنائی جائے گی۔

۲- خوارج میں ایسا کوئی شخص نہیں تھا جسے شرف صحابیت نصیب ہوئی ہو۔

۳- کتاب وسنت سے استدلال کے وقت اختلاف کی صورت میں فہم سلف کو حجت بنایا جائے گا، کیونکہ سیدنا ابن عباس نے کہا تھا کہ وہ (صحابہ) قرآن کی تفسیر زیادہ بہتر جانتے ہیں۔

۴- مرور زمانہ کے ساتھ شروع سے لیکر آج تک خوارج کے اندر آج تک کوئی عالم پیدا نہیں ہوا اور یہ استدلال سیدنا ابن عباس کے اس قول سے کیا جاتا ہے کہ میں تمہارے پاس رسول اللہ ﷺ کے

صحابہ کے پاس سے آیا ہوں، اور ان میں سے تمہارے پاس کوئی نہیں ہے، اور سی طرح میں رسول اللہ ﷺ کے چچازاد بھائی کے پاس سے آیا ہوں، انہیں پر قرآن نازل ہوا ہے اور وہی لوگ قرآن کا مفہوم سب سے زیادہ سمجھتے ہیں۔

چنانچہ علماء صحابہ ہی کے صفوں میں تھے، ان بدقماشوں اور سخت گیر بدووں میں کبھی نہیں رہے ہیں۔

۵- اس سے اشارہ ہے ابن عمر کے فقہ حدیث کی طرف کہ انہوں نے کہا تھا: یہ لوگ (خوارج) ایسی آیات کی طرف آتے ہیں جو کفار کے بارے میں نازل ہوئی ہوتی ہیں اور انہیں مومنوں پر فٹ کر دیتے ہیں۔

جیسا کہ اس بدبخت منحوس خارجی نے ان آیتوں کو جو مشرکین قریش کے بارے میں نازل ہوئی ہیں اس امت کے ترجمان القرآن عالم ربانی سیدنا ابن عباس پر فٹ کر دیا۔

۶- اس سے پتہ چلا کہ ان خوارج کے آباء واجداد علماء کی بات سننے سے اپنے پیروکاروں کو روکتے تھے، اور مختلف الزامات کے ذریعے انہیں بدنام کرتے تھے، کس قدر تعجب کی بات ہے کہ آج بھی ان خوارج کی نسل اسی طریقے پر عمل پیرا ہے، جو مختلف طریقوں سے علماء کو بدنام کرتے ہیں۔

اگر ہم اس اصل کو دور حاضر کے خوارج پر منطبق کرتے ہیں تو پاتے ہیں کہ آج ان کے سب سے بڑے دشمن علمائے اہل سنت ہیں، جنہیں یہ منافقین کہتے ہیں، علمائے حیض ونفاس کہتے ہیں، درباری ملا کہتے ہیں، مرجئہ زمانہ کہتے ہیں، اور درباری کتا کہتے ہیں جبکہ اس آخری وصف کا یہی مستحق ہیں، جیسا کہ حدیث میں آیا ہے۔

سب سے بڑی مصیبت یہ ہیکہ ان منحوس اور بدبخت جماعتوں نے صرف نوجوانان ملت کو مخلص علمائے دین سے دور ہی نہیں کیا بلکہ ساتھ ہی یہ بھی مشہور کر دیا کہ دینی مسائل میں کسی عالم سے فتوی لینے کی

مطلق کوئی ضرورت نہیں ہے۔

محمود صباغ نے کہا: یہ نیک فوجی جنہوں نے اپنے خون کو جنت کیلئے قیمتاً پیش کر دیا ہے انہیں کسی عالم سے یہ فتوی لینے کی ضرورت نہیں ہے کہ وہ عمل کرے یا نہ کرے؟ کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ ہی اسے آگے کی طرف بڑھائیں گے۔

چنانچہ یہ ایسی جماعت ہے جو خود کو مسلمانوں کی جماعت کہتی ہے، اور اپنے پیروکاروں کیلئے یہ اصول بیان کرتی ہے کہ خون کا دریا بہانے میں کسی عالم کے فتوی کی کوئی ضرورت نہیں ہے، اور اس حادثے میں ان مجرموں کا سرغنہ وزارت زراعت کا ملازم تھا۔

القاعدہ کے اندر عالم مانے جانے والے تکفیری مقدسی کہ جس کی اکثر کتابیں تکفیر، معصوم جانوں کو حلال کرنے اور ائمہ مساجد تک کی تکفیر کرنے میں تحریر کی گئی ہیں، کہتا ہے: اس طرح مجاہدین کو اپنی صفوں سے باہر نہ تو فقہاء کی ضرورت ہے اور نہ ہی مفکر علماء کی؛ اسلئے ان کے فقہاء خود انکی رہنمائی کریں گے، اور جہاد وقتال میں جو انکے لئے بہتر اور عمدہ اور مناسب ہوگا اسکی طرف رہنمائی کر دیں گے، کیونکہ یہ لوگوں میں سب سے زیادہ دین کی سمجھ رکھنے والے، زیادہ بصیرت والے ہیں اور انکی فراست کم ہی خطا کرتی ہے۔

القاعدہ تنظیم کی شرعی کمیٹی کے رکن فارس زہرانی کے اپنے رسالے [ما أريكم إلا ما أرى] میں کہتا ہے: اے لوگو! یہ حکومت (سعودی حکومت) اب زیادہ دیر باقی نہیں رہ سکتی، اور مجھے یقین ہے کہ ان لوگوں کا وقت قریب آچکا ہے، چنانچہ تم میں سے جو ان میں سے کسی کو پھانسی دینا چاہتا ہے یا اسے گھسیٹ گھسیٹ کر مارنا چاہتا ہے وہ اپنی خواہش پوری کرنے کیلئے تیار ہو جائے، اور سب سے پہلے درباری ایجنٹوں کی کمیٹی (کبار علماء کمیٹی) سے کریں، اپنی چھری تیز کر کے رکھیں، تا کہ طاغوتوں کے جسم کی چمڑی ادھیڑ کر انہیں پورا پورا مزہ چکھایا جائے۔

اللہ ان بد بخت سفاک درندوں کا برا کرے، کس قدر گھٹیا فکر کے حامل ہیں یہ بدقماش!

یہ خارجی بدبخت درباری ایجنٹوں کی کمیٹی سے مراد کبار علماء کمیٹی کو لے رہا ہے جن کا اس بدبخت پر خود فضل رہا ہے، کہ اس جیسے لوگوں نے بلاواسطہ ان علمائے کرام سے توحید وسنت کو سیکھا ہے، مگر جیسے ہی خارجی فکر کا حامل ہوا سلفی منہج کے جوئے کو حقد وحسد کی وجہ سے اتار پھینکا، اور بدبختی میں اس قدر آگے نکل گیا کہ کبار علماء کمیٹی میں شامل ابن باز اور ابن عثیمین جیسے علمائے ربانیین کو ذبح کرکے، انہیں پھانسی دیکر اللہ کا تقرب حاصل کرنا چاہے گا، کس قدر تعجب خیز ہے کہ بدعت کیسے بصیرت کو چھین لیتی ہے!

یہ علمائے دین جنہیں اس بدبخت نے ایجنٹ کہا اور ان کے قتل کرنے اور انہیں پھانسی دینے پر ابھارا ہے، ان کا اس پر اور اس جیسے بہتوں پر فضل واحسان رہا ہے، اس پر تو واجب تھا کہ یہ انکے حقوق کی حفاظت کرتا، اور ان کا ذکر خیر کرتا، مگر چونکہ جس کے رگ وریشے میں خارجی جراثیم پیدا ہوجائیں اور جو خارجی اصولوں کو پی چکا ہو اسکے سامنے حق اور اہل حق سب الٹا دکھنے لگتے ہیں۔

ایسے علمائے حق کے تعلق سے امام طحاوی نے کیا ہی خوب کہا ہے: علمائے سلف اور انکے نقش قدم پر چلنے والے علماء اور اہل خیر نیز اہل فقہ ونظر کو ذکر جمیل کے ساتھ یاد کیا جائے گا، اور جو ان کی برائی کرے وہ مسلمانوں کی راہ پر نہیں ہے۔

حالانکہ اس خارجی نے انہیں صرف برے لقب سے یاد ہی نہیں کیا بلکہ ان کے قتل کو تقرب الی اللہ کا ذریعہ سمجھا ہے، اسلئے دیکھ لیں بدعات کے برے اثرات کو کہ کس طرح یہ بصیرت کو چھین لیتی ہے اور پھر اسکا برا نتیجہ اور انجام کس قدر بھیانک ہوتا ہے۔

ابوبکر ابن العربی نے کہا: ایک جانور کو ناحق قتل کرنے سے شریعت میں منع کیا گیا ہے اور اس تعلق سے سخت وعیدیں آئی ہیں، پھر ایک نیک اور صالح شخص کو قتل کرنے پر کیا ہوگا؟!

اور یہ بدبخت ہیں کہ علمائے اہل سنت کو ذبح اور قتل کرکے اللہ کا تقرب حاصل کر رہے ہیں، الحمد للہ یہ

حکومت اپنے علماء اور امراء کے ساتھ باقی ہے جبکہ ایسا کہنے والا بد بخت جرائم کے ارتکاب کی وجہ سے کیفر کردار کو پہونچ چکا ہے، چنانچہ یہی وہ شخص ہے جسکی کتابوں میں زہر آلود خارجیت بھری ہوئی ہے، اس بد بخت خارجی کے اس زہر آلود کلام کو جب میں نے دیار مدینہ کے محدث شیخ عبد المحسن البدر پر پڑھا تو آپ نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا: اس بد بخت نے اپنے رسالے کا نام رکھنے کیلئے فرعون کے کلام کے سوا اور کوئی نام نہیں پایا؟!

۴-علمائے اہل سنت کے قتل کو تقرب الی اللہ کا ذریعہ سمجھتے ہوئے ایک اور بد بخت خارجی ابو قتادہ کہتا ہے: اگر کوئی مسلمان شیخ از ہر کو دیکھے جو کسی ٹیلی ویزن پر بات کر رہا ہو تو اسے یقین ہو جائے گا کہ امت محمدیہ کی ترقی اس وقت تک ممکن نہیں ہے اور یہ امت اس وقت تک بحران سے نہیں نکل سکتی ہے جب تک کہ ہم یہ شعار بلند نہ کریں: آخری خبیث پادری (عالم دین) کی انتڑی میں آخری حاکم کو رکھ کر قتل نہ کر دیں)۔

دیکھیں ذرا! یہ خبیث حروری خارجی اس امت کو مصیبتوں اور بحران سے نکالنے کیلئے تمام وسائل اور راستے بھول گیا اسے صرف ایک ہی راستہ دکھ رہا ہے، اور وہ یہ کہ عالم اسلام کے اندر ایک بھی حاکم اور ایک بھی عالم کو نہ چھوڑا جائے، اس طرح اس نے تکفیر اور استحلال خون دونوں کو جمع کر دیا، اور یہ کیا ہی برا اور خبیث عقیدہ ہے!

حقائق حال سے بہتر دلیل اس پر اور کوئی نہیں ہو سکتی، چنانچہ ان کے یہاں ایسا کوئی شخص نہیں پایا جاتا جسے طالب علم کہا جاتا ہو، چہ جائیکہ ان کے یہاں کوئی عالم ہو، ان کی قیادت اکثر ایسے لوگ کرتے ہیں جو امت مسلمہ کا خون بہانے میں انسانی جسموں کی جراحت کرنے میں متخصص ہوتے ہیں، جیسے کہ ظواہری اور سید فضل، یا اقتصاد وادارہ میں متخصص ہوتے ہیں، جیسے اسامہ بن لادن، بلکہ یہ لوگ اپنی صفوں میں علماء کے ہونے کی صراحت خود کرتے ہیں۔

کل کی رات آج کی رات سے کس قدر مشابہ ہے، آج جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تم کیسے ابن باز، ابن عثیمین، البانی اور فوزان وغیرہ اہل سنت علماء کو چھوڑ دو گے، تم کیسے ان علمائے امت کو چھوڑ دو گے جو کہ ہدایت کے منارے ہیں، اور تاریکیوں میں روشن چراغ ہیں، اور ان کے پیچھے چل پڑو گے؟ تو کہتے ہیں: یہ درباری ملا ہیں۔

چنانچہ جہاں بھی کسی نوجوان کو دیکھیں جو علمائے اہل سنت پر طعن وتشنیع کرے اور کہے کہ انہیں حقائق حال کی سمجھ نہیں ہے، یہ درباری ملا ہیں، یہ علمائے حیض ونفاس ہیں، تو جان لو یہ نوجوان خوارج کی راہ پر چل پڑا ہے، اب آگے یہ تکفیر سے لیکر خودکش بمباری کرنے تک جائے گا۔

اگر چاہوں تو اس اصول پر بہت سارے دلائل نقل کردوں مگر طوالت کے ڈر سے اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔

دوسرا اصول: متقدمین خوارج کی نشانیوں میں کم عمری کا ہونا ہے

ابوحمزہ خارجی کے خطبے میں امام طبری نے نقل کیا ہے کہ جب وہ مدینہ میں داخل ہوا تو اس نے کہا:

اے اہل مدینہ! مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ تم لوگ میرے ساتھیوں کی عیب جوئی کرتے ہو، تم لوگوں نے انہیں نئی عمر کے نوجوان، سخت جان دیہاتی کہا ہے، اہل مدینہ! تمہاری تباہی ہو، آخر رسول اللہ ﷺ کے صحابہ بھی تو نوجوان تھے، اپنی جوانی میں تروتازہ تھے، ان کی آنکھوں برائیوں سے دور اور باطل سے بوجھل تھیں۔

عجیب اتفاق یہ ہیکہ میں نے اس بحث میں دیکھا کہ ابوحمزہ خارجی ہی طرح علی معبدی نے بھی جواب دیا تھا، یہ ایک معاصر خارجی تھا جو شہر ریاض کے اندر واقع غرناطہ کمپلیکس میں خودکش بمباری کرنے کیلئے آیا تھا مگر پولیس کے ہتھے چڑھ گیا۔

چنانچہ آپ دیکھیں گے کہ جو کش خود بم دھماکے کرتے ہیں یا جن کے نام موسٹ وانٹڈ میں ہوتا ہے وہ عام طور پر پچیس سال سے کم ہی عمر کے ہوتے ہیں، اور ان کی تصویریں دیکھتے ہی ایک آدمی یہ بول اٹھے گا کہ صادق مصدوق رسول اکرم ﷺ نے یقینا سچ فرمایا ہے۔

یہ لوگ نئی عم والے ہوں گے: جو لوگ گرفتاری کیلئے مطلوب ہوتے ہیں، اور گاہے بگاہے پکڑے جاتے ہیں، انہیں دیکھ کر بالکل واضح ہوجاتا ہے کہ یہ اسی صفت کے حامل ہیں، ان میں تیس سال سے زیادہ کی عمر والے نہیں ہوتے، بلکہ کبھی کبھی یہ بیس سال سے بھی کم کے ہوتے ہیں۔

تیسرا اصول: متقدمین خوارج کی نشانیوں اور ان کے اصولوں میں سے ان کا یہ گمان ہے کہ وہ مسلمانوں کی وہی جماعت ہیں جس سے خروج جائز نہیں ہے، اور انکا خود کو اہل ایمان کہنا ہے

خوارج کی یہ بھی ایک بڑی مصیبت ہے، یعنی خود پسندی اور تکبر میں مبتلا ہونا، اور صرف اپنے کو اہل ایمان اور اہل توحید کہنا، اور دوسروں کو ہلاک ہونے والا کہنا، ان خوارج کی اس صفت کے بارے میں بھی رسول اللہ ﷺ نے خبر دی ہے، چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ فِيكُمْ قَوْمًا يَعْبُدُونَ وَيَدْأَبُونَ يَعْنِي يُعْجِبُونَ النَّاسَ وَتُعْجِبُهُمْ أَنْفُسُهُمْ يَمْرُقُونَ مِنْ الدِّينِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنْ الرَّمِيَّةِ»۔

ترجمہ: تم میں ایک قوم ایسی آئے گی جو عبادت کرے گی اور دینداری پر ہوگی، حتیٰ کہ لوگ ان کی کثرت عبادات پر تعجب کیا کریں گے اور وہ خود بھی خود پسندی میں مبتلاء ہوں گے، وہ لوگ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔

چنانچہ ان لوگوں کے اندر غرور اور تکبر پایا جاتا ہے، یہ سمجھتے ہیں کہ یہی لوگ سب سے بہتر ہیں، بلکہ مخلوق میں یہی اللہ کے چنندہ ہیں، اور یہی لوگ دین حق پر ہیں، ان کے سوا سب باطل پر ہیں، بلکہ کفر صریح پر ہیں۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: اسی طرح اہل بدعت کے نام ہیں کہ یہ لوگ اپنا ایسا نام رکھتے ہیں جس کے یہ مستحق نہیں ہوتے، جیسے کہ خوارج اپنے کو مومنین کہتے ہیں۔

اور ہمارے زمانے کے خوارج اپنے آپ کو موحدین اور اہل ایمان کہتے ہیں، اور یہ کہ یہی مسلمانوں کی جماعت ہیں جس کے خلاف خروج جائز نہیں ہے، اس پر چند دلائل پیش کرتا ہوں:

-اخوانی جماعت کے بانی اور مرشد اول حسن بنا نے کہا: دوسری مخالف دعوتوں کے تعلق سے ہمارا موقف یہ ہے کہ ہم انہیں اپنی دعوت کے میزان پر پرکھیں، اگر اس کے موافق ہیں تو اچھی بات، اور اگر مخالف ہیں تو ہم اس سے اپنی براءت کا اظہار کرتے ہیں۔

اس کلام سے واضح ہوتا ہے کہ وہ تمام دعوتیں جو انکے اعتقادات اور انکی دعوت کے خلاف ہیں ان سب سے یہ بری ہیں، اور جو موافق ہیں ان سے خوش ہیں۔

-عشماوی نے کہا: اسیوط میں واقع مکتب الارشاد کے صدر شیخ احمد شریف نے جمعہ کا خطبہ دیتے ہوئے کہا: ہم مسلمانوں کی جماعت ہیں، جو ہم سے خروج کرے گا وہ اپنی گردن سے اسلام کا پٹہ نکال پھینکے گا۔

سید قطب نے کہا: اللہ ہمیں یہاں یہ ہدایت دے رہا ہے کہ ہم جاہلیت کی عبادت خانوں (مساجد) سے دور رہیں اور مسلم گھرانوں ہی کے اندر مسجد بنالیں جہاں جاہلی سماج سے الگ تھلگ ہو کر رہیں۔

چنانچہ انہوں نے یہاں اپنی جماعت اور اپنے پیروکاروں کو مسلم گھرانہ کہا، اور ہر کلام کا ایک منطوق اور مفہوم ہوتا ہے۔

یہ ایسا کلام ہے جسے ایک مسلمان کی فطرت قبول نہیں کرے گی، کہ کیسے انہوں نے اللہ کے گھروں کو جاہلی عبادت خانہ کہہ دیا؟ کیا اللہ اور اسکے رسول ﷺ اس قول سے خوش ہوں گے؟!

اس کلام کے اندر غور کرنے والا بہت ہی خطرناک امور کا سامنا کرے گا ان میں چند درج ذیل ہیں:

اللہ کے وہ گھر جن سے اللہ تعالی راضی ہے اور جنہیں پاک صاف رکھنے کا حکم ہے انہیں سید قطب نے جاہلی عبادت خانہ کہا ہے۔

سید قطب نے انہیں چھوڑ دینے کا حکم دیا ہے، جبکہ یہ ان صریح دلیلوں کے خلاف ہے جن کے اندر حسی اور معنوی دونوں اعتبار سے عبادت خانوں کو تعمیر کرنے کا حکم ہے۔

سید قطب نے گھروں میں نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے، جبکہ ایسا کرنے والا شریعت کی اصطلاح میں منافق ہے، بلکہ اللہ کے رسول ﷺ نے ان لوگوں کے گھروں کو جلانے کا حکم دیا ہے جو ایسا کرتے ہیں۔

سید قطب نے گوشہ نشینی اختیار کرنے کا حکم دیا ہے، جبکہ یہ اس نبوی طریقے اور سنت کے مخالف ہے جس کے اندر سماج میں رہنے اور لوگوں کی طرف سے تکلیفوں پر صبر کرنے کا حکم ہے۔

سید قطب نے اسلامی سماج کی تکفیر کی ہے اور اسے جاہلی سماج کہا ہے۔

چنانچہ بعثت نبوی کے بعد بھی جاہلیت کا صیغہ استعمال کرنا گویا بعثت نبوی سے دشمنی کرنا ہے، اس تعلق سے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے قبل لوگ جاہلیت کے دور میں تھے، اور یہ جاہلیت جہالت کی طرف منسوب ہے، کیونکہ وہ لوگ جو کچھ کرتے تھے یا کہتے تھے انہیں جاہلوں نے ایجاد کیا تھا اور انہیں جاہل کرتے تھے۔

اور اسی طرح رسولوں کی لائی ہوئی شریعت کی جو بھی مخالفت کرے گا خواہ وہ یہودیت ہو یا نصرانیت یا کوئی اور، سب جاہلیت ہوں گے، یہ عام جاہلیت ہے، مگر رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے بعد عام جاہلیت کا صیغہ استعمال نہیں کر سکتے، ہاں کسی علاقے میں یہ ہوسکتا ہے، جیسے کہ دار الکفار کو کہہ سکتے ہیں، اسی طرح کسی شخص کو بھی کہہ سکتے ہیں اگر وہ ایسا ہو، جیسے کہ اسلام لانے سے پہلے کسی شخص کو جاہلی کہہ سکتے ہیں گرچہ وہ دار الاسلام ہی میں کیوں نہ ہو۔

مگر جہاں تک مطلق زمانے کا تعلق ہے تو رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے بعد کوئی جاہلیت نہیں ہے، اس لئے کہ آپ ﷺ کی امت میں ایک گروہ ہمیشہ باقی رہے گا جو حق پر ہوگا اور قیامت تک وہ غالب رہے گا۔

اور جہاں تک مقید جاہلیت کا تعلق ہے تو یہ دار الاسلام کے اندر بھی ممکن ہے، کیونکہ شخصی طور پر یہ صفت کچھ مسلمانوں کے اندر پائی جاسکتی ہے، جیسا کہ اس حدیث کے اندر اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا ہے: "أَرْبَعٌ فِي أُمَّتِي مِنْ أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ"۔ ترجمہ: میری امت میں جاہلیت (یعنی زمانہ کفر) کی چار چیزیں ہیں ۔مزید آپ ﷺ نے فرمایا: "إِنَّكَ امْرُؤٌ فِيكَ جَاهِلِيَّةٌ"، ترجمہ: یقینا تمہارے اندر جاہلیت پائی جاتی ہے۔

علامہ البانی نے کہا: (جاهلية القرن العشرين) یعنی بیسوی صدی کی جاہلیت جیسا جملہ مبالغہ سے خالی نہیں ہے، کیونکہ اس زمانے میں بھی دین اسلام باقی ہے گرچہ اس میں کچھ ایسی چیزیں داخل ہوگئی ہیں جو اس سے نہیں ہیں، پھر بھی ہم ایسا نہیں کہہ سکتے کہ یہ صدی جاہلیت اولی کی طرح ہے، کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ جاہلیت اولی سے مراد اگر صرف عربوں ہی کو مراد لیا جائے تو بھی وہ اس وقت بت پرست تھے، وہ کھلی گمراہی میں تھے، اس زمانے کو جاہلیت کہنا اپنی جگہ پر صحیح ہے، مگر موجودہ صدی کو جاہلیت کہنا صحیح نہیں ہوگا کیونکہ اس وقت اسلام کی نعمت ہر جگہ ہے بالخصوص عربوں کے یہاں۔

مزید اس اطلاق کے اندر یہ وہم بھی پایا جاتا ہے کہ اس وقت مسلمانوں کے اندر کوئی خیر نہیں ہے، اسلئے اس طرح مطلق طور پر کہنا بالکل جائز نہیں ہے؛ کیونکہ کچھ نہ کچھ خیر اس امت کے اندر ہمیشہ باقی رہے گا، اور رہے بھی، کتنے علمائے اہل سنت اس وقت بھی موجود ہیں جو نبی اکرم ﷺ کے طریقے اور سنت پر قائم ہیں، اور قیامت تک ایسے لوگ موجود رہیں گے۔

القاعدہ کے نزدیک مفکر اور عالم کہے جانے والے مقدسی نے کہا ہے: جہاں تک جزیرہ عرب کے اندر موجود ہمارے موحدین بھائیوں کا تعلق ہے تو ان پر کوئی رونے والا نہیں ہے۔

یہاں پر موحدین سے مراد وہ خوارج ہیں جنہوں نے ہمارے ملک کے اندر بم دھماکے کئے ہیں، اور اسکا رسالہ اکثر انہیں کے تخریبی اعمال سے بھرا ہوا ہے۔

چوتھا: متقدمین خوارج کے اصول اور انکی صفات میں مسلم حکام کی تکفیر اور ان پر طعن و تشنیع کرنا ہے

سلف میں جب کوئی کسی کو دیکھتا کہ وہ حکام کو گالی دے رہا ہے، اور انکی تکفیر کر رہا ہے تو اسے خوارج کے منہج سے جوڑ دیتے تھے، چنانچہ مسند احمد میں عقبہ بن وساج سے مروی ہے کہ وہ مدینہ آئے اور سیدنا عبداللہ بن عمرو العاص سے ملاقات کی اور کہا: آپ لوگ اصحاب رسول ﷺ میں سے بقایاجات ہیں، ہمارے یہاں عراق کے اندر کچھ ایسے لوگ پیدا ہو گئے ہیں جو اپنے امراء کو گالی دیتے ہیں اور انہیں گمراہ کہتے ہیں۔

یہ سن کر عبداللہ بن عمرو بن العاص نے فرمایا: ان پر اللہ کی لعنت ہو، ان پر اللہ کی لعنت ہو، ایسا آپ نے تین بار فرمایا۔ پھر اس کے بعد ذہبیہ والی روایت نقل کی جو خوارج کے تعلق سے ہے۔

اس حدیث کے اندر بہت سے فوائد پائے جاتے ہیں جن کا تعلق صلب موضوع ہی سے ہے، ان میں سے چند فوائد درج ذیل ہیں:

۱-سلف کے اذہان میں جو چیز راسخ ہے وہ حکام کی عزت اور انکی تعظیم کرنا ہے، اور ان پر طعن و تشنیع کرنا یہ بعد کی پیداوار ہے، اسی لئے راوی حدیث نے جب یہ نئی چیز دیکھی تو دوڑے دوڑے اصحاب رسول کے پاس مدینہ آئے۔

۲-صحابی رسول نے ان لوگوں کے نیک ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں کوئی سوال نہیں کیا، اور نہ ہی حکام کے بارے میں پوچھا کہ وہ فاسق ہیں یا نیک ہیں، بلکہ فوری طور پر ان کے عمل پر نکیر کی اور ان سے اپنی نفرت کا اظہار کیا۔

۳-ہمارے سلف صالح (صحابہ) کے دقیق فہم کا پتہ چلتا ہے، اور اس پر وجہ استدلال ان کے فعل اور خوارج کے منہج کے درمیان ربط ہے، اور رابط ہر اس شخص پر قدح اور طعن و تشنیع ہے جو امت محمدیہ کا

حاکم بنے۔

متقدمین خوارج نے سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تکفیر کردی جوکہ اپنے زمانے میں سب سے افضل تھے، بڑے مناقب اور فضائل والے تھے، جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس قدر خوش تھے کہ اپنی دو دو بیٹیوں کا رشتہ دیدیا، یہ ایسی فضیلت ہے جوکسی صحابی کو حاصل نہیں، بلکہ اگر یہ کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا کہ آپ کے سوا کوئی ایسی شخصیت نہیں گزری ہے جسکی زوجیت میں کسی نبی کی دو دو بیٹیاں آئی ہوں، آپ کیلئے یہی ایک شرف اور فضیلت کافی ہے۔

ان خوارج نے سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تکفیر کی جن کے بارے میں ثابت ہے کہ اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دونوں ان سے محبت کرتے تھے، اور آپ خود اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرتے تھے، جیسا کہ اس حدیث میں آیا ہے:

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ:" لَأُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ غَدًا رَجُلًا يَفْتَحُ اللَّهُ عَلَى يَدَيْهِ، قَالَ: فَبَاتَ النَّاسُ يَدُوكُونَ لَيْلَتَهُمْ أَيُّهُمْ يُعْطَاهَا فَلَمَّا أَصْبَحَ النَّاسُ غَدَوْا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّهُمْ يَرْجُو أَنْ يُعْطَاهَا، فَقَالَ: أَيْنَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ؟، فَقَالُوا: يَشْتَكِي عَيْنَيْهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ: فَأَرْسِلُوا إِلَيْهِ فَأْتُونِي بِهِ فَلَمَّا جَاءَ بَصَقَ فِي عَيْنَيْهِ وَدَعَا لَهُ , فَبَرَأَ حَتَّى كَأَنْ لَمْ يَكُنْ بِهِ وَجَعٌ فَأَعْطَاهُ الرَّايَةَ، فَقَالَ عَلِيٌّ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أُقَاتِلُهُمْ حَتَّى يَكُونُوا مِثْلَنَا، فَقَالَ:" انْفُذْ عَلَى رِسْلِكَ حَتَّى تَنْزِلَ بِسَاحَتِهِمْ ثُمَّ ادْعُهُمْ إِلَى الْإِسْلَامِ وَأَخْبِرْهُمْ بِمَا يَجِبُ عَلَيْهِمْ مِنْ حَقِّ اللَّهِ فِيهِ , فَوَاللَّهِ لَأَنْ يَهْدِيَ اللَّهُ بِكَ رَجُلًا وَاحِدًا خَيْرٌ لَكَ مِنْ أَنْ يَكُونَ لَكَ حُمْرُ النَّعَمِ".

ترجمہ: سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ خیبر کے

موقع پر بیان فرمایا کہ کل میں ایک ایسے شخص کو اسلامی عَلم دوں گا جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ فتح عنایت فرمائے گا، راوی نے بیان کیا کہ رات کو لوگ یہ سوچتے رہے کہ دیکھئیے عَلم کسے ملتا ہے، جب صبح ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سب حضرات (جوسرکردہ تھے) حاضر ہوئے، سب کو امید تھی کہ عَلم انہیں ہی ملے گا، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا، علی بن ابی طالب کہاں ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ ان کی آنکھوں میں درد ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر ان کے یہاں کسی کو بھیج کر بلوالو، جب وہ آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھ میں اپنا تھوک ڈالا اور ان کے لیے دعا فرمائی، اس سے انہیں ایسی شفاء حاصل ہوئی جیسے کوئی مرض پہلے تھا ہی نہیں، چنانچہ آپ نے عَلم انہیں کو عنایت فرمایا۔ علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں ان سے اتنا لڑوں گا کہ وہ ہمارے جیسے ہوجائیں (یعنی مسلمان بن جائیں) آپ نے فرمایا: ابھی یوں ہی چلتے رہو، جب ان کے میدان میں اترو تو پہلے انہیں اسلام کی دعوت دو اور انہیں بتاؤ کہ اللہ کے ان پر کیا حقوق واجب ہیں، اللہ کی قسم اگر تمہارے ذریعہ اللہ تعالیٰ ایک شخص کو بھی ہدایت دیدے تو وہ تمہارے لیے سرخ اونٹوں (کی دولت) سے بہتر ہے۔

اور بالآخر سیدنا علی اس جھنڈے کو حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئے اور فتحیابی بھی نصیب ہوئی۔

چنانچہ جس طرح ان کے اجداد نے اپنے زمانے کے سب سے افضل شخصیتوں کی تکفیر کی بالکل اسی طرح آج کے خوارج نے بھی اس وقت کے سب سے بہتر حکام کی تکفیر کی، ہمارے بلاد توحید کے حکام کی تکفیر، جن کو ہم موجودہ دور کے حکام میں سب سے بہتر سمجھتے ہیں، یہ ہمارا خیال ہے، اللہ پر ہم کسی کا تزکیہ نہیں کرتے۔

متقدمین خوارج کے اصول میں حکام کی تکفیر کرنا ہے، اور آج کے معاصر خوارج بھی یہی عقیدہ رکھتے ہیں، چنانچہ اخوانی جماعت کے مورخ محمود عبدالحلیم کہتے ہیں: اجتماع کے وقت سے ایک گھنٹہ قبل ہمیں ایک پرچہ ملا جو مرشد عام کی طرف سے شائع ہوا تھا اور جسے اخوان کے درمیان تقسیم کیا جارہا تھا، اس

کے اندر اس وقت کے فوجی اعلی کمیٹی کے اراکین (انگریزوں کو بھگانے والی مصری فوج کے سربراہان کی اعلی کمیٹی) کو مجرم گردانا گیا تھا، اور ان پر کفر کا الزام لگایا گیا تھا۔

مودودی کہتے ہیں: ہم تمام لوگوں کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ ہر اس حاکم کے خلاف انقلاب برپا کریں جو حکومت پر قابض ہیں، یہ طواغیت اور فجار ہیں جنہوں نے روئے زمین کو فساد سے بھر دیا ہے۔

اور عنقریب یہ بات بھی آئے گی کہ اخوانی جماعت نے جب مصری وزیر اعظم نقراشی پاشا کو دھوکے سے قتل کر دیا تو اسکی یہ توجیہ کی کہ اس نے اللہ اور اسکے رسول کے ساتھ کفر کیا تھا، اور محارب مرتد کا قتل فرض عین ہے۔

اور پھر اسکے بعد القاعدہ اور داعش جیسی تکفیری تفجیری جماعتوں نے بھی اپنی ماں سمجھنے والی اخوانی جماعت کے اسی روش کو اپنا لیا، ان کے اقوال بہت مشہور ہیں، اسامہ بن لادن نے ہمارے تین حکام کی تکفیر کی ہے جن میں ملک صالح عبد العزیز بھی شامل ہیں۔

ساتھ ہی اس خبیث نے شاہ عبد اللہ اور شاہ فہد کی بھی تکفیر کی ہے۔

چنانچہ جو بھی ان خوارج کی کتابوں کا مطالعہ کرے گا اسکے سامنے یہ واضح ہو جائے گا کہ ان خوارج کے ذہن میں یہ بات بیٹھ چکی ہے کہ اللہ نے انسان کو اسی لئے پیدا کیا ہے تاکہ وہ حکام سے ٹکرائے اور انکی تکفیر کرے، اگر کوئی انکی تکفیر پر لکھنا چاہے تو پوری ایک مجلد تیار ہو جائے گی، یہاں پر میں انکی بعض کتابوں اور رسالوں کی طرف اشارہ کروں گا:

۱- ابو دجانہ شامی کی کتاب: [فصل الكلام في اثبات ردة الشرطة والحكام]۔

۲- ابو محمد عاصم المقدسی کی کتاب: [الكواشف الجلية فى كفر الدولة السعودية]۔

یہ ان کی بعض کتابیں ہیں، جن میں حکام کے تعلق سے ان کے اجداد کا عقیدہ بھی ملے گا اور ان معاصر خوارج کا عقیدہ بھی مل جائے گا۔

پانچواں اصول: متقدمین خوارج کے اصول اور انکی صفات میں سے تکفیر حکام اور ان کی تکفیر کی بنیاد پر ولاء و براء کو لیکر لوگوں کو آزمانا ہے

چنانچہ خوارج کے اصول میں سے یہ بھی ہے، اور اسکے دو پہلو ہیں: تکفیر حکام کو بنیاد بنا کر لوگوں کو آزمانا، اور انکی تکفیر کی بنیاد پر ولاء اور براء کا عقیدہ بنانا۔

لوگوں کی آزمائش: فلاں حاکم کے تعلق سے تمہارا کیا خیال ہے کیا وہ کافر طاغوت ہے یا مسلمان؟ اور انکی تکفیر کی بنیاد پر ولاء اور براء کے عقیدے کا جہاں تک تعلق ہے تو اگر تکفیر حکام پر ان کی موافقت کر دی آپ نے تو یہ ایسی نیکی ہے جس کے ساتھ کوئی بھی گناہ کوئی نقصان نہیں پہونچائے گا، اور اگر آپ نے مسلم حکام کی تکفیر نہیں کی اور جواب میں اس سے کہہ دیا: اللہ سے ڈرو، تکفیر حکام کا نتیجہ بہت بھیانک ہوتا ہے، خون کی ندیاں بہہ جاتی ہیں، پولیس محکمہ اور فوج سب کی تکفیر لازم آتی ہے، یہ سب راسخ اہل علم کا خاصہ ہے، انہیں کیلئے ایسی چیزوں کو چھوڑ دو، تو ایسی صورت میں وہ آپ سے فوراً دشمنی کرنے لگے گا۔

یہ بہت ہی واضح اصول ہے متقدمین خوارج کے یہاں اور معاصر خوارج کے یہاں بھی، ایک معاصر خارجی خواہ کتنا ہی اپنے اس منہج کو چھپانے کی کوشش کرے، مگر یہ اصول لاشعوری میں بھی اسکی زبان سے ظاہر ہو جاتا ہے۔

جب ایک خارجی شخص نے دیکھا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کسی طرح لڑائی پر اس کے موافق نہیں ہوتے تو کہنے لگا اچھا بتلاؤ علی رضی اللہ عنہ اور عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں تمہارا کیا اعتقاد ہے؟ انہوں نے کہا ہاں یہ کہو تو سنو، علی اور عثمان رضی اللہ عنہما کے بارے میں اپنا اعتقاد بیان کرتا ہوں۔ عثمان رضی اللہ عنہ کا جو قصور تم بیان کرتے ہو (کہ وہ جنگ احد میں بھاگ نکلے) تو اللہ نے ان کا یہ قصور معاف کر دیا مگر تم کو یہ معافی پسند نہیں (جب تو اب تک ان پر قصور لگاتے جاتے ہو) اور علی رضی اللہ عنہ تو (سبحان

اللہ) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی اور آپ داماد بھی تھے اور ہاتھ سے اشارہ کر کے بتلایا یہ ان کا گھر ہے جہاں تم دیکھ رہے ہو۔

حافظ ابن حجر نے کہا: یہ سوال کرنے والا خوارج میں سے تھا، کیونکہ وہ شیخین سے محبت کرتے تھے مگر سیدنا عثمان اور علی سے نفرت کرتے تھے۔

سیدنا خباب بن ارت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹے عبداللہ بن خباب کا واقعہ معروف ہے جب خوارج ان پر قابو پا گئے، تو ان سے سوال کیا کہ تم ابوبکر اور عمر کے بارے میں کہتے ہو؟ تو انہوں نے دونوں کی تعریف کی، تو خوارج نے کہا: تحکیم سے پہلے علی اور حادثے سے پہلے عثمان کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ تو انہوں نے ان دونوں کی بھی تعریف کی، پھر پوچھا: تحکیم اور موجودہ حکومت کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ کہا: میں کہتا ہوں: سیدنا علی تم سے زیادہ جاننے والے ہیں اور تم سے زیادہ دیندار ہیں، یہ سن کر خوارج نے کہا: تم ہدایت پر نہیں ہو، پھر انہیں باندھ کر نہر کے کنارے ذبح کر دیا، آپ کا خون نہر میں بہنے لگا۔

اسکے علاوہ بھی انکے اجداد کی اس طرح کے بہت سے خوچکاں واقعات ہیں جنہیں طوالت کے ڈر سے چھوڑ رہا ہوں۔

اور جہاں تک معاصر خوارج کا تعلق ہے تو میں یہاں اس تعلق انکے کچھ خبیث اقوال کو نقل کر رہا ہوں:

ابوقتادہ کہتا ہے: اس قوم (علماء) پر اللہ کی ناراضگی یہ ہے کہ اللہ نے ان کے دلوں کو مسخ کر دیا ہے، اس طور پر انہوں نے امامت کو جو کہ اس دنیا میں سب سے بڑا مقام اور مرتبہ رکھتا ہے، ان کا حق تسلیم کر لیا ہے جن کے دلوں کو اللہ نے مسخ کر دیا ہے، اور جو لوگ بڑے بڑے تکفیر اعمال انجام دیتے ہیں، انہوں نے سلف کی طرف اپنی نسبت کی مگر اس نسبت نے انہیں توحید نہیں سکھلایا، جس سے تمام طواغیت سے براءت واجب ہو جاتی ہے، اور ان لوگوں نے اپنے حکام کو مسلمانوں کا امیر بنا دیا، نیز انہیں کو ائمہ دین بھی

بنا رکھا ہے، پھر خوارج اور تکفیریوں کو ان کے خلاف لوگوں کو بغاوت پر ابھار دیا۔

اس طرح یہاں واضح طور پر یہ بیان کر دیا کہ یہ آخر علماء ہی سے نفرت اور دشمنی کیوں کرتے ہیں؛ اسلئے کہ یہ لوگ حکام کی تکفیر نہیں کرتے، اور ان پر رد درج ذیل وجوہات سے کیا جاسکتا ہے:

پہلی وجہ:

امامت یعنی حکومت کو دین کا سب سے بڑا مقام اور بڑا امر تبہ قرار دینا روافض کا مذہب ہے، اہل سنت کے نزدیک ایمان اور توحید سب سے اہم مقام رکھتے ہیں، شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: رافضی مصنف نے کہا: یہ ایک اہم رسالہ اور لطیف مقالہ ہے جو احکام دین کے اہم مطالب اور مسلمانوں کے اہم اور شریف مسائل پر مشتمل ہے، اور وہ امامت کا مسئلہ ہے جسکی وجہ سے کرامت کا مقام حاصل ہوتا ہے، اور یہ ارکان ایمان میں سے ایک ہے، جس کی وجہ سے خلد بریں حاصل ہوتا ہے، اور رحمن کے غضب ناکی سے نجات ملتی ہے۔

اس نے کہا: (احکام دین کے اہم مطالب اور مسلمانوں کے اہم اور شریف مسائل پر مشتمل ہے) اسکا یہ قول جھوٹا ہے، اس پر شیعہ اور سنی دونوں علماء کا اتفاق ہے، بلکہ ایسا کہنا کفر ہے، کیونکہ اللہ اور اسکے رسول پر ایمان لانا امامت سے بھی بڑا مسئلہ ہے، اور یہ چیز دین اسلام میں ایک بدیہی امر ہے۔

اسی طرح مقدسی نے بھی اپنی کتاب: (هذه عقيدتنا) میں کہا: اور ہمارا یہ اعتقاد ہے کہ اگر ایک عالم کسی طاغوت یا کافر حاکم سے بیعت کرلے تو گویا اس نے اپنا سب کچھ اس کے حوالے کر دیا، یا اس کی مدد کرے، اس سے دوستی کرے، اور اسکے من موافق فتوی دے، تو ایسی صورت میں وہ عالم کافر اور مرتد ہے۔

یہ بات اس خارجی نے اپنے عقیدے کی وضاحت کے سیاق میں کہی ہے جس میں کسی تاویل یا غلطی کی کوئی گنجائش نہیں ہے، بلکہ یہ اسکے عقیدے کی سختی پر دلالت کرتا ہے۔

اسی کے ساتھ واضح طور پر ولاء اور براء کے عقیدے کا بھی پتہ چلتا ہے، کیونکہ اس نے علماء، فوج اور پولیس اور دیگر لوگوں کی جو تکفیر کی ہے وہ اسی لئے کہ یہ سب تکفیر حکام میں اس حروری خارجی کی موافقت نہیں کرتے۔

چھٹا اصول: متقدمین خوارج کے اصول اور انکی صفات میں سے اقتدار تک پہونچنے کیلئے مسلم حکام کے خلاف خروج اور بغاوت ہے خواہ اسکی خاطر کتنی ہی جانیں چلی جائیں اور عزت وآبرو لٹ جائیں، اور یہ اسی کو دین سمجھتے ہیں

متقدمین خوارج کی تاریخ پر نظر ڈالنے والے کو یہ پتہ چلے گا کہ ان کا سب سے بڑا کام یہی تھا کہ وہ علماء پر تنقید اور حکام کی تکفیر کرنے کے بعد حکام کے خلاف خروج اور بغاوت کریں اور اسی کو دین سمجھیں، اور اس اصول کو انہیں سب سے بڑے بدبخت دادا نے اسی وقت بنادیا تھا جب اس نے خیر البشر نبی اکرم ﷺ کے خلاف خروج کیا تھا، اور اسکا یہ خروج زبانی تھا، چنانچہ اس نے آپ ﷺ پر اعتراض کرتے ہوئے کہا تھا: اے محمد! انصاف کیجئے!۔ حالانکہ آپ ﷺ سے بڑا انصاف کرنے والا کوئی پیدا ہی نہیں ہوا۔ صلوات الله وسلامه عليه

اور بدبخت خارجی نے جب اپنے بعد کے خوارج کیلئے مسلمان حکام کے خلاف خروج و بغاوت کی سنت قائم کردی تو اس وقت اہل سنت نے یہ قاعدہ اور اصول بنایا جس کا خلاصہ یہ ہیکہ خروج جس طرح تلوار سے ہوتا ہے اسی طرح کلام سے بھی ہوتا ہے، اور تلوار کے ذریعے خروج ہمیشہ کلام کے ذریعے خروج ہی بنتا ہے، اسی طرح چھوٹی چنگاریوں سے ہی آگ لگتی ہے۔

چنانچہ یہی خوارج ہیں جنہوں نے خلیفہ راشد سیدنا عثمان کے خلاف خروج و بغاوت کیا اور آپ کو مظلومانہ شہید کرڈالا، پھر خلیفہ راشد سیدنا علی کے ساتھ یہی کیا، جبکہ یہ دونوں اس وقت کے سب سے افضل بندے تھے اور اللہ کی مخلوق میں سب سے بہتر تھے۔

اسی طرح آج کے خوارج بھی اپنے اجداد کی روش پر ہیں، چنانچہ اخوانی جماعت کی جتنے بھی لوگوں نے تاریخ لکھی ہے انہوں نے پوری تاکید سے یہ بات کہی ہے کہ مصر کے اندر شاہی نظام کے خلاف جو

بغاوت کی گئی تھی وہ سب اخوانی اراکین ہی کی تدبیر سے ہوئی تھی، اور انقلابی کمیٹی میں زیادہ تر اخوانی ہی شامل تھے، بلکہ خفیہ فدائی مسلح تنظیم کے ارکان تھے، اوران میں سرفہرست خود جمال عبدالناصر تھا، مگر حکومت حاصل کرنے کے بعد تقسیم اقتدار کو لیکر اخوانی جماعت سے اسکا اختلاف ہوگیا اسلئے اس نے انہیں حکومت سے مکمل طور پر صفایا کر دیا اور انہیں خوب پریشان بھی کیا۔

احمد رائف نے کہا: عبدالناصر جماعت کا رکن تھا، اس نے صلیبیہ منزل میں بیعت کی تھی، اور اس نے یہ وعدہ کیا تھا کہ انقلاب اور پھر حصول اقتدار کے بعد مرشد کی رائے پر عمل کرے گا، اور ان کی موافقت کے بغیر کوئی قدم نہیں اٹھائے گا۔

اسی طرح مورخ اخوانیت محمود عبدالحلیم نے کہا: (الضباط الأحرار) کی تنظیم اخوان کے تابع تھی، اور شاہی حکومت کے خلاف انقلاب کیلئے اخوانی جماعت ہی نے جمال عبدالناصر کو تیار کیا تھا، اور عبدالناصر انقلاب کیلئے اسی وقت تیار ہوا جب اسے عام اجازت مل گئی، اور ہم نے اسے مرشد ہضیبی کے پاس اسی لئے بھیجا بھی، جنہوں نے اس کیلئے برکت کی دعائیں بھی کیں۔

اس سے واضح ہوا کہ شاہی حکومت کے خلاف بغاوت کرنے والا سرغنہ جمال عبدالناصر خود اخوانی جماعت کا رکن تھا، چنانچہ اس پر مزید تاکید کیلئے دوسرے مرشد حسن ہضیبی کا یہ قول بھی پیش کرتا ہوں، چنانچہ وہ کہتے ہیں: جمال عبدالناصر ہمارے خفیہ تنظیم کا ایک رکن تھا، وہ اس تنظیم کے بارے میں سب کچھ جانتا تھا، مگر اس نے اپنا پہلو بدل لیا (یعنی جماعت کا مخالف ہوگیا)، اور اخوانی تحریک سے خود کو الگ کرلیا، اور چونکہ وہ ہر راز کو جانتا ہے اسلئے ہمیں اب اپنے گھر کی ترتیب بدلنی ہوگی۔

اور اخوانی کتابوں کے مطالعہ سے یہ پتہ چلتا ہے کہ عبدالناصر نے اخوانیوں کے خلاف غداری کی ہے، اور انہیں چھوڑ کر تنہا حکومت پر قبضہ کرلیا، مگر جب اخوانیوں نے اس کے خلاف بغاوت کرنا چاہی تو اس نے انہیں دو پہر کا لقمہ بنالیا قبل اس کے کہ یہ اخوانی اسے شام کا لقمہ بناتے۔

اخوانی جماعت کی کتابوں کے عام مطالعے کا خلاصہ یہی ہے کہ اس جماعت کا صرف کام ہی حکام کے خلاف خروج کرنا رہ گیا تھا، ذیل میں اس پر کچھ اقوال پیش خدمت ہیں:

الف:- اخوانیوں کا جب عبدالناصر سے اختلاف ہوا، اور اس نے بہت سے اخوانیوں کو جیل میں ڈال دیا، اور اخوانی جماعت کو تحلیل کر دیا، تو تھوڑے ہی دنوں بعد انہیں جیل سے باہر کر دیا، اور عوامی دباؤ کے پیش نظر اس نے دوبارہ جماعت کو کام کرنے کی اجازت دیدی، چنانچہ جب حکومت نے اپنے فیصلہ کو واپس لیا اور اخوانی سربراہوں کو چھوڑ دیا تو اس وقت مورخ اخوانیت محمود عبدالحلیم نے کہا تھا: اس کے بعد اخوانی سربراہان جیل سے باہر آئے اور اب پہلے سے زیادہ طاقتور ہو گئے، دراصل پلان یہی تھا کہ دوسرے دن ہم اسکے خلاف خروج کریں گے اور پورے ملک کے حساس مراکز پر قبضہ کریں گے، اور جمال عبدالناصر کے نظام کو مکمل طور پر شل کر دیں گے۔

ب:- احمد رائف نے کہا: تنظیم خاص کے رکن عبدالمنعم عبدالروؤف نے تنظیم خاص کے صدر عبدالرحمن سندی کو مشورہ دیا کہ وہ ایسے ایک ہزار اخوانی ارکان سے ہماری مدد کریں جو فوجی لباس میں آئیں اور انقلابی اعلیٰ کمیٹی پر قبضہ کر لیں۔

جماعت کے اندر تکفیری فکر کو پروان چڑھانے والے سید قطب نے کہا: اسلامی انقلاب کی مہم کسی ایک علاقے کے ساتھ خاص نہیں ہے، بلکہ اسلام یہ چاہتا ہے کہ یہ انقلاب پوری روئے زمین پر آئے، یہی اسکا بلند مقصد ہے، اور مسلمان جہاں بھی رہتے ہیں یا اسلامی جماعتیں جہاں بھی پائی جاتی ہیں وہ اپنے اپنے ملکوں میں نظام حکومت بدلنے کیلئے اس انقلابی مہم کو شروع کریں، اس کے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے۔

اس سے پتہ چلا کہ ان کے بغاوت کی دعوت صرف انکے ملک مصر ہی کے اندر منحصر نہیں تھی بلکہ یہ فتنہ دوسرے ممالک میں بھی یہ پھیلانا چاہتے تھے، چنانچہ بہت پہلے یمن کے اندر بغاوت میں ان کا ہاتھ تھا محمود عبدالحلیم کہتے ہیں: میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ انقلاب کیلئے یمنی قوم کو تیار یہیں مرکز عام ہی میں کیا گیا ہے۔

جماعت کے آفیشل ویب سائٹ پر یہ لکھا ہوا ہے: یمن کے اندر کوششیں جاری رہیں یہاں تک کہ ۱۹۴۸ء کا انقلاب کامیاب ہوگیا، اور اس انقلاب کے اندر سب سے بڑا کردار یمن کے اندر حسن بنا کے نمائندے ورتلانی کا تھا۔

کچھ سال پہلے امارات کے اندر یہ سرکاری بیان صادر ہوا تھا کہ یہاں پر اخوانیوں کی تنظیم کا انکشاف ہوا ہے جس نے ہمارے ملک کے اندر شرعی حاکم کے خلاف بغاوت کرنے کا پلان بنایا تھا۔

مصر کی اخوانی جماعت اور امارات کے اندر خفیہ تنظیم کے درمیان مضبوط تعلقات کے پائے جانے کا انکشاف کیا گیا ہے، کہ دونوں اطراف کے درمیان منظم انداز میں تعلقات باقی ہیں، خفیہ ملاقاتیں ہوتی ہیں، دونوں اطراف کے درمیان خطوط ورسائل اور معلومات کا تبادلہ ہوتا ہے۔

اخوانی جماعت کے ایک سرکردہ لیڈر عصام عریان کہتا ہے: فلسطینیوں اور حماس کی سب سے بڑی مدد عربوں کی طرف سے یہی ہے کہ وہ عرب ممالک میں پائی جانے والی حکومتوں کو بدلنے میں ہمارا ساتھ دیں۔

حکومتوں کی تبدیلی اور حکام کے خلاف عوام کو بھڑکانے میں فلسطینی عوام کی خدمت اور فلسطین کا آخر کیا تعلق ہے؟!

محمد مہدی عاکف نے کہا: اخوان المسلمین کا رول یہی ہے کہ وہ عوام الناس کے جذبات کو حکام کے خلاف بھڑکائیں۔

میں نے ان دونوں اقوال کو اس لئے نقل کیا ہے تاکہ ان لوگوں پر رد کروں جو یہ کہتے ہیں کہ حکام کے خلاف خروج وبغاوت کا نظریہ جماعت کا بہت پرانا رہا ہے، اور اب اقتدار تک پہونچنے کیلئے جماعت نے جمہوریت کا راستہ اختیار کرلیا ہے، چنانچہ عریان حالیہ سربراہوں میں سے ہے اور عاکف انکا قدیم مرشد رہ چکا ہے۔

تمام عرب ممالک بشمول سعودی عرب کے خلاف تلوار کے ذریعے جہاد کرنے کو واجب قرار دیتے ہوئے عبدالعزیز طویلعی نے کہا: اس وقت تمام مسلم ممالک میں ایسے لوگ حکومت کرتے ہیں جو اللہ کے دشمن ہیں، وہ دین اسلام سے مرتد ہیں، شریعت اسلامیہ کو بدلنے والے ہیں، اللہ کے دشمنوں سے دوستی کرنے والے ہیں، ان تمام ملکوں میں بلاد حرمین بھی شامل ہے۔

حالانکہ حکام کے ساتھ تعامل کے سلسلے میں اہل سنت کا مسلک یہ ہیکہ ان کے خلاف خروج نہیں کیا جائے گا مگر چند شروط اور قیود کے ساتھ۔

چنانچہ امام العصر شیخ عبدالعزیز بن باز نے کہا: اہل سنت والجماعہ کا مذہب یہ ہیکہ حکام سے نہ تو لڑائی کی جائے گی اور نہ ہی انکے خلاف خروج کیا جائے گا، الا یہ کہ کفر صریح دیکھ لیں، اور اس تعلق سے انکے پاس صریح دلیل ہو؛ اسلئے حکام کے خلاف خروج کرنے سے عظیم شر وفساد ہوتا ہے۔

ساتواں اصول: متقدمین خوارج کے اصول اور انکی صفات میں سے ان کا یہ دعوی کرنا ہے کہ وہ کتاب وسنت کی دعوت دیتے ہیں

کتاب وسنت کی دعوت دینا حق ہے اور ہر مسلمان پر واجب ہے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے:

«يَدْعُونَ إِلَى كِتَابِ اللَّهِ وَلَيْسُوا مِنْهُ فِي شَيْءٍ، مَنْ قَاتَلَهُمْ كَانَ أَوْلَى بِاللَّهِ مِنْهُمْ»

ترجمہ: وہ کتاب اللہ کی طرف بلائیں گے، حالانکہ وہ اس کی کسی چیز سے کچھ بھی تعلق نہیں رکھتے ہوں گے، جو ان سے قتال کرے گا، وہ لوگوں میں سب سے زیادہ اللہ سے قریب ہوگا۔

اللہ کے رسول ﷺ نے ان کے تعلق سے یہ حقیقت بیان کر دی تا کہ لوگوں پر ان کا معاملہ پیچیدہ اور مشکل نہ رہے، کیونکہ یہ لوگ گرچہ بظاہر کتاب وسنت کی طرف دعوت دیتے ہیں، مگر یہ اللہ کے اس قول میں شامل ہیں: ﴿أَتَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنسَوْنَ أَنفُسَكُمْ وَأَنتُمْ تَتْلُونَ الْكِتَابَ أَفَلَا تَعْقِلُونَ﴾ ترجمہ: کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو، حالانکہ تم کتاب پڑھتے ہو، تو کیا تم نہیں سمجھتے؟

چونکہ اس جماعت نے بظاہر اپنی دعوت کیلئے کتاب وسنت کو شعار بنایا اور اسکی آڑ میں چھپی رہی اسی لئے اسی حقیقت لوگوں پر ملتبس اور مشتبہ رہی۔

شاہد یہ ہیکہ ان کا یہ دعوی کہ یہ کتاب وسنت کی طرف دعوت دیتے ہیں یہی دعوی تمام خوارج عصر کرتے ہیں، یہ سب دعوی کرتے ہیں کہ یہ شریعت کی تنفیذ کر رہے ہیں، اسکی طرف دعوت دے رہے ہیں حالانکہ یہی سب سے زیادہ کتاب وسنت سے دور ہیں، اللہ تبارک وتعالی نے فرمایا: ﴿وَمَن يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا﴾ ترجمہ: اور جو کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اس کی جزا جہنم ہے، جس میں ہمیشہ رہنے والا ہو

اور اللہ اس پر غصے ہو گیا اور اس نے اس پر لعنت کی اور اس کے لیے بہت بڑا عذاب تیار کیا ہے۔

چنانچہ کرسی اقتدار کے حصول کی راہ میں انہیں اس بات کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی کہ اس کے پیچھے کتنے معصوموں کی جانیں جا رہی ہیں، اس لئے کہ ان کے نزدیک احکام شریعت کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ خوارج کتاب وسنت کی دعوت کا جھوٹا مظاہرہ کرتے ہیں، مگر عمل اپنی خواہشات اور نفس پرستی کے مطابق کرتے ہیں، اسی طرح یہ اسلامی حکومت کے قیام اور تنفیذ شریعت کا بھی جھوٹا ڈھونگ رچاتے ہیں۔

آٹھواں اصول: متقدمین خوارج کے اصول اور انکی صفات میں سے حاکمیت کا شعار بلند کرنا اور اسکا پرچار کرنا ہے

یہ چوتھے اصول سے نکلا ہوا ہے، مگر میں نے یہاں الگ سے اسے ذکر کیا ہے؛ کیونکہ یہ متقدمین خوارج کے یہاں ایک شعار رہا ہے، اسی طرح یہ آج کے خوارج کے یہاں بھی شعار ہے، چنانچہ یہ اس وقت اسی حاکمیت کے شعار کی روٹی کھاتے ہیں، اور اسی کو بنیاد بنا کر فتنہ وفساد مچاتے ہیں۔

معاصر خوارج کے مفکرین و دانشوران قوم کی کتابوں اور رسائل پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کتاب وسنت کی طرف انکی دعوت کا محور توحید حاکمیت ہے، چنانچہ انکے اسلاف کی طرح ان کی دعوت بھی مسائل حاکمیت میں منحصر ہے، ان کی مشہور کتابوں میں سید قطب کی کتاب: **(معالم فی الطریق)** ہے، مقدسی کی: **(الکواشف الجلیة فی کفر الدولة السعودیة)** ہے، جسے اس نے تیس سال قبل تالیف کی ہے، اسی طرح مقدسی ہی کی کتاب: **(ملة إبراهیم)** ہے، یہ ساری کتابیں مسائل حاکمیت اور تکفیر حکام کے ارد گرد گھومتی ہیں۔

یہی ان کی توحید ہے جسکی خاطر یہ بم دھماکے کرتے ہیں، مسلمانوں کی تکفیر کرتے ہیں، اسی کی خاطر انہوں نے توحید کی تینوں قسموں کو بالخصوص توحید الوہیت کو ترک کر رکھا ہے، جس کی خاطر اللہ نے پوری مخلوق کو پیدا کیا، اور جس کی خاطر لوگ نیک بختوں اور بد بختوں اور اسی طرح اہل جنت اور اہل دوزخ میں منقسم ہو گئے،

اس اصول پر دلائل نقل کرنے سے قبل ایک مسئلے پر تنبیہ کرنا ضروری سمجھتا ہوں، وہ یہ ہیکہ کسی بھی ایسے مسلمان کیلئے جس کے پاس توحید کی خوشبو موجود ہو، یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ شرعی حکومت کے مسائل کو ہلکا جانے، مگر یہاں مقام بیان و وضاحت اور اصولوں کی تفصیل کا ہے۔

اور اسکی دلیل یہ حدیث ہے:

عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي رَافِعٍ مَوْلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، أَنَّ الْحَرُورِيَّةَ لَمَّا خَرَجَتْ وَهُوَ مَعَ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالُوا: ”لَا حُكْمَ إِلَّا لِلَّهِ“، قَالَ عَلِيٌّ : ”كَلِمَةُ حَقٍّ أُرِيدَ بِهَا بَاطِلٌ“.

ترجمہ: سیدنا عبید اللہ رضی اللہ عنہ جو مولیٰ ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان سے روایت ہے کہ حروریہ جب نکلے اور جب وہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے تو حروریہ نے کہا: ”لَا حُكْمَ إِلَّا لِلَّهِ“، عنی حکم نہیں کسی کا سوا اللہ کے تو سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ کلمہ ایسا ہے کہ حق ہے مگر ارادہ ان کا اس سے باطل ہے۔

سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس قوم کے اندر دو صفتیں پائیں:

الف:- حاکمیت کا شعار بلند کرنا۔

ب:- مسلمان حاکم کی تکفیر کرنا۔

اس طرح سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ سمجھ گئے کہ آپ اس وقت کلاب النار کے فرقوں میں سے ایک فرقے کا سامنا کر رہے ہیں۔

چنانچہ سب سے پہلے خوارج نے جو کلمہ کہا وہ حاکمیت کے شعار کو بلند کرنا تھا، حتی کہ ان کیطرف سے حکم، اور حکومت اور حاکمیت کے کثرت استعمال کی وجہ سے اہل سنت والجماعہ نے اپنی تفاسیر اور شروحات حدیث میں انہیں (المُحَكِّمَة) کا لقب دیدیا تھا، چنانچہ اپنی کتابوں میں لکھتے ہیں کہ اہل سنت نے یہ کہا، اور محکمہ نے یہ کہا، اس طرح خوارج کے اصول میں سے حاکمیت کے شعار کو بلند کرنا بھی ہے۔

۲-سعید بن جبیر کی رائے: اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ

آيَاتٌ مُحْكَمَاتٌ هُنَّ أُمُّ الْكِتَابِ وَأُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ﴾ ترجمہ: وہی ہے جس نے تجھ پر یہ کتاب اتاری، جس میں سے کچھ آیات محکم ہیں، وہی کتاب کی اصل ہیں اور کچھ دوسری کئی معنوں میں ملتی جلتی ہیں۔

سعید بن جبیر اللہ تعالی کے اس فرمان کے متعلق فرماتے ہیں:

''جہاں تک متشابہات کا تعلق ہے تو ان سے قرآن کی وہ آیتیں مراد ہیں جو پڑھتے وقت لوگوں پر مشتبہ ہو جاتی ہیں، اسی لئے ایسی باتیں کہنے والوں میں جنہیں گمراہ ہونا ہوتا ہے وہ گمراہ ہو جاتا ہے، چنانچہ ہر فرقہ قرآن کی کوئی آیت پڑھتا ہے اور یہ گمان کرتا ہے کہ وہ اس کے ذریعے ہدایت پر ہے، چنانچہ حروریہ اللہ تعالی کے اس قول کو پڑھتے ہیں: ﴿وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ﴾ ترجمہ: اور جو اس کے مطابق فیصلہ نہ کرے جو اللہ نے نازل کیا ہے تو وہی لوگ کافر ہیں۔ اور پھر اسی آیت کے ساتھ اس آیت کو بھی پڑھتے ہیں: ﴿ثُمَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُونَ﴾ ترجمہ: پھر (بھی) وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا، اپنے رب کے ساتھ (غیر اللہ کو) برابر ٹھہراتے ہیں۔

چنانچہ یہ لوگ جب دیکھتے ہیں کہ کوئی حاکم حق کے ساتھ فیصلہ نہیں کر رہا ہے تو کہتے ہیں کہ یہ کافر ہو گیا، اور جو کافر ہو گیا وہ اپنے رب کے ساتھ (غیر اللہ کو) برابر ٹھہرایا، اور جس نے اپنے رب کے ساتھ کسی کو برابر ٹھہرایا اس نے شرک کیا، اس طرح یہ حکام مشرک ہیں، اور جو انکی پیروی کرتے ہیں وہ بھی مشرک ہیں، اسکے بعد آپ دیکھتے ہیں کہ یہ لوگ نکل کر کیا فساد مچاتے ہیں؛ اس لئے یہ لوگ اس آیت کی تاویل کرتے ہیں۔

امام شاطبی نے کہا: حاکم کی تکفیر پر خوارج اللہ تعالی کی اس آیت سے استدلال کرتے ہیں: ﴿وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ﴾ ترجمہ: اور جو اس کے مطابق فیصلہ نہ کرے جو اللہ نے نازل کیا ہے تو وہی لوگ کافر ہیں۔

اور یہ استدلال کوئی نیا نہیں ہے، بلکہ معاصر خوارج ہی اپنے متقدمین خارجی شیوخ واجداد سے سند کے ساتھ روایتیں نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف خروج کیا تھا۔

اور موجودہ دور کے خوارج کا تو کام ہی یہی رہ گیا ہے، چنانچہ انکی کتابوں اور رسالوں کو پڑھیں گے تو آپ کو ضرور نظر آئے گا کہ یہ لوگ اس اصول کی تطبیق کس طرح دیتے ہیں:

انہوں نے اپنے اسی اصول کی بنا پر انبیاء ورسل کی دعوت تک میں تحریف کر ڈالا اور یہ سوچ لیا کہ اللہ تعالی نے توحید حاکمیت ہی کی وجہ سے کتابوں کو نازل کیا اور رسولوں کو مبعوث کیا ہے۔

یہاں تک کہ آیتوں کی معانی میں تحریف کر کے قرآن کی تکذیب تک پہونچ چکے ہیں اور مودودی کو اس میں سبقت حاصل ہے پھر سید قطب کو۔

مسائل حاکمیت کے تعلق سے معاصر خوارج نے سینکڑوں کتابیں تالیف کی ہیں، جیسے کہ مقدسی کی کتاب: [الكواشف الجلية في كفر الدولة السعودية] کہ جس کے اندر مولف نے اس وقت دنیا میں موجود سب سے بہتر حکومت کی تکفیر کی ہے، بلکہ اس حکومت کے باشندوں کے خون کو پانی سے بھی زیادہ سستا قرار دیا ہے۔ اسی طرح ابراہیم مقدسی کی ایک اور کتاب: [ملةإبراهيم] بھی ہے۔

آٹھواں اصول: متقدمین خوارج کے اصول اور انکی صفات میں سے اپنے علاوہ سب کی تکفیر کرنا ہے

متقدمین خوارج کے عقائد پر غور کرنے والے کو پتہ چلے گا کہ تکفیر کے مسئلے میں ان کے یہاں درکات ہیں، یعنی خباثت میں وہ ایک دوسرے سے بڑھے ہوئے ہیں، چنانچہ ان میں جو غالی ہیں وہ تمام مخلوق کی تکفیر کرتے ہیں، اور متقدمین خوارج نے تو اپنے زمانے کے سب سے بہتر اور افضل لوگوں کی تکفیر کی ہے۔

ایک خارجی فرقے بیہسیہ نے کہا: جو ملک دار الشرک ہوگا وہاں کے تمام لوگ مشرک ہوں گے۔

متقدمین خوارج کے یہاں تکفیر کے مسئلے پر غور کرنے سے لگے گا کہ ان کے یہاں سب سے آسان چیز یہی تکفیر ہے، ہم اس کے لئے ایک قصہ نقل کریں گے تاکہ یہ واضح ہو جائے کہ کس طرح متقدمین خوارج کے یہاں تکفیر سب سے آسان چیز تھی اور معاصر خوارج کے یہاں بھی یہی بات پائی جاتی ہے۔

مبرد نے [الکامل] کے اندر نقل کیا ہے کہ بنو ہاشم کے ایک مولی نے نافع بن ازرق کے پاس آ کر کہا: مشرکین کے بچے دوزخ میں ہوں گے، اور جو ہماری مخالفت کرے وہ مشرک ہے، اور ان کے بچوں کے خون ہمارے لئے حلال ہیں، تو اس پر نافع نے کہا: تم کافر ہو گئے۔ تو اس پر جواب دیا: اگر اس پر میں کتاب اللہ سے دلیل نہ دے پایا تو تم مجھے قتل کر دینا۔

اس قصے سے پتہ چلا:

۱- خوارج کے اصول میں سے ہے کہ وہ مجرد رائے میں اپنی مخالفت کرنے والوں کی تکفیر کرنے میں دیر نہیں کرتے۔

۲-وہ فوراً قتل اور خون بہانے کی بات کرتے ہیں، کیونکہ اسے سب سے پہلے یہ کہنا چاہیئے تھا کہ اگر یہ بات ثابت نہ ہو پائے تو میں اللہ سے توبہ کرلوں گا، اور خوارج کا یہ عمل بعینہ ان مشرکین کے عمل کی طرح ہے جن کے بارے میں اللہ تبارک وتعالی نے فرمایا:﴿وَإِذْ قَالُوا اللَّهُمَّ إِنْ كَانَ هَذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَأَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِنَ السَّمَاءِ أَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ أَلِيمٍ﴾ ترجمہ: اور جب انھوں نے کہا اے اللہ! اگر صرف یہی تیری طرف سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا، یا ہم پر کوئی دردناک عذاب لے آ۔

یہاں مقام اس بات کا متقاضی تھا کہ وہ اپنے رب سے ہدایت کی دعاء کرتے اگر وہ حق پر ہے، نہ کہ وہ یہ تمنا کرتے کہ آسمان سے ان پر پتھروں کی بارش کردی جائے، یہ مشرکین مکہ کا حال تھا، اور بعینہ یہی حال کفار خوارج کا ہے؛ کیونکہ مذکورہ قصے میں مناسب یہی تھا کہ وہ اپنے ساتھی سے کہتا کہ تم نے غلطی کی، نہ کہ اسکی تکفیر کرتا، اور کہنے والے پر واجب تھا کہ وہ یہ کہتا کہ اگر میں اپنی بات پر دلیل نہ پیش کرسکا تو اللہ سے توبہ کرلوں گا، اور اس سے اپنی غلطیوں کی معافی مانگ لوں گا، نہ کہ یہ کہتا کہ اگر میں دلیل نہ پیش کرسکا تو تم مجھے قتل کردینا۔

بالکل معاصر خوارج بھی اپنے اجداد کے نقش قدم پر چل رہے ہیں، چنانچہ علی عشماوی اپنی کتاب [التاریخ السری لجماعۃ الاخوان المسلمین] میں کہتے ہیں: جیل ہی سے سید قطب نے میرے پاس دس صفحات میں عقیدے کے موضوع پر ایک خط لکھا، جس کے اندر ہمیں یہ وصیت کی کہ ہم سب سے پہلے اپنے اعتقاد کی تصحیح کریں اور اسکے لئے کچھ خاص کتابوں کا مطالعہ کریں، انہیں میں سے مودودی کی کتابیں ہیں اور بطور خاص [مصطلحات اربعہ]۔

اور یہ بھی کہا: اور اس طریقے سے عقیدے کا پڑھنا ہمارے لئے ایک نئی چیز ہے، جس سے سمجھ میں آتا ہے کہ کس قدر لوگ دین سے دور ہو چکے ہیں، بلکہ اگر دیکھا جائے تو وہ حقیقت میں مسلمان ہی نہیں رہ

گئے، اوراس طرح کے احساس وشعور سے .بہت ہی خطرناک اورمہلک نتائج برآمد ہوتے ہیں جن میں سے ایک یہ ہیکہ لوگوں کو کافر سمجھا جائے، ان کے ہاتھ کا ذبیحہ نہ کھایا جائے، اور نہ ہی ان سے شادی بیاہ کا معاملہ رکھا جائے۔

اس خطرناک کلام کے ساتھ چند وقفات ہیں:

ا-عقیدے کے موضوع پر سید قطب کے دس صفحات کے اس خط نے ان کے خاص ساتھیوں کو یہ احساس دلادیا کہ مصری سماج مکمل طور پر کافر ہے، اور وہ اب مسلمان نہیں رہ گئے!! اور اس طرح کے احساس وشعور سے .بہت ہی خطرناک اورمہلک نتائج برآمد ہوتے ہیں:

۲-جن میں سے ایک یہ ہیکہ لوگوں کو کافر سمجھا جائے، ان کے ہاتھ کا ذبیحہ نہ کھایا جائے، اور نہ ہی ان سے شادی بیاہ کا معاملہ رکھا جائے۔

عقیدے کے موضوع پر اگر یہ صرف دس صفحات پر لکھے گئے ایک خط کا نتیجہ ہے تو پھر کیا حال ہوتا اگر وہ عقیدے کے موضوع پر کوئی کتاب لکھ دیتے ،**اللھم سلم سلم**۔

یہ بات جس نے لکھی ہے وہ سید قطب کا دایاں ہاتھ اور راز دار مانا جاتا ہے، اس کا یہ کلام میری طرف سے ہدیہ ہے ان تمام لوگوں کیلئے جو سید قطب پر تکفیر کا الزام لگاتے وقت واویلا مچانے لگتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ لوگوں نے ان کے کلام کے مراد اور مقصد کو غلط سمجھا۔ایسے لوگوں کے سامنے علی عشماوی جیسے قطبی اخوانیوں کا کلام پیش کرنا چاہئے جنہوں نے خود سید قطب کے کلام سے یہ سمجھا ہے کہ پوری مصری سماج مرتد ہے، مگر پھر بھی یہ لوگ واویلا مچاتے رہیں گے۔

۳-مودودی نے سید قطب کی فکر سب سے زیادہ خلل اور اثر ڈالا ہے، چنانچہ انہوں نے اسلام کی بعینہ اسی منحرف تفسیر کو قبول کرلیا جسے مودودی نے پیش کیا ہے، اور اس بات کو خود قرضاوی نے تاکید کے ساتھ بیان کیا ہے کہ سید قطب کے اندر جو نئی فکر پیدا ہوئی ہے وہ انکی کتاب فی ظلال القرآن کے

دوسرے ایڈیشن میں جھلک رہی ہے، اور اس وقت ہوا جب وہ اپنے شیخ مودودی سے ملے ہیں، چنانچہ قرضاوی کہتے ہیں: سید قطب مودودی سے بہت زیادہ متاثر تھے، حاکمیت اور جاہلیت کا فکرہ انہی سے لیا ہے، اور آخر میں سید قطب نے اس کے نتیجے میں پورے سماج کی تکفیر اور تجہیل کر دی، جو مودودی کی فکر سے بالکل مختلف ہے۔

سوال یہ ہیکہ کیا قرضاوی بھی سید قطب پر الزام لگا رہے ہیں؟!

آگے قرضاوی کہتے ہیں: اس مرحلے میں شہید سید قطب کی کتابیں ظاہر ہوئیں، جو انکی فکر کا آخری مرحلہ مانا جاتا ہے، جن کے اندر مسلم سماج کی تکفیر چھلکتی ہے، اور جو سماج سے کٹ کر گوشہ نشینی کی دعوت دیتی ہے، اور پھر تمام لوگوں کے خلاف جہاد کرنے پر ابھارتی ہے، اور یہ فکر سب سے زیادہ (في ظلال القرآن) کے دوسرے ایڈیشن اور (معالم في الطريق) کے اندر واضح ہے۔

اب کوئی یہ نہ کہے کہ جماعت سید قطب کی منحرف فکر کا جواب دہ نہیں ہے!!

جواب: کیونکہ جماعت انہیں اسی وقت سے اپنا رہنما اور سرکرداں لیڈر مانتی ہے جب سے وہ جماعت کے اندر شامل ہوئے ہیں، بلکہ ان کی زہریلی اور خطرناک تکفیری کتاب: (معالم) ہی کو بنیاد بنا کر یہ مسلم نوجوانوں کے اندر فساد اور بگاڑ پیدا کرتے ہیں، اور میں نے بہت سے ایسے گرمائی مراکز دیکھے ہیں جہاں اس کتاب کو مسابقات کے اندر بطور انعام کے تقسیم کیا جاتا ہے، ہم نے اپنی آنکھوں سے اسے دیکھا ہے۔

یہ اس بات کی تاکید ہے کہ اخوانی جماعت سید قطب کے فکر اور انکے منہج کو سب سے عمدہ سمجھتی ہے، اور انکی کتاب (معالم) جماعت کی معتمد کتاب مانی جاتی ہے، زینب غزالی کہتی ہے:

مجھے خبر ہوئی کہ مرشد حسن ہضیبی اس کتاب سے باخبر ہوئے اور شہید سید قطب سے اسکی طباعت کی صراحت کی، اور جب میں نے آپ سے سوال کیا تو کہا: علی برکۃ اللہ، یقینا اس کتاب نے میری آرزو کو سید

کے اندر محصور کر دیا، میرا رب انکی حفاظت فرمائے، میں نے اس کتاب کو بار بار پڑھا ہے، اور ان شاء اللہ اس دعوت کی امید اب سید قطب ہی ہیں، اس کتاب کی طباعت کی اجازت مرشد کے پاس محفوظ تھی، پھر اس کے بعد مرشد نے اس کتاب کو مجھے دیدیا، اور اسے میں نے بھی پڑھا، اسکے لئے میں نے مرشد ہی کے گھر میں ایک حجرے میں خود کو محبوس کرلیا اور جب تک معالم فی الطریق پڑھ کر فارغ نہیں ہوگئی حجرے سے نہیں نکلی۔

یہ مذکورہ عبارت ہر اس متعصب کیلئے ہدیہ ہے جو سید قطب کی دعوت اور جماعت کی دعوت میں تفریق کرتا ہے۔

اخوانی فکر کے اندر مصر میں خصوصی طور پر اور دیگر اسلامی ملکوں میں عمومی پیمانے پر تبدیلی آتی رہی ہے، اور یہ نظریاتی فکر سے ہوتے ہوئے تطبیقی اور عملی میدان میں پہونچی ہے اور مسلم حکومتوں سے ٹکرائی بھی ہے، مگر کسی بھی مرحلے میں اب تک انہیں کامیابی نصیب نہیں ہوئی ہے، گرچہ کچھ مدت کیلئے باقی رہے ہوں مگر جلد ہی مٹ گئے۔

معاصر حروری خارجی تکفیریوں کے یہاں مفکر مانا جانے والا سید فضل کہتا ہے: آج کے وہ مسلم ممالک جہاں وضعی قوانین پر حکومت کی جاتی ہے ان کے لئے چند سنگین احکام ہیں، انہیں میں سے چند احکامات درج ذیل ہیں:

- ان ملکوں کے حکام کافر ہیں، دین اسلام سے بالکلیہ خارج ہیں۔
- اسی طرح ان ملکوں کے قاضی بھی کافر ہیں۔
- ان ملکوں کے قانونی مجلسوں کے اراکین بھی کفار ہیں جیسے پارلیامنٹ اور سینٹ کے ممبران۔
- جولوگ ان ممبران کا انتخاب کرتے ہیں وہ بھی کافر ہیں۔
- ایسے انتخابات کی طرف جولوگ دعوت دیتے ہیں اور ان میں شرکت کیلئے لوگوں کو ابھارتے ہیں

وہ بھی کافر ہیں۔

-جو فوجی ایسے ملکوں کی حفاظت پر مامور ہیں وہ بھی کافر ہیں، کیونکہ وہ طاغوت کی راہ میں لڑ رہے ہیں۔

-ساتھ ہی ہر وہ شخص کافر ہے جو ایسے کفریہ نظاموں کا دفاع کرتا ہے، خواہ وہ لڑائی کے ذریعے ہو جیسے ملک کے فوجی، یا قول کے ذریعے ہو جیسے صحافی، میڈیا پرسن اور علماء ومشائخ وغیرہ۔

امت محمدیہ کی تکفیر کرنے والے معاصر خوارج سے ہم کہنا چاہتے ہیں کہ اگر ہم حکام، صحافیوں، علماء ومشائخ، پولیس، فوج، سیکوریٹی فورسیز، ممبران پارلیامنٹ اوران تمام لوگوں کی تکفیر کردیں گے جو انتخابات میں حصہ لیتے ہیں تو پھر آخر امت محمدیہ میں کون بچے گا جس کی تکفیر نہ ہو؟!

یہی معاملہ وظائف اور نوکریوں کا ہے کہ ان پر بھی اسلام اور کفر کا حکم لگایا جاتا ہے کہ جو یہ کرے گا وہ کافر ہے۔

اوراگر ہم یہ مان لیں کہ یہ حکام کفار مرتد یا ظالم ہیں تو بھی ان کے یہاں کام کرنا زیادہ سے زیادہ یا تو حرام ہوگا یا بھی مکروہ یا جائز ہوگا۔

ہمارے پاس اس تعلق سے سلف کی تحریریں موجود ہیں جن میں کہیں بھی کسی ایسے شخص کی تکفیر نہیں کی گئی ہے جو کفار کے یہاں نوکری یا مزدوری کرتا ہو۔

اوراہل سنت عقائد کی اپنی کتابوں میں تکفیر کے مسئلے میں خوارج کی مکمل مخالفت کرتے ہیں، چنانچہ امام طحاوی نے دوجگہوں پر اہل سنت کو خوارج سے الگ کرتے ہوئے کہا: اور ہم اہل قبلہ کو مسلمان اور مومن سمجھتے ہیں۔ جبکہ ہمارے وقت کے معاصر خوارج کہتے ہیں: اور ہم اہل قبلہ (جو ہمارے خلاف ہیں) کو کفار اور مشرکین مانتے ہیں!

نواں اصول: متقدمین خوارج کے اصول اور انکی صفات میں سے معصوم جانوں کو حلال سمجھنا ہے

امام ابن کثیر نے ۶۸ھ کے واقعات کے تحت کہا: خوارج جب عراق سے نکلے تو مدائن کی طرف چلے گئے، اور راستے ہیں، عورتوں اور بچوں کو قتل کرتے رہے، حتی کہ حاملہ عورتوں کے پیٹ کو چیر دیا، اور ایسی ایسی حرکتیں کیں کہ ویسا کسی نے نہیں کیا ہوگا۔

خوارج کا حال یہی ہے کہ وہ چاہے پہلے کے ہوں یا معاصر زمانے کے ہوں درندوں کیطرح سفاک بن کر نکلتے ہیں اور بلاتفریق معصوموں کا خون بہاتے ہیں، جس سے واضح ہے کہ مسلمانوں کا خون بہانا ان خوارج کا دین ہے چاہے متقدمین خوارج ہوں یا معاصر۔

اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے انکے اس خونی عقیدے پر گفتگو کرتے ہوئے اور اس راز سے پردہ اٹھاتے ہوئے کہا ہے کہ یہ لوگ اپنے مخالفین کو مرتد اور کافر سمجھتے ہیں، اور اسی لئے وہ دوسروں کا خون حلال مانتے ہیں۔

اور یہی عقیدہ معاصر خوارج کا بھی ہے، بلکہ اخوانی جماعت ہی نے اس عقیدے کو تکفیری جماعتوں میں پھیلایا ہے جو قتل اور خونریزی کے علاوہ کچھ جانتے ہی نہیں ہیں، عشماوی کہتے ہیں: عورتوں مردوں اور بچوں میں کوئی تمیز نہ کرنا اور لوگوں کو خودکش کار بم سے قتل کرنے کی اسکیم صلاح شادی کی قیادت میں قسم الانشاء نے ایجاد کی تھی، جس نے حارۃ الیہود نامی علاقے میں ۵-۶-۱۹۴۸ء کو ایک گاڑی کو دھماکے سے اڑایا تھا، پھر اس کے بعد اسی جگہ ۱۹-۷-۱۹۴۸ء کو رمضان مہینے میں دوبارہ بم دھماکہ کیا مگر اس حادثے میں دھماکہ کرنے والا بھی مارا گیا، اور ساتھ ہی کئی راہگیر بھی مارے گئے جن کا کوئی قصور نہیں تھا۔

اور آج بھی یہ بزدلانہ حرکت ہر جگہ پائی جاتی ہے، چنانچہ انہیں خودکش حملہ کرنے والوں کو ہم دیکھتے ہیں جو کار بم کا استعمال کر کے عراق میں، لبنان، سعودی عرب اور الجزائر میں دھماکے کرتے ہیں، میں ان سب کی ذمیداری اخوانی جماعت پر ڈالتا ہوں، کیونکہ اس بری سنت کو انہوں نے ہی ایجاد کیا ہے، چنانچہ ہر خودکش دھماکے کا حساب ان سے کل قیامت کے دن کیا جائے گا۔

ان خوارج زمانہ نے مسلم ملکوں کے اندر خون ریزی کر کے اور اپنے ہی باپ دادا، ماں، بہن، بھائی اور چچا کو قتل کیا اور اس سے اللہ کا تقرب چاہا، محض اس اعتقاد میں کہ یہ سب مرتد ہو چکے ہیں اور اب ان کا صرف ایک ہی علاج ہے اور وہ انکا قتل کر دینا ہے۔ اسی لئے یہ مسلمانوں کے قتل کو سب سے بڑی نیکی سمجھتے ہیں، اور اس کے ذریعے یہ رب العالمین کی خوشنودی چاہتے ہیں۔

خوارج زمانہ کے قتل وخونریزی کے تعلق سے انکے سرغنوں کے صرف اگر اقوال ہی نقل کر دیئے جائیں بطور خاص القاعدہ اور داعش کے سرغنوں کے اقوال تو پہاڑ بھی بوجھل ہو جائیں گے، کس قدر انہوں نے خون بہایا ہے، عمارتوں کو دھماکوں سے اڑایا ہے، یہاں تک کہ اللہ کے گھروں کو بھی نہیں چھوڑا کہ جن کی حفاظت اور تعمیر کا حکم دیا گیا ہے۔

یہ وہ مقام ہے کہ جس میں یہ معاصر خوارج اپنے اجداد سے بھی فائق تر نکل چکے ہیں، کیونکہ متقدمین خوارج کے بارے میں یہ نہیں دیکھا گیا کہ انہوں نے مساجد کو منہدم کیا ہو، اور مصلیان کو قتل کیا ہو، چنانچہ کہا جاتا ہے کہ مسجدوں میں قتل وخونریزی اسلامی تاریخ میں پہلی دفعہ ابھی دو دہاہیوں قبل سوڈان کے اندر کیا گیا ہے، کہ جمعہ کے دن چار خوارج مسجد کے اندر داخل ہوئے اور مصلیان پر گولیاں چلانا شروع کر دیا، گیارہ مصلیان کو قتل کیا، جو اہل سنت تھے، کیونکہ وہ مسجد اہل سنت کی تھی، یہ چاروں خوارج تکفیر وتفجیر کا عقیدہ رکھتے تھے جو افغانستان سے ہجرت کر کے سوڈان آئے تھے۔

اسی طرح سعودی عرب نے بھی ان تکفیری خارجیوں کی خونریزی کو بہت جھیلا ہے، کہ انہوں نے

بہت سارے سرکاری دفاتر اور رہائشی علاقوں پر بم دھماکے کیئے، اور بہتوں کو قتل کیا ان میں اکثر روزے دار مصلیان تھے۔

ان بم دھماکوں میں عمان کا دھماکہ بھی ہے:

چنانچہ اردن کی راجدھانی عمان کے وسط میں تین ہوٹلوں کے اندر خود کش دھماکے کیئے گئے، اور وہ درج ذیل ہیں:

الف:- ریڈیسن سیس ہوٹل۔

ب:- حیات عمان ہوٹل۔

ج:- دیز اِن ہوٹل۔

تینوں بم دھماکوں میں ۵۷ / مسلمان جاں بحق اور ۳۰۰ / زخمی ہوئے، آخری ہوٹل میں سب سے زیادہ اموات ہوئی تھیں، کیونکہ اس میں ایک شادی کی محفل کو نشانہ بنایا گیا تھا، دولہا اور دلہن تو بچ گئے تھے مگر دونوں کے والدین اور ان کے ساتھ ۱۱ / مزید افراد موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے تھے۔

اور ان تمام دھماکوں کی ذمیداری القاعدہ تنظیم نے لی تھی۔

اور زرقاوی نے باقاعدہ ان دھماکوں کی ذمیداری لیتے ہوئے اس بات کا کھل کر اعتراف بھی کیا تھا اور کہا تھا: بلاد رافدین یعنی عراق کی سرزمین بغداد سے تین شیر نکلے تھے اور عمان کے قلب میں جا کر تین جگہوں کو نشانہ بنایا جہاں پر یہود و صلیبی اور انکے علاوہ دیگر اللہ اور اسکے رسول کے دشمنان ٹھہرے ہوئے تھے، اور باقاعدہ القاعدہ تنظیم نے اس مبارک قدم کو دراصل درج ذیل اسباب کی بنا پر اٹھایا تھا:

پہلا سبب:

اردنی حکومت نے کفر سے مدد لی اور ایسا کر کے اللہ اور اسکے رسول سے دشمنی مول لی، شریعت کو معطل کیا اور وضعی قوانین کو نافذ کیا۔

عجیب بات یہ ہیکہ یہ دھما کہ جس نے کیا وہ عراق کا تھا، اور اسی کے ملک میں صلیب پایا جاتا ہے مگر اسے چھوڑ کر ایک مسلم ملک میں حملہ کیا۔

ابو قتادہ کہتا ہے: ایسے سخت حملوں سے ہم یہ سبق سیکھتے ہیں کہ کس طرح ہم خون بہانے سے نہیں ڈرتے، اور کیسے ذبح کرنے میں ہم ماہر ہوتے ہیں، اور کس طرح مضبوط قلعوں میں گھس جاتے ہیں، ہمیں کسی سے اجازت لینے کی کوئی ضرورت نہیں ہوتی، ان سب پر ہمارے امیر کی حکومت ہوتی ہے خواہ وہ دل سے مانے یا نہ مانے، اور عنقریب ہم ان پر دین اسلام کے ساتھ حکومت کریں گے، جس اپنا سر اٹھائے گا اسے کاٹ ڈالیں گے، اور ان شاء اللہ ایسے ہی ہم اپنی طاقت سے ان تمام سروں کو کاٹ دیں گے جن کی کٹائی کا وقت قریب آچکا ہے۔

ابو محمد مقدسی کہتا ہے: یہ لوگ ذبح وقتل اور خون کی منطق کے سوا کچھ جانتے ہی نہیں ہیں، جو کہ ہمارا دین ہے اور انہیں طغیان اور گمراہی سے صرف یہی منطق بچا سکتی ہے، یہاں تک ان کا آخری آدمی بھی دم توڑ بیٹھے گا، جی ہاں یہی ایک زبان ہے جسے یہ سمجھتے ہیں، ان کی گردنوں کو جسموں سے الگ کر دینا، اور جسے ہمارے دشمن لڑائی اور جنگ کہتے ہیں۔

ابو بکر ناجی کہتا ہے: اس وقت ہم بالکل اسی ماحول میں جی رہے ہیں جس طرح رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد کے حالات تھے، کہ لوگ اسلام چھوڑ کر مرتد ہو رہے تھے، یا ہماری وہ حالت ہے جس پر جہاد کے ابتدائی ایام میں مسلمان تھے، اس وقت ہمیں زیادہ قتل وخون کرنے کی ضرورت ہے، اور ہمیں ویسا ہی کرنا ہے جس طرح بنو قریظہ کے ساتھ کیا گیا۔

چنانچہ القاعدی تنظیم کے جرائم اور اسکے منہج وطریقہ کار پر جو بھی نظر دوڑائے گا اسے یہ پتہ چلے گا کہ آج اسی طریقے پر عمل پیرا ہو کر داعش بھی انہیں جرائم کا ارتکاب کر رہی ہے، دونوں کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے، مذکورہ تینوں اقوال کے تعلق سے جنہیں ہم نے خوں ریزی کے بارے میں نقل کیا ہے کچھ مزید

باتیں رکھتے ہیں:

۱- ہم کس قدر مہارت سے ذبح کرتے ہیں۔

۲- ان پر ہمارا امیر حکومت کرتا ہے، اور جو اپنا سر اٹھائے گا اسے ہم کاٹ ڈالیں گے۔

۳- اور ہم پوری طاقت سے ان سروں کو ان کے جسموں سے جدا کر دیں گے جن کے کاٹنے کا وقت قریب آچکا ہے۔،

چنانچہ یہ لوگ ذبح، قتل اور خون ریزی کے سوا اور کچھ جانتے ہی نہیں جو کہ انکا دین ہے، اور گردنوں کو کاٹنا، قتل و خونریزی کرنا، سروں کو اڑانا یہی جنگ ہے۔

ایک بہت ہی اہم تنبیہ:

یہ سارے اقوال القاعدہ تنظیم کے حروری حرقوصی سربراہوں کے ہیں، جن پر بیس سال سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے، اس وقت داعش کا وجود ہی نہیں تھا۔

چنانچہ ان تینوں اقوال ہمارے زمانے کے ایک بڑے ازرقی حروری خارجی اور تکفیری مقدسی اور اس کے دونوں ساتھیوں کا ہے، جو سفاک درندوں کی طرح انسانی خون کے پیاسے ہیں، یہ تینوں اقوال ان فقہاء کو ہدیہ کرتا ہوں جو حقائق حال سے زیادہ واقف کار بننے کا دعوی کرتے ہیں، اور القاعدہ اور اسکی شاخوں جیسے نصرہ میں فرق کرتے ہیں، اور اسی طرح القاعدہ اور داعش میں فرق کرتے ہیں، یہ اقوال اور فتاوے بیس سال پہلے کے ہیں، اور یہ سارے تکفیری درندے بغدادی کے ظہور سے پہلے کے ہیں، اور انہیں سارے انسانی جرائم کا ارتکاب آج داعش والے کر رہے ہیں۔

اس سے پتہ چلا کہ یہ لوگ جو القاعدہ اور داعش کے درمیان فرق کرتے ہیں یہ اختلاف صرف اختلاف تنوع کی قبیل سے ہے، نہ کہ اختلاف تضاد ہے، یعنی دونوں کے درمیان جو بھی اختلاف ہے وہ سیاسی اختلاف ہے، اقتدار و امارت پر قبضہ کرنے کا اختلاف ہے، عقدی اختلاف نہیں ہے، اسکی دلیل یہ

ہیکہ داعش نے القاعدہ کے سربراہوں کے فتاوں پر عمل کیاہے، اور اس پر مزید سختی کے ساتھ اور مزید بھیانک شکل میں عمل کیاہے اور ایسے طریقے سے کہ مخالفین کے ذہنوں میں نفرت بھر جائے، چنانچہ ایسی صورت میں اب جو ان دونوں سفاک درندہ صفت تنظیموں کے درمیان فرق کرے یہ ویسا ہی فرق ہوگا جیسے ایک زانیہ اور بیسوا کے درمیان فرق ہوتا ہے۔

اور میں نے انسائیکلوپیڈیا کے اندر واضح دلائل کی روشنی میں یہ ثابت کیاہے کہ داعش القاعدہ ہی ہے، دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے، دونوں اپنے متقدمین اجداد خوارج کی روش پر چلتے ہیں، اور یہاں پر ایک الگ عنوان سے گفتگو کرنے کی وجہ یہ ہیکہ کچھ بقراطی لوگ داعش پر طعن و تشنیع تو کرتے ہیں مگر القاعدہ کی تعریف کرتے ہیں، یا کم از کم اس کے جرائم پر خاموش رہتے ہیں۔

دسواں اصول: متقدمین خوارج کے اصول اور انکی صفات میں سے قتال اور لڑائی کرنے میں کافر سماج پر مسلم سماج کو مقدم کرنا ہے

اس پر حدیث اور حقیقت حال دونوں دلالت کرتے ہیں، جہاں تک حدیث کا تعلق ہے تو اس بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: "يَقْتُلُونَ أَهْلَ الإِسْلاَمِ، وَيَدَعُونَ أَهْلَ الأَوْثَانِ "

ترجمہ: مسلمانوں کو قتل کرتے ہیں اور بت پرستوں کو چھوڑ دیتے ہیں۔

چنانچہ یہ مسلمانوں سے جنگ کرنا اپنا سب سے بڑا واجب سمجھتے ہیں، اور یہ خود اسکی صراحت کرتے ہیں کہ یہ قتال صرف زبانی نہیں بلکہ واجبات میں سے ہے، زید بن حصین طائی سنبسی نے کہا: ''فاشهد على أهل دعوتنا من أهل قبلتنا أنهم قد اتبعوا الهوى ونبذوا حكم الكتاب، وجاروا فِي القول والفعل، وإن جهادهم حق على المؤمنين ''۔ ترجمہ: میں گواہی دیتا ہوں کہ مسلمانوں نے اپنے نفس کی پیروی کرلی ہے اور کتاب اللہ کے حکم کو چھوڑ دیا ہے، اور قول وعمل میں ظلم کیا ہے، اسلئے مومنوں پر ان سے جہاد کرنا واجب ہے۔

اور جہاں تک حقیقت حال کا تعلق ہے تو یہ کوئی نہیں بتا سکتا کہ متقدمین خوارج نے اعدائے اسلام کے خلاف ایک تیر بھی چلائی ہو، ان کی ساری خوں ریزی اور لڑائی بلاد اسلام ہی میں ہوئی ہے اور انہوں صرف مسلمانوں ہی کو قتل کیا ہے۔

اور جہاں تک معاصر خوارج اور انکے مفکرین کا تعلق ہے تو بھی کافروں پر مسلمانوں سے لڑنے اور انہیں قتل کرنے کو مقدم سمجھتے ہیں، جیسا کہ ان کا یہ قول گزر چکا ہے، اور پھر عملی طور پر انکے جرائم کو بھی نقل کیا گیا ہے۔

چنانچہ اگر کوئی ان کی کتابوں اور رسالوں کو پڑھنے کے بعد یہ قسم کھالے کہ مسلمانوں سے قتال کرنا

انکے یہاں مقدم ہے، اسکے اندران میں کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا، تو وہ حانث نہیں ہوگا۔

اوران کے یہاں یہ ایک یقینی اور فیصلہ کن بات ہے کہ مسلمانوں سے قتال کرنا مقدم ہے، انہوں عام طور پر اپنی کتابوں میں اسے تقریبا ایسی ہی عبارت سے تعبیر کیا ہے: (قتال العدو القریب أولی من قتال العدو البعید) یعنی وہ دشمن جو ہمارے قریب ہے اس سے لڑنا اولی ہے بنسبت اس دشمن کے جو ہم سے دور ہے۔

اور کبھی ایسی عبارت سے تعبیر کرتے ہیں: (قتال الکافر المرتد أولی من قتال الکافر الأصلی) یعنی مرتد کافر سے قتال کرنا اصلی کافر سے قتال کرنے سے اولی ہے۔

اس طرح کی دونوں عبارتیں میں نے تیس سے زائد کتابوں اور رسالوں میں پائی ہے۔اور اس موضوع پر مستقل رسالے بھی لکھے گئے ہیں۔

اور سب سے پہلے اس فکر کی جس نے ترویج کی ہے وہ حسن بنا اور مودودی ہیں، انہیں دونوں نے سب سے پہلے مسلم حکومتوں سے لڑنے کی بات کی ہے، چنانچہ حسن بنا کہتے ہیں: ہماری جماعت اس وقت طاقت کا بھی استعمال کرے گی جب بات سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

حسن بنا کا یہ کلام انہیں کے میگزین [النذیر] کے پہلے ہی شمارے میں لکھا ہوا ہے، یعنی جماعت کی تشکیل کے آغاز ہی میں، جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ خارجی جراثیم شروع ہی سے ان کے اندر پائے جاتے ہیں۔

مودودی کہتے ہیں: اس دعوت کے ذریعے توحید کو ثابت کرنا ہے طواغیت سے جہاد کرکے، تمام طواغیت سے زبان اور تلوار ہر ایک سے۔

اس طرح ان لوگوں نے جماعت کی تشکیل کے وقت ہی سے آج سے ستر سال پہلے حکومتوں سے لڑنے پر عوام کو ابھارا ہے، اور ان لوگوں نے اسلامی جماعتوں کے اصل مقصد جو کہ دعوت الی اللہ ہے اس

سے ہٹا کر حکام سے لڑنے بھڑنے کی طرف پھیر دیا ہے، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ نوجوانان اسلام اس وقت فتنہ وفساد کا ایندھن بنے ہوئے ہیں۔

احمد رائف نے کہا: مجاہدین کے ایمان میں اضافہ ہوگیا بایں طور کہ یہ سرزمین فلسطین میں لڑنے کے مقابلے میں مصر کی سرزمین کو جنگ کیلئے زیادہ مناسب سمجھتے ہیں۔

یہ احمد رائف اخوانی جماعت کے پہلے کیڈر میں شمار ہوتے ہیں بلکہ حسن بنا کے ساتھیوں میں مانے جاتے ہیں، یہ بات انہوں نے اس وقت کہی ہے جب پوری امت مسلمہ فلسطین کے اندر غاصب یہودیوں سے لڑ رہی تھی۔

یہاں آپ دیکھ رہے ہیں کہ کس طرح یہ خارجی اور تکفیری جماعت اپنے پیروکاروں کیلئے یہ ثابت کر رہی ہے کہ مصر میں قتال کرنا یہودیوں کے مقابلے زیادہ بہتر ہے۔

سچ فرمایا ہے کہ معلم بشریت نبی ہدایت نے کہ یہ اہل اسلام کو قتل کرتے ہیں اور اہل اوثان کو چھوڑ دیتے ہیں۔

سید فضل کہتا ہے: مرتد حکام سے جنگ کرنا یہود ونصاری اور بت پرستوں سے جنگ کرنے کے مقابلے زیادہ بہتر ہے، اور اسکی تین وجوہات ہیں: پہلی یہ کہ جہاد دفاع واجب ہے، اور دوسرے یہ کہ یہ مرتد ہیں، تیسرے یہ کہ مسلمانوں سے زیادہ قریب ہیں اور انہیں سے زیادہ خطرہ ہے۔

معاصر خوارج کی میں نے تیس سے زیادہ کتابوں کا مطالعہ کیا ہے جو اسی فکر کو ثابت کرتے ہیں۔

گیارہواں اصول: متقدمین خوارج کے اصول اور انکی صفات میں سے یہ ہیکہ یہ مسلمانوں کے ملکوں کو دارالکفر، دارالحرب اور دارالردۃ کہتے ہیں

نافع ازرق نے کہا: ”الدار دار كفر إلا من أظهر إيمانه، ولا يحل أكل ذبائحهم، ولا تناكحهم، ولا توارثهم: ومتى جاء منهم جاء فعلينا أن نمتحنه: وهم ككفار العرب لا نقبل منهم إلا الإسلام أو السيف، والقعد بمنزلتهم، والتقية لا تحل“

ترجمہ: یہ دارالکفر ہے مگر یہ جو اپنے ایمان کا اظہار کردے، نہ ان کا ذبیحہ جائز ہے، نہ ان سے نکاح جائز ہے، اور نہ ہی انکے وارث ہوسکتے، اور ان میں سے جو ہمارے پاس آئے گا ہم اس کا امتحان لیں گے، ان کا حکم کفار عرب کی طرح ہے، ان سے یا تو اسلام قبول کیا جائے گا یہ پھر تلوار، ان کے بزرگ انہیں کے حکم میں ہوں گے، اور تقیہ بھی جائز نہیں ہوگا۔

چنانچہ خوارج میں خواہ متقدمین ہوں یا معاصر یہ انکے یہاں یقینی بات ہے کہ مسلمانوں کا ملک دارکفر ہے، اور یہ خوارج جن علاقوں پر قابض ہیں صرف وہی دار اسلام ہے، شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے خوارج کے حق میں کہا: انہوں نے اپنے علاقوں کو دارالہجرہ قرار دیا ہے اور مسلمانوں کے ملک کو دار کفر اور دار حرب کہا ہے۔

اور مسلمانوں کے ملک کو دارکفر کہنا نفس پرست تکفیری بدعتیوں کے اصول میں سے ہے، چنانچہ اہل سنت اپنی کتابوں کے اندر اس بات کی صراحت کرتے ہیں کہ اس اصول میں اہل سنت اہل بدعت کے بالکل برعکس رائے رکھتے ہیں۔

امام ابوبکر اسماعیلی نے کہا: اہل حدیث کی رائے ہے کہ مسلمانوں کا علاقہ دار اسلام ہے نہ کہ دارکفر، جیسا کہ معتزلہ کا خیال ہے، چنانچہ جب تک وہاں اذان واقامت ہوتے رہیں گے اور وہاں کے

باشندے امن وامان سے دین پر عمل پیرا ہوں گے اس علاقے کو دار اسلام کہیں گے۔

ادیان وفرق کی کتابوں میں خوارج کے مختلف فرقوں کی رائے اس تعلق سے واضح کی گئی ہے چنانچہ ان میں سے بعض فرقے کہتے ہیں کہ مخالفین کے علاقوں کو دار کفر کہا جائے گا اور بعض فرقے اس تعلق سے توقف اختیار کرتے ہیں، اور بعض کہتے ہیں کہ جس شہر میں حاکم رہتا ہے وہ شہر اور اسکے مضافاتی علاقے دیار کفر ہوں گے۔

مگر جہاں تک معاصر خوارج کا تعلق ہے تو اس بارے میں انکے بہت سارے اقوال ہیں جن میں سے چند اقوال درج ذیل ہیں:

اخوانیوں کے مفکر کبیر سید قطب صراحت کے ساتھ کہتے ہیں: ''إنه ليست على وجه الأرض اليوم دولةٌ مسلمةٌ، ولا مجتمعٌ مسلمٌ''۔ ترجمہ: اس وقت پوری روئے زمین پر کہیں بھی نہ کوئی مسلم ملک ہے اور نہ ہی کہیں کوئی مسلم سماج ہے۔

ایسی بات کہہ رہا ہے جبکہ آل سعود کی قیادت میں توحید وسنت کی حکومت موجود ہے، اور یہی بلاد توحید کی حکومت ہے جس نے اسی جماعت کے ہزاروں بھگیڑوں کو پناہ دی تھی جو اپنے ملک کے جیلوں اور پھانسی کے پھندوں سے بھاگ آئے تھے۔

چنانچہ سید قطب کے نزدیک دور حاضر میں کہیں دار اسلام نہیں ہے، پھر بھی جب یہ کہا جاتا ہے کہ سید قطب، مودودی اور اخوانی جماعت ہی حالیہ فتنوں کی اصل جڑ ہیں، یہی ساری مصیبتوں کا سبب ہیں، بلکہ معاصر خارجی تکفیری فتنہ اسی قوم کے خیمے سے آیا ہے، تو بہت سے متعصب لوگ ناک بھوں چڑھانے لگتے ہیں اور انکی رگیں پھولنے لگتی ہیں، اور انکے کلام کی تاویل کرنے لگتے ہیں۔

ابوقتادہ کہتا ہے: جماعتوں کا مرتد ہونا اور دار اسلام کا دار ارتداد میں بدل جانا اور اس طرح کے مسائل فقہ کی کتابوں میں پوری صراحت کے ساتھ بھرے پڑے ہیں، پھر آج اسکا سامنا کرنے سے کیوں

بھاگ رہے ہیں؟ اور بعض لوگ کیوں یہ تصور کرنے لگتے ہیں کہ سلفی جہادی تنظیمیں لوگوں کے جس ارتداد کی بات کررہے ہیں وہ جھوٹ اور بدعت ہے؟

دراصل جو دہشت گردی درباری مولوی اور ارجاء کے مشائخ کرتے ہیں اور وہ عوام الناس جو انکے پیچھے طوطے کی طرح رٹ لگاتے ہیں یہی دوسروں کو اس بات پر مجبور کرتے ہیں کہ وہ اپنے سروں کو ریت میں چھپا کر رکھیں کہ کہیں ان پر خارجی عقیدے کا الزام نہ لگا دیا جائے۔

اس کا یہ کلام بغیر شرم وحیا کے تکفیر کی طرف صریح دعوت دے رہا ہے اور یہ کہ جو بھی چاہے مسلمانوں کی تکفیر کرتا پھرے۔

مقدسی کہتا ہے: تمام مسلم ممالک دارکفر ہیں، میں کسی کو مستثنیٰ نہیں کرتا، حتی کہ مکہ اور مدینہ کو بھی مستثنیٰ نہیں کرتا۔

میں نے متقدمین خوارج کے یہاں یہ جاننے کی بڑی کوشش کی کہ کیا ان کے یہاں بھی مکہ اور مدینہ دارکفر ہے مگر اس تعلق سے مجھے کوئی وضاحت نہیں ملی، گرچہ انکے عمومی اعتقاد میں یہ شامل ہے کیونکہ وہ اپنے علاقوں کے سوا تمام سرزمین کو دیارکفر مانتے تھے۔

معاصر خوارج کا یہ شبہ کہ تمام مسلم ممالک دیارکفر ہیں اس پر درج ذیل چند وجوہات سے رد کیا جارہا ہے:

پہلی وجہ:

اس وقت جتنے بھی مسلم ممالک ہیں وہ سب دیار اسلام ہیں اور وہاں کے حکام مسلمان ہیں، وہاں کے شعائر ادا کئے جاتے ہیں، اور اگر حروری تکفیریوں کی یہ بات مان بھی لیں کہ وضعی قوانین کی روشنی میں حکومت کرنے والا کافر ہے تو اس سے مسلم ممالک دارکفر نہیں ہوجائیں گے، یہ منہج صرف خوارج کا ہے خواہ وہ متقدمین خوارج ہوں یا معاصر، اور یہ بات صرف جدلیاتی طور پر فرض کی گئی ہے ورنہ وضعی قوانین کی

روشنی میں حکومت کرنے والا مسلمان کافر نہیں ہوتا، اسکے کچھ شروط اور موانع ہیں ۔ یہاں دراصل دو چیزوں کا اعتبار کیا جائے گا:

پہلی چیز:

آبادی کا اعتبار ہوگا، چنانچہ مسلم ممالک میں اکثریت مسلمانوں کی ہے،اس طرح یہ ممالک دار اسلام ہوں گے، شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اسی پہلو پر گفتگو کرتے ہوئے کہا: جس بھی سرزمین پر اللہ کے نیک بندے رہیں گے اس وقت اسے دارالمومنین کہا جائے گا،اور جہاں کے باشندے کفار ہوں گے اسے اس وقت دارالکفر کہا جائے گا۔

دوسری چیز:

کلی طور پر اسلام کے شعائر اور عبادات کے دیگر مظاہر ختم کردیئے جائیں تو ایسی صورت میں دو امور میں سے کسی ایک کو تسلیم کیا جائے گا:

دوسری وجہ:

شرعی دلیلوں نے ایسی نشانیاں اور علامات بتائی ہیں کہ وہ جہاں بھی پائی جائیں گی تو اس علاقے کو دارالاسلام کہا جائے گا،اس میں کسی کا بھی اختلاف نہیں ہے، چنانچہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول ہے جیسا کہ اس حدیث میں آیا ہے:

عَنْ ابْنِ عِصَامٍ الْمُزَنِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: بَعَثَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي سَرِيَّةٍ فَقَالَ: "إِذَا رَأَيْتُمْ مَسْجِدًا أَوْ سَمِعْتُمْ مُؤَذِّنًا فَلَا تَقْتُلُوا أَحَدًا".

ترجمہ: سیدنا عصام مزنی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو ایک سریہ میں بھیجا اور فرمایا: ”جب تم کوئی مسجد دیکھنا، یا کسی مؤذن کو اذان دیتے ہوئے سننا تو کسی کو قتل نہ کرنا“۔

اسلام نے اذان اور مساجد کو اس بات کی نشانی بتائی ہے کہ وہ جہاں پائے جائیں گے اس علاقے کو

دیاراسلام کہا جائے گا، جبکہ معاصر خوارج کے نزدیک انکی کوئی قیمت نہیں ہے۔

حالانکہ ان دونوں میں سے اگر ایک بھی نشانی کہیں پائی جائے تو اس علاقے پر حملہ نہیں کیا جاسکتا؛ اسلئے کہ وہ دیاراسلام ہے۔

ابن عبدالبر نے اپنی معروف کتاب: [الاستذکار] کے اندر کہا: اذان کے تعلق سے مجھے کوئی اختلاف معلوم نہیں ہے؛ اسلئے کہ ان علامتوں میں سے ہے جن سے دارالاسلام اور دارالکفر کی تفریق کی جاتی ہے۔

اور ابن رجب نے اپنی کتاب: [فتح الباری] کے اندر کہا: رسول اللہ ﷺ نے اذان کو داراسلام اور دارکفر کے درمیان فرق مانا ہے، چنانچہ اگر کہیں سے اذان سنی جائے تو اس علاقے کے لوگوں کا جان ومال محفوظ رہے گا۔

تیسری وجہ:

معاصر خوارج اقوال علماء میں سے ایسی باتوں کو لے لیتے ہیں جن سے انہیں سمجھ میں یہ آتا ہے کہ اس سے ان کے خارجی مذہب کی تائید ہورہی ہے، اور پھر اسی پر ریت کے محل تیار کردیتے ہیں، مگر تحقیق کے بعد پتہ چلتا ہے کہ ان کی حیثیت سراب سے زیادہ کچھ نہیں ہے، چنانچہ انہوں نے احکام کفر کو لیا اور اسے قوانین وضعیہ پر محدود کردیا، اور اسی بنیاد پر تمام مسلم ممالک کو دارکفر ثابت کردیا؛ کیونکہ انہیں لفظ کفر سے بڑی محبت ہے۔

حالانکہ اسلام کے جو احکام ہیں وہ اہل علم کے نزدیک ان شرعی حدود سے کہیں زیادہ شامل اور وسیع ہیں جنہیں معاصر خوارج پکڑے ہوئے ہیں اور دیاراسلام کو دارکفر میں بدلنے کیلئے جن پر اعتماد کررکھا ہے۔

چنانچہ احکام اسلام ہر اس چیز کو شامل ہوگا جن کی شریعت نے حکم دیا ہے جیسے توحید باری تعالی، اذان کو بلند کرنا، مساجد کی تعمیر کرنا، جمعہ اور جماعت کو قائم کرنا، دعوت الی اللہ کو عام کرنا، روزہ، حج، حجاب

اور دیگر خاندانی احکام کا عام ہونا۔

ذیل میں چند اقوال اور دلائل نقل کر رہا ہوں جس سے معاصر خوارج کا گمان اور وہم باطل ہو جائے گا:

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب [النبوات] کے اندر کہا: اسکی نشانیوں میں شعائر بھی ہیں یعنی اسلام کے ظاہری شعائر، جو اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ مسلمانوں کا دیار دار اسلام ہے، جیسے اذان، جمعہ اور عیدین وغیرہ۔

بغور دیکھیں ان شعائر کو جنہیں شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے گنایا ہے، اور شعائر صرف انہیں تینوں میں محصور نہیں ہیں، بلکہ اسلام کے شعائر جو بھی ہیں وہ اسی کے احکام میں شامل ہوں گے۔

صحیحین میں یہ حدیث مروی ہے:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، " أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا غَزَا بِنَا قَوْمًا لَمْ يَكُنْ يَغْزُو بِنَا حَتَّى يُصْبِحَ وَيَنْظُرَ، فَإِنْ سَمِعَ أَذَانًا كَفَّ عَنْهُمْ، وَإِنْ لَمْ يَسْمَعْ أَذَانًا أَغَارَ عَلَيْهِمْ.

ترجمہ: انس رضی اللہ عنہ سے انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں ساتھ لے کر کہیں جہاد کے لیے تشریف لے جاتے، تو فوراً ہی حملہ نہیں کرتے تھے۔ صبح ہوتی اور پھر آپ انتظار کرتے اگر اذان کی آواز سن لیتے تو حملہ کا ارادہ ترک کر دیتے اور اگر اذان کی آواز نہ سنائی دیتی تو حملہ کرتے تھے۔

سوال: شیخ ابن عثیمین سے سوال کیا گیا: دار الاسلام کب دار الحرب ہو جائے گا؟ اور کیا جن ممالک میں وضعی قوانین پر حکومت ہوتی ہے وہ دار الاسلام ہیں یا دار الحرب؟ نیز دار الکفر میں اظہار دین سے کیا مراد ہے؟

جواب:

بسم اللہ الرحمن الرحیم، اگر کوئی ملک دار الاسلام ہے تو پھر وہ دار الحرب نہیں ہو سکتا، کیونکہ دار الاسلام

کہتے ہی ہیں ایسے ملک کو جہاں اسلام کے شعائر علانیہ انجام دیتے جائیں، جیسے اذان، جماعت کی نماز، جمعہ کی نماز، وغیرہ، اور وہاں کے لوگ مسلمان ہوں جو اسلامی شریعت پر عمل پیرا ہوں۔

اور جہاں تک غیر شرعی نظام کے مطابق حکومت کرنے کا تعلق ہے تو یہ چیز کفر تک پہونچا سکتی ہے اور کفر دون کفر تک بھی پہونچا سکتی ہے، جیسا کہ اللہ تعالی نے سورہ مائدہ میں ذکر کیا ہے؛ ایک آیت میں کافرون کہا، دوسری آیت میں ظالمون کہا اور تیسری آیت میں فاسقون کہا ہے۔ اور اگر یہ فرض کرلیا جائے کہ حکومت کرنے والا کفر ہی تک پہونچ گیا ہے تو بھی وہ ملک دار الحرب نہیں ہوگا کیونکہ وہاں کے باشندے مسلمان ہیں، وہ ایسے حاکم کو پسند نہیں کرسکتے۔

اور جہاں تک دارالکفر میں اظہار دین کا تعلق ہے تو ایسی جگہ جہاں پر ایک مسلمان اپنے دین کا اظہار نہ کرسکے تو ایسی صورت میں اس پر ہجرت کرنا واجب ہے، اگر اسے اسی طاقت ہے، اسلئے کہ وہاں اسکا رہنا خطرے سے خالی نہیں ہے، لیکن اگر وہ ایسی جگہ ہے جہاں وہ آزادی سے نماز پڑھ سکتا ہے، جمعہ جماعت کرسکتا ہے، صدقہ دے سکتا ہے، کوئی اسے ان اعمال کے انجام دینے سے روکتا نہیں ہے، تو کہا جائے گا کہ وہ اپنے دین کا اظہار کرسکتا ہے، پھر بھی ہم یہ پسند نہیں کریں گے کہ وہ دارالکفر میں مقیم رہے۔

مگر معاصر خوارج صراحت کے ساتھ کہتے ہیں کہ ان نشانیوں کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا، ایسے تمام ممالک کو دارالحرب کہا جائے گا، اور یہ واضح طور پر اللہ اور اسکے رسول سے دشمنی کرنا ہے۔

مقدسی کہتا ہے: اذان واقامت کہنا، نمازوں کو قائم کرنا، رمضان کے روزوں کا اعلان کرنا یہ سب ایسے امور ہیں جو اس وقت دنیا کے ہر ملک میں پائے جاتے ہیں، ان کو لیکر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ جہاں پائے جائیں گے انہیں دارالاسلام اور جہاں نہیں پائے جائیں گے وہ دارالکفر کہا جائے گا۔

چوتھی وجہ:

اکثر مسلم ممالک کے اندر وضعی قوانین ہونے کی وجہ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ شرعی احکام کے اندر کلی طور

پر رکاوٹ ہے، کیونکہ شرعی احکام عمومی شکل میں پایا جاتا ہے، جیسے وہ شرعی احکام جن کا تعلق خاندانی امور سے ہے، اور پرسنل لاء نیز اوقاف وغیرہ، بلکہ جسے سول قانون کہا جاتا ہے وہ عموما شرعی احکام سے متعارض ہی نہیں ہے، ہاں کچھ امور میں متعارض ہوسکتا ہے اس کا انکار نہیں۔

چنانچہ اکثر شرعی احکام کی تنفیذ ہونا اور سماج کے اندر دین کے مظاہر کا عام ہونا جیسے روزہ، نماز، اور دوسرے اسلامی شعائر، یہ اس ملک کو دارالاسلام کہنے کیلئے کافی ہے۔

پانچویں وجہ:

اس شبہے کو اس طرح بھی رد کیا جاسکتا ہے کہ دمسلمانوں کے دیار کو دارالکفر صرف بدعتی خوارج اور معتزلہ نے کہا ہے بلکہ انکے یہاں جو غالی ہیں انہیں کا یہ قول ہے، باقی دیگر اہل سنت کے فرقوں اور مسلکوں میں کسی نے اس قول کی تائید نہیں کی ہے، تاریخ اسلام میں اسکا ثبوت کہیں نہیں ملتا ہے۔

یہی وجہ سے ہے کہ اہل سنت عقائد کی اپنی کتابوں کے اندر جہاں اس مسئلے کو بیان کرتے ہیں وہاں اختلاف صرف انہیں نفس پرستوں کا دکھایا جاتا ہے، جیسا کہ ابوبکر اسماعیلی نے اہل حدیث کی رائے نقل کرتے وقت کہا ہے، جس کا ذکر گزر چکا۔

چھٹی وجہ:

شعائر اسلام کے بعد فقہائے ملت نے سب سے مضبوط اور بڑی نشانی جس کا ذکر کیا ہے وہ یہ ہیکہ مسلمان اپنے دین اور جان ومال کی تئیں امن وامان محسوس کرتے ہوں، اور اکثر اہل علم اس مسئلے میں اس نشانی کو ضرور بیان کرتے ہیں۔

اسی تعلق سے علامہ سرخسی اپنی کتاب: [شرح السیر الکبیر] کے اندر کہتے ہیں: دارالاسلام اس جگہ کو کہتے ہیں جو مسلمانوں کے قبضے میں ہو، اور اسکی نشانی یہ ہیکہ وہاں مسلمان امن وامان سے ہوں۔

آپ کے کلام سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر مسلمانوں کے جان ومال کی حفاظت ہو رہی ہو، تو یہ دلیل

ہے اس بات کی کہ وہ اس جگہ کے مالک ہیں اور اس جگہ کو دارالاسلام کہا جاسکتا ہے۔

کیا کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ وہ تمام مسلم ممالک جنہیں آج کے خوارج دیار اسلام نہیں مانتے وہاں مسلمانوں کو امن وامان حاصل نہیں ہے؟!

ساتویں وجہ:

یہ شرعی اصول ہے کہ کسی بھی چیز کو اسکی اصلیت پر باقی مانا جائے گا تب تک کہ اسکے خلاف کوئی واضح ثبوت نہ ہو، چنانچہ دیار مسلمین کو کو دارالکفر اس وقت تک نہیں کہا جاسکتا جب تک کہ اسکے خلاف کوئی واضح ثبوت نہ ہو، وہم وگمان اور احتمالات سے کام نہیں چلے گا، کیونکہ وہ ملک یقین سے دارالاسلام ہے اسکا حکم یقین ہی کے ساتھ بدلے گا۔

چنانچہ جس طرح کسی مسلم پر کفر کا حکم لگانے میں شرائط ہیں اسی طرح کسی مسلم ملک پر بھی حکم لگانے میں خیال کیا جائے گا کہ اس کے لئے شرائط اور نشانیاں پائی جائیں اور موانع نہ ہوں۔

کاسانی نے اپنی کتاب: [بدائع الصنائع] میں کہا: جو جگہ یقین کے ساتھ دارالاسلام ہے وہ شک اور احتمال کے ساتھ دارالکفر نہیں ہوگا، اس واضح اصول کی روشنی میں کہ جو چیز یقین کے ساتھ ثابت ہو اسکا انکار شک اور احتمال کے ساتھ نہیں کیا جاسکتا۔

آٹھویں وجہ:

کسی ملک کو دار الاسلام کہنے کیلئے یہ شرط نہیں ہے کہ وہاں تمام نشانیاں اور تمام شعائر اسلام پائے جائیں، چنانچہ جس طرح شعائر دین کے انجام دینے میں مسلمان متفاوت ہوتے ہیں، اسی طرح ملکوں کا بھی معاملہ ہے کہ کہیں شعائر اسلام کا ظہور زیادہ ہوتا ہے اور کہیں کم ہوتا ہے، اور یہ علماء اور جہلاء کی قلت وکثرت نیز نیکو کاروں اور بدکاروں کے قلت وکثرت کی بنا پر ہوتا ہے۔

اس کی سب سے بہتر مثال بلاد حرمین ہے کہ جہاں توحید کا جھنڈا لہرا رہا ہے، شعائر اسلام یہاں

بہت ہی مضبوط اور غالب ہے، اسکا انکار صرف ایک حروری خارجی کرسکتا ہے یا حاقد اور حاسد۔

بلاد حرمین میں شعائر اسلام کے غلبے ہی کا نتیجہ ہے کہ کوئی بھی فاسق آدمی یا کافر رمضان کے ماہ میں لوگوں کے سامنے نہیں کھا سکتا، اسکا محاکمہ کیا جاسکتا ہے خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر، اس پر درے پڑ سکتے ہیں، اور ایسے واقعات ہو چکے ہیں، اسی لئے یہاں ماہ رمضان کے اندر دن میں ہوٹلوں پر پابندی رہتی ہے، کوئی دن میں انہیں کھولنے کی جراءت نہیں کرسکتا، اور شعائر اسلام کو یہ غلبہ کسی دوسرے اسلامی ملک میں حاصل نہیں ہے، اسکے علاوہ وقت وقت کا بھی فرق ہوتا ہے کہ شعائر اسلام کسی وقت زیادہ غالب ہوتے ہیں اور کسی وقت کم۔

میرے انسائیکلو پیڈیا کے اندر اس شبہے پر تفصیلی رد کیا گیا ہے، مگر یہاں اختصار سے کام لیا گیا ہے کیونکہ یہاں تفصیل کا مقام نہیں ہے۔

بارھواں اصول: متقدمین خوارج کے اصول اور انکی صفات میں سے سیاست کے نام پر مسلمانوں کو قتل کرنا ہے

یہ اصول خوارج کے یہاں خون بہانے والے اصول میں شامل ہے، مگر میں نے اسے الگ سے بیان کیا دو سبب سے:

۱- متقدمین خوارج کے نزدیک سیاسی قتل ایک واضح نشانی بن گئی تھی، اور اسی میں وہ مشہور تھے، اور یہ حربہ وہ حکام، وزراء اور پولیس کے ساتھ بالخصوص پر استعمال کرتے تھے۔

۲- آج کے خوارج بھی اپنے اجداد کی نقالی کرتے ہیں، البتہ دونوں میں فرق یہ ہیکہ آج کے خوارج اپنے اجداد پر سبقت کر چکے ہیں کہ انہوں نے اپنے اس قبیح جرم کو اسلام کی طرف منسوب کر دیا ہے جبکہ ان کے اجداد کو اسکی جراءت نہ ہوئی، چنانچہ انہوں نے کہا: سیاسی قتل متروکہ سنتوں میں سے ہے، بلکہ اس پر انہوں نے کتابیں بھی لکھی ہیں۔

کسی معصوم جان کو قتل کرنا خواہ وہ مسلمان ہو یا اہل ذمہ سے ہو یہ شرک کے بعد عظیم گناہوں میں سے ہے، جیسا کہ اس پر کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ سے ثابت ہے، بہر حال یہ گناہ کبیرہ ہے، اگر کسی سے یہ غلطی ہو جائے تو وہ نادم ہو کر توبہ کر سکتا ہے، مگر سب سے بڑی مصیبت یہ ہیکہ جو اس معصوم جان کو قتل کرتا ہے اسے دین اور تقرب الٰہی سمجھ کر اسکے بارے کیا کہا جائے؟!

اور ایسے بھیانک جرائم کا ارتکاب صرف ایک ہی گروہ کر رہا ہے جس کے بارے میں نبی اکرم ﷺ نے یہ خبر دی ہے کہ یہ دوزخی کتے ہیں، اور متقدمین خوارج کے یہاں اس خبیث اصول کے ثبوت کیلئے یہی کافی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے داماد خلیفہ راشد سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دھوکے سے قتل کیا، مزید دوسرے جلیل القدر صحابہ پر حملہ کیا۔

اور آج کے خوارج بھی اپنے اجداد کے راستے پر ہیں، چنانچہ یہ بھی قتل وخونریزی کو دین اور تقرب الہی سمجھتے ہیں، البتہ دونوں میں فرق یہ ہیکہ آج کے خوارج اپنے اجداد پر سبقت کر چکے ہیں کہ انہوں نے اپنے اس قبیح جرم کو اسلام کی طرف منسوب کر دیا ہے جبکہ ان کے اجداد کو اسکی جراءت نہ ہوئی، چنانچہ انہوں نے کہا: سیاسی قتل متروکہ سنتوں میں سے ہے، اور کافروں کے قتل سے متعلق حدیثوں کو مسلمانوں پر فٹ کر دیا ہے۔

پندرہ صدیوں سے علمائے اسلام شریعت پر کتابیں لکھتے چلے آرہے ہیں، مگر آج تک کسی نے یہ اشارہ نہیں کیا کہ یہ سنت مہجورہ ہے، یہاں تک کہ آج ذوالخویصرہ کے ناتی پیدا ہوئے اور معصوم جانوں کو قتل کررہے ہیں، یہ اسے سنت مہجورہ کہتے ہیں، کیونکہ ان کے اجداد نے اس خبیث سنت کو جاری کیا تھا اور اسی کو انہوں نے زندہ کیا ہے مگر جھوٹ اور بہتان کے طور پر اسے سنت نبوی کے ساتھ جوڑ رہے ہیں۔

اور موجودہ دور میں سب سے پہلے سیاسی قتل کو جس نے دین اور تقرب الہی سمجھا ہے وہ اخوان المسلمین کی تکفیری جماعت ہے، چنانچہ تواتر کے ساتھ اسی جماعت کی کتابوں سے بہت سارے واقعات ثابت ہیں کہ اسی کے ارکان نے ان تمام سیاسی قتل کا ارتکاب کیا ہے، یہاں ان میں سے چند کا ذکر کریں گے تاکہ لوگوں کے سامنے اس جماعت کا قبیح چہرہ بھی سامنے آئے۔

پہلا واقعہ:

قاضی خازندار کا سیاسی قتل:

اس قاضی نے جماعت کے دو ارکان پر تین سال کی سزا سنائی، چنانچہ اس جماعت کی خفیہ مسلح فدائی تنظیم نے اس قاضی سے انتقام لینے کا فیصلہ کیا اور اسے قتل کر دیا۔

اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے محمود جامع نے کہا: قاضی خازندار کے قتل کی تنفیذ خود جماعت کی خفیہ مسلح فدائی تنظیم کے سرغنہ عبدالرحمن سندی نے کیا، چنانچہ انہوں نے اپنی تنظیم کے دو نوجوانوں

ایک حسن عبد الحافظ اور دوسرے محمود کو ۲۲ / ۳ / ۱۹۴۸ء کے دن قاضی کو قتل کرنے کا مکلف بنایا۔

احمد رائف نے کہا: حسن بنا نے سندی سے پوچھا: تم نے قاضی خازندار کو قتل کیوں کروایا؟ تو سندی نے کہا: کیا یہ حکم آپ نے نہیں دیا تھا؟ کہا: ہاں، مگر تم نے کہا تھا کہ کاش میرا رب اس سے دنیا کو پاک کر دیتا۔

محمود عساف نے کہا: اس قبیح جرم کے ارتکاب پر عبد الرحمن کا محاکمہ کرنے کیلئے جماعت کی خفیہ مسلح فدائی تنظیم کی قیادت نے میٹنگ کی جس میں مرشد عام شہید حسن بنا بھی شریک ہوئے۔

اس محاکمہ کے دوران اخوانی سربراہوں نے یہ ثابت کیا کہ عبد الرحمن کو سمجھنے میں غلطی ہوئی ہے، اسلئے انہوں نے اس سفاکانہ قتل کو قتل خطا میں شمار کیا، کیونکہ عبد الرحمن اور دیگر اخوانی اراکین کا مقصد ناحق کسی جان کو قتل کرنا نہیں تھا، بلکہ انتقامی کارروائی مقصد تھا۔

پھر انہوں نے اللہ تعالی کے اس قول سے استشہاد کیا: ﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ أَنْ يَقْتُلَ مُؤْمِنًا إِلَّا خَطَأً﴾ ترجمہ: اور کسی مومن کا کبھی یہ کام نہیں کہ کسی مومن کو قتل کرے مگر غلطی سے۔

محمود صباغ نے کہا: اس خاص محاکمے کیلئے قیادت کی ایک بڑی جماعت میٹنگ میں حاضر ہوئی جس میں حسن بنا بھی شامل تھے، اور سندی نے محاکمے کے وقت یہ بات تاکید سے کہی کہ انہوں نے مرشد عام کی سخت عبارت سے غلط سمجھا جو انہوں نے کہی تھی کہ اگر قاضی کو قتل بھی کر دیا جائے تو وہ اس پر خوش ہوں گے، اسی لئے اس حادثے کو قتل خطا میں شمار کیا گیا، کیونکہ عبد الرحمن اور دیگر اخوانی اراکین کا مقصد ناحق کسی جان کو قتل کرنا نہیں تھا، بلکہ انتقامی کارروائی مقصد تھا۔

اس لئے جماعت نے قتل خطا کی دیت دینے کی بات کہی، اور قیادت نے دیت کی ادائیگی کی، اور یہ اضافہ بھی کیا کہ عبد الرحمن کا قتل سے بری ہونا اجماعی تھا اس میں کوئی شک نہیں۔

اس فیصلے سے سب کو راحت ملی، بلکہ اس پر سب نے موافقت ظاہر کی جن میں مرشد عام بھی شامل

تھے، اور اسطرح سندی مرشد عام حسن بنا اور تنظیم کی دیگر قیادت کیطرف سے بھی اسی طرح مقبول بنے رہے جس طرح اس حادثے سے پہلے تھے۔

سندی نے شرک کے بعد سب سے بڑے گناہ کا ارتکاب کیا اور وہ قتل نفس ہے، ایک قاضی شہر کا قتل، مگر اس پر اس جماعت کو اسکا کوئی احساس نہیں، اور اللہ کی حرمتوں کی پامالی پر ان کے کان پر جوں تک نہیں رینگا، بلکہ اسی جماعت کے مورخین نے یہ صراحت کی ہے کہ وہ اسی طرح مقبول بنے رہے، لیکن جب چند سالوں کے بعد اسی سندی نے جماعت کے خلاف سرکشی اختیار کی اور جماعت کی سربراہی کی چاہت ظاہر کی، اور مرشد عام کے گھر کا گھیراؤ کیا تاکہ وہ مستعفی ہو جائیں، اس وقت ارکان جماعت کی حمیت جاگ اٹھی، ان کی رگیں پھول گئیں اور سب نے مل کر اسے جماعت سے نکال دیا۔

یہ اسی طرح دین کے ساتھ کھلواڑ کرتے ہیں، اسکے ساتھ مذاق کرتے ہیں، وضعی قوانین کی روشنی میں حکومت کرنے والوں پر دن ورات واویلا مچاتے ہیں اور خود مجرمانہ قتل کو قتل خطا ثابت کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ عبدالرحمن اور دیگر اخوانی اراکین کا مقصد ناحق کسی جان کو قتل کرنا نہیں تھا!

اس طرح اگر دیکھا جائے تو سمجھ میں آتا ہے کہ بڑے سرغنہ سے لیکر چھوٹوں تک سب اس مجرمانہ قتل میں شریک ہیں، اور سندی کا جماعت کے اندر اس سفاکانہ قتل کے بعد بھی مقبول بنا رہنا بلکہ اسی عہدے کے ساتھ باقی رہنا اس بات کا ثبوت ہے کہ انہوں نے اس خفیہ مسلح تنظیم کو اسی طرح کے جرائم ہی کیلئے بنایا تھا۔

اور یہ ہر کوئی جانتا ہے کہ اس طرح کے قتل قتل عمد ہوتے ہیں، کہ جسے سیاسی انتقام سمجھ کر دھوکے سے قتل کیا جائے، اور ایسی صورت میں قصاص واجب ہوتا ہے، کیونکہ انہوں نے ایک مسلمان قاضی کو قتل کیا تھا، مگر انہوں نے دین اسلام کے اندر تحریف کرتے ہوئے کہا کہ ہم اسکی دیت ادا کریں گے؛ اسلئے کہ یہ قتل خطا ہے۔

اور جہاں تک مجرموں کو ظاہری طور پر بری قرار دینے اور خفیہ طور پر ایک شکلی انداز میں انکا محاکمہ کرنے کا تعلق ہے تو یہ اس جماعت کے اصولوں میں سے ہے، بلکہ یہ جماعت ایسے مجرموں کو خفیہ طور پر ملک سے بھگانے کا بھی بندوبست کرتی ہے، مگر باہر جھوٹ، تقیہ اور فریب کا استعمال کرتی ہے۔

اگر یہ لوگ سچے مسلمان ہوتے تو ان مجرموں کو قصاص کیلئے حکومت کے حوالے کر دیتے، یا کم ازکم اس خفیہ مسلح تنظیم کو تحلیل کر دیتے، مگر ان دونوں میں سے کسی ایک بھی راستے کو اختیار نہ کرنے سے یہ واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ یہ محاکمہ بھی محض ایک تقیہ ہے اور لوگوں کی آنکھ میں دھول جھونکا گیا ہے۔

اس قضیے پر چند اعتراضات:

۱- اس قتل کا سبب مرشد عام کا اپنے پیروکاروں کو حکومت اور اسکے اداروں کے خلاف بھڑکانا تھا، اور یہی بنیادی سبب تھا، کیونکہ جب مرشد عام نے کہا کہ کاش کوئی اس قاضی کو دنیا سے رخصت کر کے ہمیں آرام پہونچاتا، تو اس سے یہی سمجھا گیا کہ اس قاضی کو قتل کر دیا جائے، اور مسلح خفیہ تنظیم نے فوراً اسکی ذمیداری لے لی کیونکہ ایسے جرائم کیلئے اسی تنظیم کو ٹریننگ دی گئی تھی۔

۲- ان کا یہ موقف بالکل یہودیوں کے اس واقعے سے مشابہ ہے جب انہوں نے رجم کے حکم کو چھپالیا تھا، جیسا کہ اس حدیث میں پورا واقعہ مذکور ہے:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، أَنَّ الْيَهُودَ جَاءُوا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَذَكَرُوا لَهُ أَنَّ رَجُلًا مِنْهُمْ وَامْرَأَةً زَنَيَا، فَقَالَ: لَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: "مَا تَجِدُونَ فِي التَّوْرَاةِ فِي شَأْنِ الرَّجْمِ، فَقَالُوا: نَفْضَحُهُمْ وَيُجْلَدُونَ، فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَلَامٍ: كَذَبْتُمْ إِنَّ فِيهَا الرَّجْمَ فَأَتَوْا بِالتَّوْرَاةِ فَنَشَرُوهَا فَوَضَعَ أَحَدُهُمْ يَدَهُ عَلَى آيَةِ الرَّجْمِ فَقَرَأَ مَا قَبْلَهَا وَمَا بَعْدَهَا، فَقَالَ لَهُ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَلَامٍ ارْفَعْ يَدَكَ فَرَفَعَ يَدَهُ فَإِذَا فِيهَا آيَةُ الرَّجْمِ، فَقَالُوا: صَدَقَ يَا مُحَمَّدُ فِيهَا آيَةُ الرَّجْمِ فَأَمَرَ بِهِمَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ

فَرُجِمَا، قَالَ عَبْدُ اللَّهِ: فَرَأَيْتُ الرَّجُلَ يَجْنَأُ عَلَى الْمَرْأَةِ يَقِيهَا الْحِجَارَةَ".

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ یہود، رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کو بتایا کہ ان کے یہاں ایک مرد اور ایک عورت نے زنا کیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ رجم کے بارے میں تورات میں کیا حکم ہے؟ وہ بولے یہ کہ ہم انہیں رسوا کریں اور انہیں کوڑے لگائے جائیں۔ اس پر عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم لوگ جھوٹے ہو۔ تورات میں رجم کا حکم موجود ہے۔ تورات لاؤ۔ پھر یہودی تورات لائے اور اسے کھولا۔ لیکن رجم سے متعلق جو آیت تھی اسے ایک یہودی نے اپنے ہاتھ سے چھپا لیا اور اس سے پہلے اور اس کے بعد کی عبارت پڑھنے لگا۔ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ذرا اپنا ہاتھ تو اٹھاؤ جب اس نے ہاتھ اٹھایا تو وہاں آیت رجم موجود تھی۔ اب وہ سب کہنے لگے کہ اے محمد! عبداللہ بن سلام نے سچ کہا۔ بیشک تورات میں رجم کی آیت موجود ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ کے حکم سے ان دونوں کو رجم کیا گیا۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں نے رجم کے وقت دیکھا۔ یہودی مرد اس عورت پر جھکا پڑتا تھا۔ اس کو پتھروں کی مار سے بچاتا تھا۔

یہاں اخوانی جماعت یہودیوں کے مشابہ ہے دو وجہوں سے:

پہلی وجہ:

یہود اپنے امیروں اور بڑوں پر حدود نافذ نہیں کرتے ہیں، اور یہی کام اخوانیوں نے بھی کیا، چونکہ عبدالرحمن سندی تنظیم خاص کے صدر تھے، اور وہ جماعت کے سربراہوں میں سے تھے، بلکہ مرشد عام اور وکیل الجماعہ کے بعد یہ اس جماعت کے اندر تیسرے نمبر کے آدمی تھے۔

دوسری وجہ:

انہوں نے شرعی حکم قصاص کو چھوڑ کر دیت دینے کا فیصلہ کیا، اور یہی کام یہودیوں نے کیا تھا کہ

رجم کو کوڑے اور چہرے پر کالک لگانے سے بدل دیا تھا۔

۳- اس قضیے پر ایک مواخذہ یہ بھی ہے کہ یہ شکلی محاکمہ اعلی مستوی پر قائم کیا گیا تھا، جس میں مرشد عام بھی حاضر تھے، بلکہ انہوں ہی نے اس محاکمے کی ذمیداری لی تھی، اور انکے علاوہ قیادت کے دیگر پانچوں لوگ موجود تھے۔

۴- پھر آخر انہیں کس نے اجازت دی تھی کہ وہ ایک مسلم حکومت اور عدالتوں کے ہوتے ہوئے کسی فرد پر اس طرح کا محاکمہ کریں؟

۵- پھر ان لوگوں نے شرعی مصطلحات کے ساتھ کھلواڑ کیا، چنانچہ انہوں نے قتل عمد کو قتل خطا میں بدل دیا، اور اسکے لئے اللہ کے اس قول کو دلیل بھی بنالیا: ﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ أَنْ يَقْتُلَ مُؤْمِنًا إِلَّا خَطَأً﴾ ترجمہ: اور کسی مومن کا کبھی یہ کام نہیں کہ کسی مومن کو قتل کرے مگر غلطی سے۔

۶- پھر اس محاکمے کو اس قول پر ختم کر دیا گیا کہ اجماعی اور اتفاقی طور پر عبد الرحمن اس قتل عمد سے بری ہیں۔

۷- جس نے اس بھیانک قتل اور سفاکانہ جرم کا ارتکاب کیا اس سندی کو اور جس نے اس پر ابھارا اسے اس مرشد کو منظر نامے سے غائب کر دیا گیا ان حقائق پر بات نہ کر کے، حالانکہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے: "لَعَنَ اللهُ مَنْ آوَى مُحْدِثًا" ترجمہ: اللہ کی لعنت ہو اس شخص پر جو کسی بدعتی کو پناہ دے۔

۸- ان کی ہٹ دھرمی اس وقت مزید بڑھ گئی جب انہوں نے قاضی کے قتل میں بلا واسطہ ملوث حسن عبد الحافظ اور محمود کے دفاع کی کوشش کی جنہیں حکومت نے گرفتار کرلیا تھا، بلکہ ان دونوں کو جیل سے بھگانے کی ترکیب اور پلان بھی بنائی، مگر اپنی اس مجرمانہ پلاننگ میں ناکام رہے۔

اسی تعلق سے محمود کہتا ہے: اور دونوں بھائیوں کو جیل سے بھگانے کی ترتیب میری ہی نگرانی میں بنایا گیا تھا۔

۹-اس جماعت نے شرعی حکم کے اندر تحریف سے کام لیا اس پر یہ چیز بھی دلالت کرتی ہے کہ یہ سارے لوگ کتاب وسنت کی روشنی میں جانتے تھے کہ قتل کی تین قسمیں ہیں: قتل عمد، قتل شبہ عمد اور قتل خطا۔

مگر حسن بنا اور انکے ساتھیوں نے ایک چوتھی قسم کا اضافہ کیا، اور وہ یہ ہیکہ کسی وطن پرست دیوانے کو قتل کرنا جیسے خازندار بک کا قتل، جیسا کہ ان کا گمان ہے، اور قتل کی یہ قسم نہ تو قرآن میں ملے گی، نہ ہی تورات میں، نہ ہی انجیل میں، نہ ہی زبور میں اور نہ ہی کسی نے قتل کی ایسی قسم کبھی سنی ہوگی۔

اور یہ بھی اضافہ کیا کہ عبدالرحمن اس قتل سے اجماعی طور پر بری ہے، اس میں کسی شبہے کی گنجائش نہیں ہے، اسی لئے وہ اپنے عہدے پر بعد میں بھی باقی رہے اور مرشد عام سمیت پوری قیادت ان سے خوش رہی اسی طرح جس طرح اس حادثے سے پہلے خوش تھی۔

یہاں ایک سوال ہوسکتا ہے خود جماعت سے اور ان لوگوں سے بھی جو اس جماعت سے ہمدردی رکھتے ہوئے سمجھتے ہیں کہ یہ ایک مظلوم جماعت ہے، چنانچہ سوال یہ ہیکہ کیا ایک مسلمان کے قتل کو دین اور تقرب الٰہی سمجھنا کلاب النار خوارج کا منہج نہیں ہے؟!

یہ لوگ دن رات یہ حاکمیت الٰہیہ کا نعرہ لگاتے رہتے ہیں! تو کیا حکومت الٰہیہ میں کسی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کرنے کی تجویز آئے گی، اور یہ کہ پھر اس کے اندر تحریف کر کے اسے قتل خطا کر دیا جائے، اور اسکی تاکید کیلئے قتل خطا والی قرآنی آیت سے استدلال بھی کیا جائے؟! اور آخر کسی وطن پرست دیوانے کے قتل والی قسم کسی دین وملت میں پائی جاتی ہے؟!

کیا حاکمیت الٰہیہ کے مسائل میں سے یہ ہیکہ قاتل کے جرم پر پردہ ڈالا جائے، اور اسے مقبول بنا کر رکھا جائے؟! رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: ''لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ آوَى مُحْدِثًا'' ترجمہ: اللہ کی لعنت ہو اس شخص پر جو کسی بدعتی کو پناہ دے۔ کیا آپ ﷺ کے اس فرمان کے مطابق ان لوگوں کا فیصلہ غیر شرعی نہیں ہے؟ پھر آخر یہ وحی الٰہی کی روشنی میں فیصلہ کرنے کی بجائے ایسے فیصلے پر راضی کیوں ہوئے جو

شیطانی الہام کی روشنی میں کیا گیا؟! چنانچہ متفقہ طور پر یہ مان لیا گیا کہ ان کا وہ قتل قتل عمد نہیں تھا، وہ ایک وطن پرست دیوانے کا قتل تھا؟!

میں سمجھتا ہوں کہ حقیقت میں اس جماعت کے لوگ اعلی قیادت سے لیکر ایک ادنی ممبر تک سب کے سب اس دیوانگی والی صفت کے زیادہ مستحق ہیں۔

کیا وطن پرست دیوانے کے قتل والی قسم وحی الہی کی روشنی میں ہے یا یہ اخوانی قیادت کا وضعی قانون ہے؟ بلکہ غیر شرعی قانون ہے!

ان لوگوں نے حکام کی تکفیر اس لئے کر دی کہ وہ وحی الہی کی روشنی میں فیصلے اور حکومت نہیں کرتے ہیں، اور دوسری طرف خود شیطانی فیصلے کرتے ہیں۔

ان تمام ڈھکوسلوں اور مکاریوں کے بعد بھی اس قضیے کو ڈبل جرم کے ساتھ ختم کیا گیا وہ یہ کہ انہوں نے الٹا قاتلوں کا دفاع بھی کیا، اور اسکے لئے وکیل بھی متعین کیا، بلکہ قاتلوں کو جیل سے بھگانے کی ترکیب بھی لگائی مگر اس شیطانی ترکیب میں ناکام رہے۔

حسن بنا نے خود ہی جماعت کے اندر اس خفیہ مسلح فدائی تنظیم کو بنایا تھا اور اس کا سرغنہ سندی کو متعین کیا تھا، اور یہ سندی تمام سفاکانہ انسانی جرائم کے پیچھے ہوتا تھا، اور حسن بنا کو ان سارے جرائم کا علم بھی ہوتا تھا، پھر بھی سندی جماعت کی نظر میں مقبول رہا، یہاں تک کہ اس نے مرشد اول کے خلاف بغاوت کر دی اور انکے گھر کا گھیرابندی کر دی اور مستعفی نہ ہونے پر قتل کی بھی دھمکی دے ڈالی۔

چنانچہ اسکے بعد کیا ہوا؟ سندی کو عہدے سے ہٹا دیا گیا۔ یعنی سندی اور اس کی تنظیم نے جب شرک کے بعد سب سے بڑے گناہ کا ارتکاب کیا اور وہ بھی سفاکانہ اور مجرمانہ انداز میں مگر اسکی مذمت کرنے اور چند لبھانے والے بیانات دیکر اس پر اکتفا کر لیا گیا، لیکن جب معاملہ کرسی اور عہدے تک آیا تو پھر اس بندے کو نہیں بخشا گیا اور اسے عہدے ہی سے معزول کر دیا گیا۔

دوسرا واقعہ:

محمود نقراشی کا قتل:

محمود صباغ کہتا ہے: جن فدائی حملوں کو اخوان المسلمون نے انجام دیا ان میں ایک نقراشی پاشا کا قتل بھی ہے، جو کہ شاہی حکومت کے دور میں مصر کا وزیر اعظم تھا، یقیناً یہ ایک فدائی عمل تھا جسے اخوان المسلمون کے بہادر نوجوانوں نے انجام دیا تھا، اور یہ اسلئے کیا گیا کیونکہ اس کی خیانت ظاہر ہو چکی تھی، اور اس نے مسلم جماعت (اپنی جماعت کو مراد لیا ہے) کے خلاف اعلان جنگ کر دیا تھا، چنانچہ اس نے انکی جماعت پر پابندی لگا دی اور انکے سربراہوں کو قید کر دیا، اور انکی پراپرٹی پر قبضہ کرلیا، یہ ایک کھلی خیانت تھی جس کی سزا شرعاً قتل ہے، اور اسکا قتل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر واجب ہو گیا تھا، اور اخوان المسلمین کی تنظیم خاص کے بعض نوجوان اراکین کی طرف سے یہی ہوا بھی۔

مزید آگے کہا: کسی ایسے مسلمان ایک شخص یا جماعت کی ملامت نہیں کی جا سکتی جو کسی ایسے شخص کو قتل کر دے جس نے کفر کا ارتکاب کیا ہو، یا کفریہ فیصلہ کیا ہو، گرچہ وہ خود کو مسلمان سمجھے۔ ملامت ایسا فیصلہ لینے والے کی ہوگی، کیونکہ اس نے اپنی قبر خود اپنے ہاتھ سے کھودی ہے، چنانچہ ایک مسلمان نوجوان عبدالمجید عبدالمحسن نے اسے قتل کر دیا، جو کہ فن طب کا ایک طالبعلم تھا اور وہ اخوانی جماعت کی تنظیم خاص کا رکن تھا، اسے معلوم تھا کہ اسلام سے جنگ کرنے والوں کو قتل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض عین ہے۔

یہاں پر صباغ نامی اخونجی کے اس کلام پر کچھ شرعی مواقف لیتے ہیں:

ا۔ قتل عمد یعنی ایک مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کرنا جسکو یہ اخوانی فدائی عمل کہہ رہے ہیں اسے نبی اکرم ﷺ نے ایک بہت بڑا شرعی منکر اور بہت بڑا گناہ مانتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے: ''لَزَوَالُ الدُّنْيَا أَهْوَنُ عَلَى اللَّهِ مِنْ قَتْلِ رَجُلٍ مُسْلِمٍ'' ترجمہ: دنیا کی بربادی اللہ کے نزدیک ایک

مسلمان کے قتل ہونے سے کہیں زیادہ کمتر و آسان ہے۔

۲-قتل کی ایک وجہ یہ بتائی گئی کہ اس نے نواقض اسلام کا ارتکاب کیا تھا اور وہ اسکا جماعت پر پابندی لگانا ہے، چنانچہ اسی پابندی کی وجہ سے ایک لفظ میں کہا: اسکا یہ فیصلہ کفر یہ تھا۔

حالانکہ ایک مسلمان حاکم اگر یہ سمجھتا ہے کہ کسی جماعت پر پابندی لگانا شرعی تقاضا ہے اگر اس کا نقصان اور انحراف ثابت ہوگیا ہو تو کیا اسے ارتداد کہیں گے جس کی وجہ سے ایک مسلمان حاکم کے خون ہی کو حلال کر دیا جائے؟!

۳-اگر ہم تھوڑی دیر کیلئے انکی یہ بات صحیح مان لیں کہ انکی جماعت نے کسی قانون کی مخالفت نہیں تھی اور پابندی لگانا غلط تھا، تو اگر کوئی حاکم کسی جماعت پر پابندی لگا دے تو کیا یہ اتنا بڑا جرم ہے کہ اس سے اسکا قتل واجب ہو جاتا ہے، اور قتل کرنا فرض عین ہو جاتا ہے، اور اگر اس فعل کو انجام نہ دیا جائے تو پوری امت گنہگار ہوگی، جیسا کہ مذکورہ قول سے ثابت ہو رہا ہے؟! حالانکہ ایک حاکم کیلئے یہ جائز ہے کہ اگر مصلحت کا تقاضا ہو تو کسی جائز چیز پر بھی پابندی لگا سکتا ہے۔

اس سے واضح ہوتا ہے کہ ان لوگوں کے نزدیک احکام دین کی کوئی اہمیت نہیں ہے، انہیں بس کرسی اقتدار سے مطلب ہے اس کیلئے خواہ خون کی ندیاں بہہ جائیں، امت کی لاشوں پر لاشیں گر جائیں اور قوم اختلاف وانتشار کا شکار ہو کر مٹ جائے۔

یہ کتاب کسی عام شخص کی کتاب نہیں ہے، بلکہ جماعت کی قیادت سے اسکا مصنف تعلق رکھتا ہے اور سابق مرشد مصطفی مشہور نے اس کتاب اور اسکے مصنف کا تزکیہ کیا ہے، چنانچہ اس کتاب کے مقدمہ میں تزکیہ کرتے ہوئے کہا ہے: میں فاضل دوست محمود صباغ کو اسکول اور جامعہ کے مراحل میں پڑھائی ہی کے دور سے جانتا ہوں، الحمد للہ انہیں بھی یہ شرف حاصل ہے کہ یہ بھی اخوان المسلمین کی جماعت سے منسوب ہیں، اور تنظیم خاص میں انہوں نے کام بھی کیا ہے، جماعت کی قیادت میں بھی شامل رہے ہیں، اور دعوت

کے میدان میں بھی کام کیا ہے، [حقيقة النظام الخاص] کے نام سے ان کی یہ کتاب اس بات میں ممتاز ہے کہ اس کتاب کے مصنف اپنے عملی تجربات سے حقیقت تک پہونچنے کی کوشش کی ہے نقل وسماع پر بھروسہ نہیں کیا ہے۔

دیار مصریہ کے محدث شیخ احمد شاکر کا ایک فتوی نقل کرنا بہت مناسب ہوگا جنہوں نے نقراشی قتل حادثے کا مشاہدہ کیا ہے، اس رسالے کیلئے ان کا یہ فتوی بہت ہی علمی اہمیت کے حامل ہے، اور اسکا دو سبب ہے:

١- اس رسالے کے اندر انہوں نے صراحت کے ساتھ قتل کرنے والوں کو خوارج کہا ہے، اور ایسے جرائم کا ارتکاب کرنے والوں کو اہل سنت کے نزدیک شرعی اصطلاح میں خوارج کہتے ہیں۔

٢- آپ پہلے شخص ہیں جنہوں نے دور حاضر میں عالم اسلامی کے اندر خارجی منہج کے در آنے کا پتہ لگایا کہ اخوانی جماعت اسلامی دعوت کے پردے میں مسلمانوں کے اندر خارجیت پھیلا رہی ہے۔

چنانچہ آپ کہتے ہیں: نقراشی پاشا کو دھوکے سے قتل کر کے ان لوگوں نے عالم اسلامی اور عالم عربی کو گھبرا دیا ہے، اسلئے میں اپنے اوپر یہ واجب سمجھتا ہوں کہ صحیح اسلامی نقطہ نظر سے اس امر کی وضاحت کر دوں، ہوسکتا ہے اللہ تعالی ان خارجی مجرموں کو ہدایت دیدے، اور وہ دین اسلام کی طرف واپس آجائیں قبل اس کے کہ پھر کبھی واپس ہی نہ آسکیں، اور میں نہیں جانتا کہ نقراشی کے بعد ان کی سفاکانہ تکفیری لسٹ میں کس کا نام ہے۔

اللہ تعالی نے اپنی کتاب کے اندر متعدد آیتوں میں ناحق قتل نفس پر سخت وعید سنائی ہے، چنانچہ ایک جگہ اللہ تبارک وتعالی نے فرمایا: ﴿وَمَن يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا﴾ ترجمہ: اور جو کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اس کی جزا جہنم ہے، جس میں ہمیشہ رہنے والا ہو اور اللہ اس پر غصے ہوگیا اور اس نے اس پر

لعنت کی اور اس کے لیے بہت بڑا عذاب تیار کیا ہے۔

اور یہ اسلام کے بدیہی امور میں سے ہے جسے ایک عالم سے پہلے ایک جاہل کو معلوم ہے، اور اس طرح کے حادثے کو قتل عمد کہتے ہیں کہ ایسی صورت میں ایک قاتل جان بوجھ کر قتل کر رہا ہوتا ہے، اور وہ سمجھتا ہے کہ وہ ایک بہت بڑے گناہ کا ارتکاب کر رہا ہے۔

اور جہاں تک سیاسی قتل کا تعلق ہے جس کے بارے میں ہم نے پڑھا ہے تو اسکا معاملہ کہیں زیادہ خطرناک ہے، اور یہ بالکل الگ چیز ہے، کیونکہ ایسا قاتل بڑے اطمینان کے ساتھ اس قتل سے راضی ہو کر قتل کرتا ہے اور یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ وہ ایسا کر کے اچھا عمل کر رہا ہے، اور اسے یہ یقین ہوتا ہے کہ وہ ایک حلال اور جائز عمل کا ارتکاب کر رہا ہے، بلکہ یہ بھی سمجھ رہا ہوتا ہے کہ اس عمل کے انجام دینے میں وہ دوسروں سے سبقت لے گیا ہے، کہ دوسرے اسکو انجام دینے میں کوتاہی کر گئے۔

اگر ایسا سوچ کر کوئی ایسے جرم کا ارتکاب کرتا ہے تو یقیناً وہ اسلام سے مرتد ہو گا، اسکے ساتھ مرتدین جیسا سلوک کیا جائے گا، اور اس پر شرعی قانون نافذ کیا جائے گا، اور شرعی قانون میں یہ ان متقدمین خوارج کی طرح خوارج ہیں، جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کا سیاسی قتل کیا تھا۔

اسی طرح سیاسی قتل کے تعلق سے ایک اور حدیث ہے جس کے اندر کسی تاویل کی گنجائش نہیں ہے، چنانچہ زبیر بن عوام اور علی بن ابی طالب کے اندر سیاسی جھگڑا تھا جو معرکہ جمل کی صورت میں ختم ہوا، اس وقت ایک شخص سیدنا زبیر کے پاس آیا اور عرض کیا: کیا میں آپ کیلئے علی کو قتل کر دوں؟ کہا: نہیں، اور تم انہیں کیسے قتل کر سکتے ہو حالانکہ ان کے پاس اتنی بڑی فوج ہے؟ ان نے کہا: ان سے جا کر مل جاؤں گا پھر دھوکے سے قتل کر دوں گا۔ تو اس پر آپ نے کہا: نہیں، میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: ''الإِيمَانُ قَيَّدَ الْفَتْكَ لَا يَفْتِكُ مُؤْمِنٌ'' ترجمہ: ایمان نے کسی کو دھوکہ سے قتل کرنے کو روک دیا، کوئی مومن دھوکہ سے قتل نہیں کرتا۔ یعنی ایمان ایک مومن کو اس بات سے روکتا ہے کہ

وہ ارتداد کی کھائی میں گرے، سوا گروہ ایسا کرتا ہے تو وہ مومن نہیں ہوگا۔

ہر گناہ اور ذلت ورسوائی ان قاتل خوارج پر ہو جو معصوم خونوں کو حلال سمجھتے ہیں، اور وہ لوگ بھی جو ایسے سفاک قاتلوں کا دفاع کرتے ہیں، اور چاہتے ہیں کہ ہمارا ملک بھی اسی کھائی میں گر جائے جس میں گر کر یورپ سیاسی قتل کرتے نظر آرہے ہیں۔

تیسرا واقعہ:

سیاسی قتل یعنی دھوکے سے قتل کرنے کی تیسری مثال عبدالرحمن سندی کا فائز عبدالمطلب کا قتل کرنا ہے جوکہ خفیہ تنظیم میں انکے مساعد تھے۔

اور اس وقت القاعدہ اور داعش بھی اخوانی جماعت کے نقش قدم پر چل رہے ہیں، انہوں نے یہ اضافہ کیا کہ ایسی کتابیں لکھ دیں جو انکے گمان کے مطابق اس سنت پر لوگوں کو ابھار رہے ہیں یعنی مسلمانوں کو زیادہ سے زیادہ سیاسی قتل کرنا چاہئے، کیونکہ اس سنت کو لوگوں نے ترک کر دیا ہے، چنانچہ القاعدہ تنظیم کی شرعی کمیٹی کے رکن فارس آل شویل نے دو کتابیں لکھی ہیں، جن کے اندر لوگوں کو سیاسی قتل یعنی دھوکے سے قتل کرنے پر لوگوں کو ابھارا ہے: پہلی کتاب: [الباحث فی حکم قتل رجال المباحث] ہے، اور دوسری کتاب: [تحريض المجاهدين على إحياء سنة الاغتيال] ہے۔

ان کتابوں کے اندر اس نے انہیں حدیثوں سے استدلال کیا ہے جن سے صباغ نے نقراشی پاشا کے قتل کے جواز کیلئے استدلال کیا ہے، بلکہ فارس نے اپنی کتاب کے شروع ہی میں مجاہدین (سفاک قاتلوں) کو ابھارنے کیلئے کعب بن اشرف کے قتل والی حدیث سے استدلال کیا ہے اور اسی کو پہلی دلیل بنایا ہے۔

اسی طرح جن دلیلوں کو فارس نے اپنی کتاب میں نقل کیا ہے انہیں میں ابو رافع یہودی کے قتل کا واقعہ بھی ہے جسے اس نے صباغ ہی کی کتاب سے نقل کیا ہے۔

اسی طرح خالد بن سفیان بن نبیح ہذلی کے قتل والے واقعے سے بھی استدلال کیا ہے۔

امام بخاری نے کعب بن اشرف کے قتل والی حدیث پر اس عنوان سے باب باندھا ہے: بَابُ الْفَتْكِ بِأَهْلِ الْحَرْبِ: باب: جنگ میں حربی کافر کو اچانک دھوکے سے مار ڈالنا۔

ہمارے سلف نے ان واقعات سے یہی سمجھا ہے کہ ان سے حربی کافر مراد ہیں مگر معاصر خوارج نے اسے مسلمانوں کے حق میں سنت مان لیا، بلکہ اس پر عمل کرتے ہوئے یہ دعاۃ، طلبہ اور علماء تک کو قتل کر رہے ہیں، جیسا کہ بلاد اسلام میں عام طور پر دیکھا جا رہا ہے۔

دراصل ان لوگوں نے سلف صالح کی کتابوں کو پڑھنا چھوڑ دیا اور انکی جگہ پر اپنے ناخلف مرشدوں کی فکری لٹریچر کو پڑھنے لگے، جیسے [معالم فی الطریق]، [مصطلحات اربعہ]، [الکواشف الجلیۃ]، اور ان کے علاوہ دوسری فکری اور تکفیری کتابیں۔

سیاسی قتل کے جواز پر کعب بن اشرف کے قتل سے استدلال کرنے کا شبہ اور کئی وجوہات سے اس کا رد:

پہلی وجہ:

کعب بن اشرف کا قتل رسول اللہ ﷺ کے حکم سے تھا، جو کہ اللہ کے نبی تھے، اور اس وقت آپ ﷺ مسلمانوں کے حاکم اعلی تھے، اب اگر اس سے استدلال کرتے ہوئے کسی بھی شخص یا جماعت کیلئے یہ دروازہ کھول دیا جائے کہ وہ کسی بھی اللہ اور اسکے رسول کے دشمن کو اپنے گمان کے مطابق قتل کرنے لگے تو معاملہ خارجی افراتفری کا ہو جائے گا اور ملک کے اندر انارکی پھیل جائے گی۔

اس دلیل سے اس طرح کے واقعات پر استدلال کرنے والوں کو جواب دیتے ہوئے شیخ صالح الفوزان نے کہا: کعب کے قتل میں کسی سیاسی قتل کے جواز کا پتہ نہیں چلتا، کیونکہ کعب بن اشرف کا قتل

رسول اللہ ﷺ کے حکم سے ہوا تھا، اور اس وقت آپ ﷺ مسلمانوں کے حاکم اعلی تھے، اور معاہدے کی رو سے کعب آپ کے رعایا میں سے تھا، اور اسکی طرف سے معاہدے کی خیانت کا صدور ہوا تھا، جو اسکے قتل کا جواز بنا؛ تاکہ اس کے شر سے مسلمان محفوظ رہیں، یہ قتل کسی عام آدمی یا کسی جماعت کی طرف سے نہیں تھا، کہ جس میں حاکم کی اجازت نہ ہو، جس طرح کہ آج کل سیاسی قتل سے معروف ہے، یہ سب انارکی اور افراتفری ہے اسلام ایسے قتل کی اجازت نہیں دیتا، کیونکہ اس سے مسلمانوں اور اسلام پر بڑے شدید نقصان اور فساد مرتب ہوں گے۔

دوسری وجہ:

یہ قتل ایسے شخص کا تھا جو واضح طور پر کفر پر تھا، اور وہ کھلے عام اس کا اعلان بھی کرتا تھا بلکہ اپنے دین پر فخر کرتا تھا، اور یہ خوارج ایسے لوگوں کو قتل کرتے ہیں جو اپنے اسلام کا اظہار کرتے ہیں۔

تیسری وجہ:

اس قتل پر بڑے عظیم فوائد مرتب ہوئے تھے، کفار اور منافقین اس قتل کے بعد کافی ڈر گئے تھے، اور یہ سمجھنے لگے تھے کہ کہیں یہی معاملہ ہمارے ساتھ بھی نہ ہو، جبکہ آج کے خوارج کے یہاں مسلمانوں کو قتل کرنے میں کیا مصلحتیں اور فوائد مل سکتی ہیں؟! بلکہ ان خوارج نے تو مکہ کے اندر ایک مسلمان سیکوریٹی گارڈ کو قتل کر دیا جو کہ حرم کی حفاظت کر رہا تھا، اسی مزعومہ سنت پر عمل کرتے ہوئے بیت اللہ کے سامنے اسے قتل کیا گیا!!

علامہ فوزان سے پوچھا گیا: نوجوانوں کے اندر اس وقت کچھ پرچے تقسیم کئے گئے ہیں جن کے اندر سیکوریٹی فورسیز اور بطور خاص تفتیشی ایجنسی کے لوگوں کو قتل کرنے کو جائز کہا گیا ہے، یہ دراصل ایک فتوی ہے جس میں کہا گیا ہے کہ یہ لوگ مرتد ہیں، اس لئے ان کا قتل جائز ہے، چنانچہ اس تعلق سے شرعی حکم کیا ہے اور ایسے فتوے پر کس طرح کے خطرناک نتائج مرتب ہو سکتے ہیں؟

جواب: آپ نے جواب دیا کہ یہ خوارج کا مذہب ہے، خوارج نے تو سیدنا علی بن ابی طالب کو قتل کر دیا جو کہ خلفائے ثلاثہ کے بعد صحابہ میں سب سے افضل تھے، تو جو لوگ سیدنا علی کو قتل کر سکتے ہیں وہ آج کے پولیس والوں کو قتل کرنے میں کیا حرج محسوس کریں گے؟! چنانچہ یہ خوارج کا مذہب ہے، اور جس نے یہ فتوی دیا ہے وہ بھی انہیں میں سے ہوگا یا انہیں کی طرح ہوگا، نسال اللہ العافیہ۔

تیرہواں اصول: متقدمین خوارج کے اصول اور انکی صفات میں سے دیار مسلمین سے ہجرت کر کے گوشہ نشینی اختیار کرنے کی دعوت دینا ہے

یہ اصول دراصل ایک دوسرے تکفیری اصول کا نتیجہ ہے اور وہ یہ ہیکہ انکی نظر میں دیار مسلمین دار الکفر، دارالحرب اور دارالردۃ ہے، چنانچہ جب انہوں نے مسلم مما لک کو دارالکفر بلکہ دارالحرب کہہ دیا تو اب ایسی صورت میں وہاں سے دارالایمان کی طرف ہجرت کرنا واجب ہو جائے گا۔

عن سَعِيدُ بْنُ جُمْهَانَ قَالَ: «كُنَّا نُقَاتِلُ الْخَوَارِجَ وَفِينَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي أَوْفَى وَقَدْ لَحِقَ لَهُ غُلَامٌ بِالْخَوَارِجِ وَهُمْ مِنْ ذَلِكَ الشَّطِّ وَنَحْنُ مِنْ ذَا الشَّطِّ فَنَادَيْنَاهُ أَبَا فَيْرُوزَ أَبَا فَيْرُوزَ وَيْحَكَ هَذَا مَوْلَاكَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي أَوْفَى قَالَ نِعْمَ الرَّجُلُ هُوَ لَوْ هَاجَرَ قَالَ مَا يَقُولُ عَدُوُّ اللَّهِ قَالَ قُلْنَا يَقُولُ نِعْمَ الرَّجُلُ لَوْ هَاجَرَ قَالَ فَقَالَ أَهِجْرَةٌ بَعْدَ هِجْرَتِي مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ثُمَّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ طُوبَى لِمَنْ قَتَلَهُمْ وَقَتَلُوهُ».

ترجمہ: سعید بن جمہان رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ خوارج سے قتال کر رہے تھے کہ حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ جو ہمارے ساتھ تھے' کا ایک غلام خوارج سے جا ملا وہ لوگ اس طرف تھے اور ہم اس طرف، ہم نے اسے' اے فیروز! اے فیروز! کہہ کر آوازیں دیتے ہوئے کہا ارے کمبخت! تیرے آقا حضرت ابن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ تو یہاں ہیں وہ کہنے لگا کہ وہ اچھے آدمی ہوتے اگر تمہارے یہاں سے ہجرت کر جاتے، انہوں نے پوچھا کہ یہ دشمن اللہ کیا کہہ رہا ہے؟ ہم نے اس کا جملہ ان کے سامنے نقل کیا تو وہ فرمانے لگے کیا میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کرنے والی ہجرت کے بعد دوبارہ ہجرت کروں گا؟ پھر فرمایا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ خوشخبری ہے اس

شخص کے لئے جو انہیں قتل کرے یا وہ اسے قتل کر دیں۔

امام طبری نقل کرتے ہیں: «لقيت الخوارج بعضها بعضا، فاجتمعوا فِي منزل عَبْد اللَّهِ بن وهب الراسبي، فكان مما قاله: فاخرجوا بنا إخواننا من هَذِهِ القرية الظالم أهلها إِلَى بعض كور الجبال أو إِلَى بعض هَذِهِ المدائن، منكرين لهذه البدع المضلة» ترجمہ: خوارج نے ایک دوسرے سے ملاقات کی اور اسکے لئے انہوں نے عبداللہ بن وہب راسبی کے گھر کو چنا تھا، تو اس خارجی نے جو بات کہی تھی اس میں یہ بھی تھا: ہم بھائیوں کو اس ظالم بستی سے کسی پہاڑی علاقے یا کسی دوسرے شہر کی طرف نکال لے چلو، ان گمراہ کن بدعتوں سے دور رہوتے ہوئے۔

معلوم ہونا چاہئے کہ یہ ظالم بستی جہاں متقدمین خوارج کو رہنا پسند نہیں تھا وہ دیار عراق یعنی کوفہ اور بصرہ جیسے شہر تھے جہاں پر اس وقت بڑے بڑے نیک صحابہ رہ رہے تھے، جیسے ابن مسعود، ابو بکرہ، خادم رسول انس بن مالک اور دیگر جلیل القدر صحابہ، اسی طرح وہاں بڑے بڑے جلیل القدر تابعی رہتے تھے جیسے حسن بصری وغیرہ۔

اسی طرح ان اخوانیوں نے بھی اسی خارجی ہجرت کو جائز ٹھہرایا سید قطب کی ہدایات کی روشنی میں جنہوں نے مسلم علاقوں سے ہجرت کر کے گوشہ نشینی اختیار کرنے کی دعوت دی ہے، جیسا کہ خود ان ہی کے ایک ساتھی قرضاوی نے نقل کیا ہے، کہ انہوں نے جاہلی سماج کے بائیکاٹ کی دعوت دی ہے اپنے گمان کے حساب سے، اور انہوں نے ایک نئی اصطلاح ایجاد کی جسکا نام شعوری گوشہ نشینی رکھا، اور لوگوں کے بائیکاٹ کا حکم دیا حتی کہ لوگوں کے ساتھ جماعت کے ساتھ نماز نہ پڑھنے کی بھی ہدایت کی۔

پھر اسکے بعد جماعۃ التکفیر والھجرۃ آئی، جو کہ ساٹھ کی دہائی میں اخوانی قیدیوں سے بچے ہوئے تکفیری تھے، جو جیل سے نکلنے کے بعد اپنے تکفیری فکر میں مزید پختہ ہو چکے تھے، چنانچہ انہوں نے بھی پہاڑوں اور غاروں میں گوشہ نشینی کی دعوت دی اور ان لوگوں کی بھی تکفیر کر ڈالی جو ان کی طرف ہجرت

کر کے نہ چلے جائیں۔

یہی کام آج کے خوارج کر رہے ہیں کہ نوجوانوں کو توحید وسنت کے ملک سے ہجرت کرنے کی دعوت دے رہے ہیں جہاں کے حکام اس وقت دنیا میں سب سے بہتر ہیں، اور ہم انکی عصمت کا دعوی نہیں کرتے، گرچہ خارجی تکفیریوں اور حاقد حزبیوں کی ناگ رگڑ رہی ہو، اور اسی طرح یہاں کے لوگ عقیدے اور صالحیت میں منجملہ سب سے بہتر ہیں۔

ہجرت کی حکمت یہ ہیکہ یہ لوگ دیار مسلمین کو دیار کفر سمجھتے ہیں، اسلئے وہاں ٹھہرنا انہیں اچھا نہیں لگتا، مگر معاصر خوارج اپنے اجداد سے بھی آگے ہیں، چنانچہ یہ لوگ مسلمانوں کے ملکوں سے ہجرت کا حکم دیتے ہیں، مگر خود اصلی کافروں کے ملکوں میں جا کر ٹھہرتے ہیں، جیسے ابوحمزہ مصری، ابوبصیر سوری، ابوقتادہ فلسطینی اور اسکا ساتھی ہانی سبائی جو کہ القاعدہ تنظیم میں مفکر مانا جاتا ہے، مگر آج بھی وہ کافر ملک میں رہتا ہے، اور انہیں کی ولایت میں رہ کر انکے کافرانہ نظام کی اطاعت کر رہا ہے، اور انہیں کی کافر عدالتوں میں اپنے فیصلے لے جاتا ہے، چنانچہ آج کے تکفیری خوارج کو مسلم ملکوں میں رہ کر اذان اور تلاوت کی آواز پسند نہیں ہے اسی لئے وہ کلیسا کی آواز سننے چلے گئے۔

اب انہیں ایسی سرزمین پسند ہے جہاں صلیب بلند کئے جاتے ہیں، جہاں کلیسا میں گھنٹیاں بجائی جاتی ہیں، جہاں اللہ کے ساتھ علانیہ کفر کیا جاتا ہے۔

یہ خوارج اللہ کی اس آیت کو بھی بھول بیٹھے جس میں اللہ تبارک وتعالی نے فرمایا: ﴿إِنَّ الَّذِينَ تَوَفَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ ظَالِمِي أَنْفُسِهِمْ قَالُوا فِيمَ كُنْتُمْ قَالُوا كُنَّا مُسْتَضْعَفِينَ فِي الْأَرْضِ قَالُوا أَلَمْ تَكُنْ أَرْضُ اللَّهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوا فِيهَا فَأُولَئِكَ مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ وَسَاءَتْ مَصِيرًا﴾ ترجمہ: بے شک وہ لوگ جنھیں فرشتے اس حال میں قبض کرتے ہیں کہ وہ اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہوتے ہیں، کہتے ہیں تم کس کام میں تھے؟ وہ کہتے ہیں ہم اس سرزمین میں

نہایت کمزور تھے۔وہ کہتے ہیں کیااللہ کی زمین وسیع نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کر جاتے؟ تو یہ لوگ ہیں جن کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ لوٹنے کی بری جگہ ہے۔

اگر وہ کہتے ہیں کہ ہمیں تنگ کیا جاتا ہے تو ہم کہیں گے کہ تم نے خود اپنے پاؤں پر کلہاڑی ماری ہے، اگر تم بھی عام مسلمانوں کی راہ پر ہوتے تو تمہیں بھی کوئی تنگی نہیں ہوتی،لیکن اگر ہٹ دھرم خارجی یہ تسلیم نہ کرے تو اس سے کہا جائے گا کہ کافرملکوں کے علاوہ دوسرے مسلم مما لک بہت ہیں، وہاں بھی جانا اور ٹھہرنا تمہارے لئے آسان تھا،اسکے باوجود تم بلاد کفر میں کیوں چلے گئے؟!

تم ایک طرف عوام کو بھڑکانے کیلئے صلیبی مما لک پر لعنت بھیجتے ہو دوسری طرف انہیں ملکوں میں جا کر مقیم ہوتے ہو،ان ملکوں کو بلاد الشیطان کہتے ہو مگر مہینے کے آخر میں سرکاری دفاتر کے سامنے جا کر لائن لگا کر کھڑے ہو جاتے ہو اور انہیں صلیبی حکومتوں سے ماہانہ مشاہراہ لیتے ہو، جسے تم خود کھاتے ہو اور اپنے بچوں کو بھی کھلاتے ہو،اللہ تعالی ابن کثیر پر رحم فرمائے انہوں نے کہا ہے: اس قسم کے لوگ بنی آدم میں سب سے عجیب وغریب ہیں۔

معاصر خوارج نے صرف ہجرت کا حکم دینے ہی پر اکتفا نہیں کیا ہے بلکہ اس باب میں کتابیں بھی تصنیف کی ہیں، اس باب میں باقاعدہ ایک رسالہ لکھا گیا ہے بطور خاص بلاد توحید کے ایک شخص کیلئے جس کے اندر یہاں سے ہجرت کرنے کا حکم دیا گیا ہے، اس کتاب کا نام ہے: [الإعلام بوجوب الهجرة من دار الكفر]۔

اس کتاب کے اندر کہتا ہے: ان مختصر سطور میں دراصل اسی مسئلے کی وضاحت کی گئی ہے اور اسی پر دھیان دیا گیا ہے کہ دارالکفر سے دارالاسلام کی طرف ہجرت کرنا واجب ہے، اور اس راہ میں یہ پہلا قدم ہے، مومنوں اور طاغوتوں کے درمیان کا راستہ ہے، انبیاء وصدیقین اور شہداء وصالحین کا راستہ ہے، اور شاید یہ چند سطور اس راہ پر چلنے والوں کیلئے مشعل راہ بن جائیں۔

ہاں کوئی یہ گمان نہ کرے کہ اس بندے نے مکہ اور مدینہ کو مستثنی کر دیا ہوگا بلکہ بیک لفظ کتاب کے آخر میں کہتا ہے: اور جہاں تک احکام القرآن کے اندر ابو بکر ابن العربی کے اس قول کا تعلق ہے کہ مکہ قیامت تک دار الاسلام رہے گا، اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ اس پر کوئی مطلق دلیل نہیں ہے، اور نہ ہی صحابہ سے کوئی اثر ہے، اور نہ ہی اس سلسلے میں ان سے کچھ معروف ہے، اور نہ ہی انکے بعد سلف سے اس تعلق سے کچھ مروی ہے۔ چنانچہ مکہ بھی دوسری جگہوں کی طرح ایک جگہ ہے، اس پر بھی دار کفر کا اطلاق ہوسکتا ہے، جس طرح دار الاسلام کا اطلاق ہوتا ہے۔

اور اس نے اپنے پیروکاروں کو نصیحت کی ہے کہ پولیس کے ہاتھوں پکڑے جانے کی صورت میں پورے طور پر ان کا مقابلہ کیا جائے اور اس پر بہت سارے دلائل دیئے ہیں، مگر جب یہ خود پولیس کے ہتھے چڑھا ہے تو انکے سامنے دونوں ہاتھ اوپر کر دیا، ایک بھی گولی نہیں چلایا، اور نہ ہی ایک منٹ مقابلہ کیا، جبکہ اپنے ساتھیوں کو مارنے مرنے کا حکم دیتا تھا۔

اس رسالے کا مصنف اسی ملک کا ایک فرد ہے، یہاں پر اس نے توحید کا درس لیا ہے، اور شرعی علوم میں تخصص کیا ہے، مگر خارجیت کا شراب پینے کے بعد آ کر کہتا ہے کہ مکہ اور مدینہ دار کفر ہے۔

اور عجیب بات یہ ہیکہ اس نے دوسروں کو یہاں سے ہجرت کی دعوت دی ہے مگر خود ہجرت نہیں کی ہے، اسی طرح اس نے خودکش بمباری کرنے کے جواز میں کتاب لکھی ہے اور اس کتاب کے فرنٹ پیج پر اللہ تعالی کے اس قول کو لکھا ہے: ﴿قَالَ هُمْ أُولَاءِ عَلَىٰ أَثَرِي وَعَجِلْتُ إِلَيْكَ رَبِّ لِتَرْضَىٰ﴾ ترجمہ: کہا وہ یہ میرے نشان قدم پر ہیں اور میں تیری طرف جلدی آگیا اے میرے رب! تاکہ تو خوش ہو جائے۔

مگر خود اس نے اب تک خودکش بمباری نہیں کی ہے، اور اپنے ساتھیوں کو پولیس کے ہاتھوں پکڑے جانے کی صورت میں مقابلہ کرنے کیلئے کہا ہے، مگر جب خود پولیس کے ہاتھوں پکڑا گیا تو ایسا کچھ

نہیں کیا۔

کیا یہ عجیب بات نہیں ہے کہ دوسروں کو ہجرت کرنے کیلئے ابھارو اور خود اسی جگہ پڑے رہو، اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کیلئے مسلمان نوجوانوں کو خودکش بمباری کیلئے بھڑکاؤ اور خود یہ (نیک) کام کرنے سے بھاگو۔

ایسے شخص کی مثال حمص کے اس شخص کی طرح ہے جس کا قصہ ادب کی کتابوں میں کچھ اس طرح بتایا جاتا ہے کہ ایک دن اس نے زہد وتقوی پر جمعہ کا خطبہ دیا، اور اس پر لوگوں کو ابھارا، اس کا گھر مسجد کے بغل ہی میں تھا، اس کی بیوی خطبہ سن رہی تھی، اس نے سوچا کہ یہ دنیا سے بے رغبت ہو چکے ہیں، اس لئے اس نے سارا غلہ صدقہ کر دیا جب وہ گھر آیا اور کھانے اور غلے کے بارے میں پوچھا تو بیوی نے کہا: تم کو زہد پر تقریر کرتے سنا تو میں سمجھی کہ اب تم بے رغبت ہو چکے ہو اسلئے میں نے صدقہ کر دیا، تو اس نے اپنی بیوی سے کہا: میرا یہ خطبہ اہل حمص کیلئے تھا نہ کہ تمہارے لئے۔

آخر اس خارجی کو کیا اللہ کے رسول ﷺ کی یہ حدیث معلوم نہیں تھی جس میں آپ ﷺ فرماتے ہیں: فتح مکہ کے بعد اب کوئی ہجرت نہیں ہے۔

اسی طرح آپ ﷺ فرماتے ہیں: اور مدینہ ان کے لئے بہتر ہوگا اگر وہ اسے جان لیتے۔

اسی طرح ایک حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ، قَالَ: "إِنَّ الإِيمَانَ لَيَأْرِزُ إِلَى الْمَدِينَةِ كَمَا تَأْرِزُ الْحَيَّةُ إِلَى جُحْرِهَا".

ترجمہ: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (قیامت کے قریب) ایمان مدینہ میں اس طرح سمٹ آئے گا جیسے سانپ سمٹ کر اپنے بل میں آجایا کرتا ہے۔

جبکہ ابن لادن اور اسکے پیروکار کہتے ہیں کہ کفر مدینہ میں سمٹ جائے گا، بلکہ اس نے تاکید سے یہ

بات کہی ہے کہ بلاد توحید دارکفر ہے۔

بلکہ ابن لادن نے تمام لوگوں کو مکہ اور مدینہ سے ہجرت کی دعوت دیتے ہوئے کہا ہے: اے اہل حل وعقد! اللہ سے ڈرو، اپنی ذات کو لیکر اور پوری امت کو لیکر، اور جسے طاقت ہو وہ وہاں سے ہجرت کرجائے، اور وہی قیود سے آزاد ہوجائے، نفسیاتی دباؤ سے خود کو آزاد کرلے، تاکہ امت کے تئیں جو ذمیداریاں ہیں انہیں پورا کرسکے، ورنہ معاملات مزید پیچیدہ ہوجائیں گے، اسلئے اپنے واجب کو پورا کرنے کیلئے کھڑے ہوجاؤ اور جوموقف تم سے فوت ہوگیا اسکی تلافی کیلئے جلدی کرو۔

دیکھیں ابن لادن ہمیں بلاد حرمین شریفین سے ایسے ملک کی طرف ہجرت کرنے کیلئے حکم دے رہا ہے جہاں شرک وبدعات کے اڈے ہیں، جہاں (افغانستان) مزارات اور قبوں وخانقاہوں کا بازار ہے، ایسے ملک سے جہاں پر قواعد اربعہ، کتاب التوحید اور کتب حدیث کی تعلیم ہوتی ہے ایسے ملک کی طرف ہجرت کی بات کرتا ہے جہاں صوفی دیوبندی قبر پرست طالبان جاہلوں کا قبضہ ہے۔

سب کو یہ معلوم ہونا چاہئے کہ یہ ضلالت اور گمراہی نیز نادانی اور جہالت میں اس قدر ڈوبے ہوئے ہیں کہ اس خطبے پر ابھی چند سال نہیں گزرے تھے کہ ابن لادن اور اسکے خارجی ساتھیوں نے اپنی حماقت سے افغانستان کو تہس نہس کروادیا، اور کافر صلیبی ملکوں کو اپنی بیوقوفیوں سے بلوا کر پورے ملک پر قبضہ دلوادیا اور آج تک اسے تباہ کیا جارہا ہے۔

چودھواں اصول: متقدمین خوارج کے اصول اور انکی صفات میں سے ذمیوں کا قتل کرنا ہے

یہ دین اسلام کے بدیہی احکام میں سے ہے کہ جب معصوم جان کہا جاتا ہے تو اس میں مومنوں کے ساتھ اہل ذمہ کے خون بھی داخل ہو جاتے ہیں، بلکہ اس میں حربی کافر کی عورتیں اور انکے بچے میں داخل مانے جاتے ہیں، اسی طرح وہ مرد بھی آجاتے ہیں جو لڑائی کے قابل نہ ہوں جیسے بزرگ ترین مرد اور راہب وغیرہ۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: اصل یہی ہے کہ آدمی کا خون معصوم ہے، ناحق اسے قتل نہیں کیا جاسکتا، اور کفر کی وجہ سے قتل کرنا ان امور میں سے نہیں ہے جن پر شریعتیں متفق ہیں، اور نہ ہی یہ قصاصاً قتل کی طرح ہے، کیونکہ یہ ان امور میں سے ہے جن میں نہ تو شریعتوں کا اختلاف ہے اور نہ انسانی عقلوں کا، اور شروع اسلام میں ایک کافر کا خون بھی معصوم تھا اسکی اصلی عصمت کی بنیاد پر، اور اس وجہ سے بھی کہ اللہ تعالی نے مومنوں کو کافروں سے لڑائی کرنے سے روکا تھا، اسی طرح ان لوگوں کا خون جیسے اس قبطی کا خون جسے سیدنا موسی نے قتل کر دیا تھا، اور اس کافر کا خون جس تک دعوت دین نہ پہونچا ہو، حالانکہ سیدنا موسی نے اسے دنیا اور آخرت میں گناہ گردانا تھا، جب کہ ان کا قتل قتل خطا شبہ عمد تھا، یا محض قتل خطا تھا نہ کہ محض قتل عمد۔

اور ذمیوں کا قتل کرنا متقدمین خوارج کے اصول میں سے ہے، اور حدیث کے اندر ہے:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُثْمَانَ بْنِ خُثَيْمٍ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عِيَاضِ بْنِ عَمْرٍو الْقَارِيِّ قَالَ جَاءَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ شَدَّادٍ فَدَخَلَ عَلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا وَنَحْنُ عِنْدَهَا جُلُوسٌ مَرْجِعَهُ مِنْ الْعِرَاقِ لَيَالِيَ قُتِلَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَقَالَتْ لَهُ يَا عَبْدَ اللَّهِ بْنَ شَدَّادٍ: فَقَدْ قَتَلَهُمْ فَقَالَ وَاللَّهِ مَا بَعَثَ إِلَيْهِمْ حَتَّى قَطَعُوا السَّبِيلَ وَسَفَكُوا الدَّمَ

وَاسْتَحَلُّوا أَهْلَ الذِّمَّةِ فَقَالَتْ أَاللَّهِ قَالَ أَاللَّهِ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ لَقَدْ كَانَ۔

ترجمہ: عبید اللہ بن عیاض کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے چند روز بعد حضرت عبد اللہ بن شداد رضی اللہ عنہ عراق سے واپس آ کر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے، اس وقت ہم لوگ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس ہی بیٹھے ہوئے تھے، ۔۔۔۔اسی روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان سے فرمایا عبد اللہ بن شداد! کیا انہوں نے پھر قتال کیا ان لوگوں سے؟ انہوں نے جواب دیا کہ اللہ کی قسم! حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس وقت تک ان کے پاس اپنا کوئی لشکر نہیں بھیجا جب تک انہوں نے مذکورہ معاہدے کو ختم نہ کر دیا انہوں نے ڈاکے ڈالے، لوگوں کا خون ناحق بہایا، اور ذمیوں پر دست درازی کو حلال سمجھا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کیا بخدا! ایسا ہی ہوا ہے؟ انہوں نے کہا جی ہاں! اس اللہ کی قسم! جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں، ایسا ہی ہوا ہے۔

اوران کے نزدیک ذمیوں کو قتل اسلئے کیا جاتا ہے کہ ان کا کوئی عہد نہیں، اور جو انہیں عہد دیتا ہے وہ حاکم کافر ہے، اور کافر کے امان کا کوئی شمار نہیں، اور معاصر خوارج بھی اپنے اجداد کے اسی روش پر چل رہے ہیں اور انہیں سے رہنمائی حاصل کر رہے ہیں۔

اس تعلق سے کئی رسالے لکھے گئے انہیں میں سے یہ کتاب بھی ہے: [إرشاد الحياری فی إباحة دماء النصاری فی جزیرة العرب] اس کتاب کا مولف حفید ابی بصیر ہے، اسی طرح مقدسی کی یہ کتاب بھی ہے: [براءة الموحدين من عهود الطواغيت وأمان المرتدين]۔

اور ہمارے زمانے کے خوارج کے افعال سے یہ واضح ہوتا ہے کہ یہ اس اصول پر سختی سے عمل کرتے ہیں۔

اور اخوانیوں کی جماعت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس قول میں شامل ہے:

عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: جَاءَ نَاسٌ مِنَ الْأَعْرَابِ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ عَلَيْهِمُ الصُّوفُ، فَرَأَى سُوءَ حَالِهِمْ قَدْ أَصَابَتْهُمْ حَاجَةٌ، فَحَثَّ النَّاسَ عَلَى الصَّدَقَةِ، فَأَبْطَئُوا عَنْهُ حَتَّى رُئِيَ ذَلِكَ فِي وَجْهِهِ، قَالَ: ثُمَّ إِنَّ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ جَاءَ بِصُرَّةٍ مِنْ وَرِقٍ، ثُمَّ جَاءَ آخَرُ، ثُمَّ تَتَابَعُوا حَتَّى عُرِفَ السُّرُورُ فِي وَجْهِهِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: "مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَعُمِلَ بِهَا، بَعْدَهُ كُتِبَ لَهُ مِثْلُ أَجْرِ مَنْ عَمِلَ بِهَا، وَلَا يَنْقُصُ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْءٌ، وَمَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً سَيِّئَةً فَعُمِلَ بِهَا، بَعْدَهُ كُتِبَ عَلَيْهِ مِثْلُ وِزْرِ مَنْ عَمِلَ بِهَا، وَلَا يَنْقُصُ مِنْ أَوْزَارِهِمْ شَيْءٌ ".

ترجمہ: سیدنا جریر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ کچھ دیہاتی لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے وہ کمبل پہنے ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا برا حال دیکھا اور ان کی محتاجی دریافت کی تو لوگوں کو رغبت دلائی صدقہ دینے کی۔ لوگوں نے صدقہ دینے میں دیر کی یہاں تک کہ اس بات کا رنج آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے پر معلوم ہوا، پھر ایک انصاری شخص ایک تھیلی روپیوں کی لے کر آیا، پھر دوسرا آیا یہاں تک کہ تار بندھ گیا (صدقے اور خیرات کا)، آپ ﷺ کے چہرے پر خوشی معلوم ہونے لگی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو شخص اسلام میں اچھی بات نکالے (یعنی عمدہ بات کو جاری کرے جو شریعت کی رو سے ثواب ہے) پھر لوگ اس کے بعد اس پر عمل کریں تو اس کو اتنا ثواب ہوگا جتنا سب عمل کرنے والوں کو ہوگا اور عمل کرنے والوں کے ثواب میں کچھ کمی نہ ہوگی اور جو اسلام میں بری بات نکالے (مثلاً بدعت یا گناہ کی بات) اور لوگ اس کے بعد اس پر عمل کریں تو تمام عمل کرنے والوں کے برابر گناہ اس پر لکھا جائے گا اور عمل کرنے والوں کا گناہ کچھ کم نہ ہوگا۔“

چنانچہ یہ پہلے لوگ ہیں جنہوں نے ذمیوں کو قتل کرنے کی سنت قائم کی وہ بھی دین اور تقرب الٰہی سمجھ کر، اللہ جہالت اور نفس پرستی کا برا کرے کیسے معبود الٰہی سے ایسی چیز کے ذریعے تقرب حاصل کیا جاتا

ہے.جس پر سخت وعید آئی ہوئی ہے، جیسا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَ: "مَنْ قَتَلَ نَفْسًا مُعَاهَدًا لَمْ يَرِحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ، وَإِنَّ رِيحَهَا لَيُوجَدُ مِنْ مَسِيرَةِ أَرْبَعِينَ عَامًا".

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص ایسی جان کو مار ڈالے جس سے عہد کر چکا ہو (اس کی امان دے چکا ہو) جیسے ذمی، کافر کو تو وہ جنت کی خوشبو بھی نہ سونگھے گا (چہ جائے کہ اس میں داخل ہو) حالانکہ بہشت کی خوشبو چالیس برس کی راہ سے معلوم ہوتی ہے۔"

ذمیوں کے قتل کرنے کے تعلق سے خوارج کی کتابوں میں کچھ طریقے بتائے گئے ہیں جن میں چند کا ذکر ذیل میں درج ہے:

محمود صباغ کہتا ہے: کار بم سے کمپنی (شركات شيكوريك) اور کمپنی (الشركة الشرقية للإعلانات) کو اڑا دیا گیا، جس کے اندر موقع ہی پر شہید خولی چل بسے، قاہرہ کے اندر یہ سب سے بڑا دھماکہ تھا، اسی طرح کمپنی (شركة أراضي الدلتا) کو بھی کار بم سے اڑایا گیا۔

دراصل ان کمپنیوں کو اس لئے ٹارگٹ کیا گیا کیونکہ ان کے مالکان مصری یہودی تھے جو ذمیوں میں سے تھے، جس کا مقصد یہودیوں کو یہ بتانا تھا کہ قیام اسرائیل سے ان کا بڑا خسارہ ہوگا۔

(جبکہ صحیح بات یہ بتائی جاتی ہے کہ صہیونیوں کی طرف سے پیسے دیکر مصری یہودیوں پر ایسے حملے کروائے جاتے تھے تاکہ وہ مصر چھوڑ کر فلسطین چلے جائیں کیونکہ اس وقت مصری یہودی بہت مالدار تھے۔مترجم)۔

اور اسی جماعت کے اصولوں پر القاعدہ اور داعش والے بھی عمل کر رہے ہیں، بطور خاص القاعدہ والے، چنانچہ اسکے تکفیری بمباروں کے ذریعے دو دہائی قبل کچھ رہائشی عمارتوں پر حملے کئے گئے، اس

حدیث کو بنیاد بنا کر جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مشرکین کو جزیرہ عرب سے نکال دو۔ ان دھماکوں میں سینکڑوں مسلمان شہید ہو گئے۔

پندرہواں اصول: متقدمین خوارج کے اصول اور انکی صفات میں سے حاکم کی بیعت توڑ کر آپس میں کسی سے بیعت کرنا

امام طبری نے کہا: ''لما خرج الخوارج فی زمن علی اجتمعوا فی بیت الراسبی ، وخطب فيهم عبدالله بن وهب، ثم قال مرة بن سنان الأسدي: يَا قوم، إن الرأي مَا رأيتم، فولوا أمركم رجلا مِنْكُمْ، فإنه لا بد لكم من عماد وسناد وراية تحفون بِهَا، وترجعون إِلَيْهَا فعرضوها عَلَى زَيْد بن حصين الطَّائِيّ فأبى، وعرضوها عَلَى حُرْقُوص بن زهير فأبى، وعلى حمزة بن سنان وشريح بن أوفى العبسي فأبيا، وعرضوها عَلَى عَبْد الله ابن وهب، فَقَالَ: هاتوها، أما وَاللَّهِ لا آخذها رغبة فِي الدُّنْيَا، وَلا أدعها فرقا من الموت فبايعوه''۔ ترجمہ: سیدنا علی کے زمانے میں جب خوارج نے خروج کیا تو راسبی کے گھر میں وہ اکٹھا ہوئے، عبداللہ بن وہب نے ان کے درمیان خطاب کیا، اسکے بعد مرہ بن سنان اسدی نے کہا: اے لوگو! میری رائے بھی وہی ہے جس کا فیصلہ تم نے کرلیا ہے، اب اپنے اندر سے ایک شخص کو اپنا امیر چن لو، کیونکہ تمہارا بھی ایک ستون اور جھنڈا ہونا ضروری ہے، جو تمہارا سہارا بنے گا اور جس کی طرف تم رجوع کروگے، چنانچہ ان لوگوں نے امارت کو زید بن حصین طائی پر پیش کیا جس نے انکار کردیا، پھر حرقوص بن زہیر پر پیش کیا تو اس نے بھی انکار کردیا، پھر عبداللہ بن وہب پر پیش کیا تو اس نے کہا: ٹھیک ہے، میں راضی ہوں، مگر سن لو! اللہ کی قسم! میں اسے کسی دنیاوی رغبت کی وجہ سے نہیں لے رہا ہوں اور نہ ہی موت کے ڈر سے اسے چھوڑنے والا ہوں، چنانچہ ان لوگوں نے اس سے بیعت کرلی۔

اس کے بعد اس طرح کی خفیہ بیعت کو دورحاضر میں اخوانی جماعت نے ایجاد کیا ہے، چنانچہ یہ بھی شرعی حاکم کی بیعت کو توڑ کر اپنی جماعت میں سے کسی سے بیعت لیتے ہیں، اور یہ خفیہ بیعت ہی دراصل اس

جماعت کے اندر ام الخبائث ہے جس کی وجہ سے خارجی منہج پیدا ہوتا ہے۔

اور سب سے پہلے جس نے بیعت کی ہے وہ خود حسن بنا تھے، اور یہ واقعہ بتاتا ہے کہ ان کی نظر شروع ہی سے کرسی اور اقتدار پر رہی ہے۔

چنانچہ اخوانی جماعت کے چوتھے مرشد محمد حامد ابو النصر نے حسن بنا سے اپنی بیعت کا طریقہ بیان کیا ہے، جس میں انہوں نے حسن بنا سے مخاطب ہو کر کہا: جو باتیں آپ بتا رہے ہیں وہ سب عموما خطباء، علماء اور واعظین کی طرف سے آتی رہتی ہیں، مگر اس سے مسلمان اپنے ماضی کے مجد و شرف کو حاصل نہیں کر سکتے۔

یہ سن کر حسن بنا نے پوچھا: پھر تم کیا سمجھتے ہو؟ اس وقت میرا ریوالور میرے ساتھ تھا، میں نے ان سے کہا: امت مسلمہ کو انکے روشن ماضی کی طرف لے جانے کا صرف یہی ایک وسیلہ ہے، یہ کہہ کر میں نے اپنے ریوالور کی طرف اشارہ کیا، یہ سن کر آپ کا چہرہ خوشی سے دمکنے لگا، لگتا تھا وہ اپنی اصلی مراد پا گئے، پھر مجھ سے کہا: پھر کیا ہوگا؟ میں سوچتا ہی رہا کہ آپ نے اپنے بیگ سے مصحف شریف نکالا اور پھر مصحف اور ریوالور کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ کیا تم ان دونوں پر عہد لو گے؟ میں نے کہا: بالکل پوری طاقت سے، ایسی طاقت جسے میں بیان نہیں کرسکتا! ایسا لگتا ہے کہ میں اس وقت فیضان الہی میں ڈوبا ہوا ہوں! اور ابدی سعادت محسوس کر رہا ہوں!

اور جب مذکورہ شکل میں بیعت پوری ہوگئی تو آپ نے مبارکبادی دیتے ہوئے کہا: مبارک ہو، تمہاری سرزمین میں یہ پہلی بیعت ہے۔

یہ بیعت ۱۹۳۴ء کے اندر چوتھے مرشد کے گاؤں منفلوط میں ہوئی تھی جیسا کہ انہوں نے خود بیان کیا ہے۔

آپ ان کے ان کلمات پر غور کریں: (آپ کا چہرہ خوشی سے دمکنے لگا، لگتا تھا وہ اپنی اصلی مراد پا گئے)۔

اور جہاں تک ان کے اس قول کا تعلق ہے: (ایسا لگتا ہے کہ میں اس وقت فیضان الٰہی میں ڈوبا ہوا ہوں! اور ابدی سعادت محسوس کر رہا ہوں!)۔

تو یہ تلبیس ابلیس ہے، کیونکہ اللہ تعالی اس دین کی مدد کسی ایسے طریقے سے نہیں کرسکتا جس کی شدید ممانعت آئی ہو اور اس پر سختی بھی کی گئی ہو۔

اخوانی جماعت کے نزدیک بیعت کا طریقہ:

محمود صباغ بیعت کی کیفیت اور اسکی تفصیل بتاتے ہوئے کہتا ہے: بیعت والے کمرے میں داخل ہوتا ہے جس کی روشنی بجھی ہوتی ہے، سامنے سفید لباس میں ملبوس ایک ایسے شخص سے سامنا ہوتا ہے جس کا پورا بدن سر سے لیکر پیر تک ڈھکا ہوتا ہے، اسی سے جہاد پر بیعت لی جاتی ہے یہاں تک کہ اللہ اسلام کو غالب کر دے یا اسی راہ میں وہ ہلاک ہو جائے، پھر وہ شخص ایک ریوالور نکالتا ہے، اور عہد لینے والے سے مطالبہ کرتا ہے کہ اس مصحف کو محسوس کرو جس پر بیعت لی گئی ہے۔

پھر اس سے کہا جاتا ہے: اگر تم نے اس عہد کو توڑ دیا یا اس راز کو فاش کر دیا تو تمہارا ٹھکانہ جہنم ہوگا اور وہ کیا ہی برا ٹھکانہ ہے، آگے کہتا ہے: بعد میں مجھے پتہ چلا کہ بیعت لینے والا جو اپنے پورے بدن کو ڈھکے ہوئے تھا وہ صالح عشماوی تھے جو اس وقت اخوان المسلمین کے ریکٹر تھے۔

ایک بند کمرے میں مذکورہ طریقے سے خفیہ بیعت لینے کو اخوانیت کی تاریخ لکھنے والے تقریبا ہر مورخ نے بیان کیا ہے، چنانچہ محمود عساف نے بھی اسی طریقے کو بیان کرتے ہوئے لکھا ہے: میں اور عبدالعزیز کامل جو عبدالناصر کے دور میں نائب وزیر اعظم تھے، بیعت کی ادائیگی کیلئے گئے، پھر اسکے بعد بدن ڈھکے ہوئے مجہول شخص کا ذکر کیا پھر اس کے بعد کہا: جب ہم کمرے سے باہر آئے تو ہم میں سے ہر ایک غصے سے بھرا ہوا تھا، عبدالعزیز نے کہا: یہ تو ایسا رسم ہے جسے خفیہ تحریکیں انجام دیتی ہیں جیسے ماسونی اور بہائی تحریکیں، ایسے طریقوں کا اسلام میں کوئی اصل اور بنیاد نہیں ہے، تنظیم خاص میں ہم لوگ مشیر تھے،

ان کی مجلسوں میں حاضر ہوتے تھے، اور امام اس بیعت کو جانتا تھا۔

چنانچہ ایسی بیعت جو تاریک کمرے میں ہو، ماحول کو خوفناک اور بھیانک بنادیا گیا ہو، ساتھ ریوالور اور مصحف پر دھمکی آمیز انداز میں مرنے کٹنے پر بیعت لی جارہی ہو، اور دوزخ کی دھمکیاں سنائی جارہی ہوں، ایسے عہدو پیمان ماسونی تحریکوں کے اندر ہوتا ہے۔

[الماسونية فى العراء] کے مصنف لکھتے ہیں: اگر کوئی نوجوان اس جماعت میں نیانیا داخل ہوتو اس سے بیعت لینے کا طریقہ یہ ہیکہ وہ ایک تاریک کمرے میں جائے گا، جسے تدبر والا کمرہ کہتے ہیں، وہ اپنی آنکھوں کو بند رکھے گا، اس سے کہا جائے گا: تم ایک سخت امتحان کا سامنا کرنے جارہے ہو، پھر اسے کتاب مقدس انجیل یا قرآن کی قسم دلائی جائے گی، قسم کے بعد وہ اپنی آنکھ کھولے گا، تو وہاں کمرے میں بہت ساری تلواریں دیکھے گا، اس سے کہا جائے گا: یہ تلواریں ضرورت کے وقت تمہاری دفاع کیلئے ہیں، اسی طرح تمہیں مارنے کیلئے بھی ہیں اگر تم اس عہدو پیمان کی خیانت کروگے۔

اخوانیت چھوڑنے والے ثروت خرباوی کہتے ہیں: اخوانی جس خفیہ بیعت کا رسم ادا کرتے ہیں یہ مکمل طور پر ماسونیوں سے ماخوذ ہے، جو طریقہ امریکی اسکالر جی کی کتاب: [الاسطورة الماسونية] میں وارد ہوا ہے۔

یہ بدعتی بیعت ہے، حاکم وقت کی نافرمانی اور بغاوت ہے، مسلمانوں کی جماعت سے اختلاف کرنا ہے، اور ایسے شخص سے بیعت لینا ہے جو مجہول ہے اور اسکی کوئی طاقت نہیں ہے، اور مسلمان حاکم کی موجودگی میں اسے کوئی قدرت حاصل نہیں ہے، اسی تعلق سے حدیث میں آیا ہے:

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: "إِذَا بُويِعَ لِخَلِيفَتَيْنِ فَاقْتُلُوا الآخَرَ مِنْهُمَا".

ترجمہ: سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب

دو خلیفہ سے بیعت کی جائے تو جس سے اخیر میں بیعت ہوئی ہو اس کو مار ڈالو۔" (اس لیے کہ اس کی خلافت پہلے خلیفہ کے ہوتے ہوئے باطل ہے)۔

اور بیعت کے اندر قسم دلانا بھی بدعت ہے، اس طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی کسی سے کوئی بیعت نہیں لی ہے، اس طرح کی بیعت سب سے پہلے حجاج نے لی تھی، عموما خلفاء کی بیعت میں اس طرح کی قسم نہیں ہوتی ہے، جیسا کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس طرح کی بیعت سب سے پہلے حجاج نے ایجاد کی ہے، کہ اس کے زمانے میں لوگ عبدالملک بن مروان کیلئے بیعت کے وقت قسم کھاتے تھے۔

اس وقت القاعدہ اور داعش کے ممبران نے اس طرح کی بیعت اخوانی جماعت سے لی ہے، فرق یہ ہیکہ یہ لوگ بیعت علانیہ لیتے ہیں اور وہ لوگ خفیہ بند کمرے میں لیتے ہیں جہاں روشنی بھی نہیں ہوتی۔

چنانچہ داعش اور القاعدہ کے بیانات اس تعلق سے اس قدر زیادہ ہیں جو اس بات کی تاکید کرتے ہیں کہ یہ بھی اپنے اجداد کی روش پر قائم ہیں، یہ تنظیم التوحید والجہاد ہے جسے عراق کے اندر ابومصعب زرقاوی چلاتا تھا، اس نے ابن لادن سے بیعت کی تمام دنیا کے سامنے: "شیخ اسامہ بن لادن کی قیادت میں القاعدہ تنظیم کی بیعت کی صراحت: امیر ابومصعب زرقاوی نے شیخ المجاہدین اسامہ بن لادن سے بیعت لیتے ہوئے کہا: میں شیخ المجاہدین اسامہ بن لادن سے جماعۃ التوحید والجہاد کے امیر کی حیثیت سے بیعت لیتا ہوں کہ جہاد کی خاطر ہر حال میں سمع وطاعت کروں گا، اللہ کی قسم! اے مجاہدوں کے شیخ! اگر آپ ہمیں دریا میں کودنے کا بھی حکم کریں گے تو ہم دریا میں بھی آپ کے ساتھ کود جائیں گے، جب ہمیں کوئی حکم کریں گے تو ہم سنیں گے، اور جب روکیں گے تو ہم رک جائیں گے، اصلی کفار اور مرتدین کے خلاف اسلامی لشکر کیلئے کیا ہی بہتر قائد ہیں آپ۔

عجیب بات یہ ہیکہ ابن لادن ایک رعایا اور مامور ہے نہ کہ امیر اور حاکم، وہ افغانستان کے اندر

رہتا ہے جہاں پر طالبان کی حکومت ہے۔

اسی طرح داعشی خوارج نے بغدادی حرقوص سے بھی بیعت کی ہے جو کہ ثابت ہے، اور آن لائن بہت سے نوجوانوں نے اس مجہول الحال والعین بغدادی سے بیعت کی ہے۔

ان خفیہ بیعتوں پر شرعی اعتراضات درج ذیل ہیں:

۱- ایسی بیعتیں شرعی نصوص کے صریح مخالف ہیں، شیخ ابن باز سے اس طرح کی بیعت کے تعلق سے سوال کیا گیا:

سوال: اس وقت بعض فرقے اپنے امیروں سے بیعت لیتے ہیں اور انکے لئے سمع وطاعت کو واجب سمجھتے ہیں، حالانکہ وہ شرعی حاکم کے ماتحت کسی نہ کسی ملک میں ہوتے ہیں، تو کیا اس طرح کی بیعت جائز ہے؟ یعنی کیا ایک ہی شخص کی گردن میں متعدد بیعت ہو سکتی ہے؟ اور اس طرح کی بیعت کہاں تک درست ہے؟

جواب: اس پر آپ نے جواب دیا کہ اس طرح کی بیعت باطل ہے، ایسا کرنا جائز نہیں ہے؛ کیونکہ اس سے اختلاف وانتشار ہوگا اور بہت سارے فتنہ وفساد کا سبب بنے گا، نیز حکام کے خلاف بغیر کسی شرعی عذر کے خروج اور بغاوت کا باعث ہوگا۔

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ حدیث ثابت ہے:

عَنِ الْعِرْبَاضَ بْنَ سَارِيَةَ، قَالَ: صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْنَا فَوَعَظَنَا مَوْعِظَةً بَلِيغَةً ذَرَفَتْ مِنْهَا الْعُيُونُ وَوَجِلَتْ مِنْهَا الْقُلُوبُ، فَقَالَ قَائِلٌ: يَا رَسُولَ اللَّهِ كَأَنَّ هَذِهِ مَوْعِظَةُ مُوَدِّعٍ، فَمَاذَا تَعْهَدُ إِلَيْنَا؟ فَقَالَ:أُوصِيكُمْ بِتَقْوَى اللَّهِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ، وَإِنْ عَبْدًا حَبَشِيًّا فَإِنَّهُ مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ بَعْدِي فَسَيَرَى اخْتِلَافًا كَثِيرًا، فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الْمَهْدِيِّينَ

الرَّاشِدِينَ تَمَسَّكُوا بِهَا وَعَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ، وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُورِ فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ".

ترجمہ: سیدنا عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی، پھر ہماری طرف متوجہ ہوئے اور ہمیں دل موہ لینے والی نصیحت کی جس سے آنکھیں اشک بار ہوگئیں، اور دل کانپ گئے، پھر ایک شخص نے عرض کیا: اللہ کے رسول! یہ تو کسی رخصت کرنے والے کی سی نصیحت ہے، تو آپ ہمیں کیا وصیت فرما رہے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں تمہیں اللہ سے ڈرنے، امیر کی بات سننے اور اس کی اطاعت کرنے کی وصیت کرتا ہوں، خواہ وہ کوئی حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو، اس لیے کہ جو میرے بعد تم میں سے زندہ رہے گا عنقریب وہ بہت سے اختلافات دیکھے گا، تو تم میری سنت اور ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کے طریقہ کار کو لازم پکڑنا، تم اس سے چمٹ جانا، اور اسے دانتوں سے مضبوط پکڑ لینا، اور دین میں نکالی گئی نئی باتوں سے بچتے رہنا، اس لیے کہ ہر نئی بات بدعت ہے، اور ہر بدعت گمراہی ہے"۔

۲- یہ گناہ کبیرہ ہے، اور اسکی دلیل یہ ہیکہ جو حاکم کی اطاعت کے جوئے کو اتار پھینکے اسے تلوار سے مارنے کا حکم ہے، گویا شریعت میں اس پر سزا مرتب کی گئی ہے۔

۳- ہر وہ شخص جو ان کے راز کا انکشاف کرے اسے اللہ کی قسم دلا کر کہا گیا ہے کہ اسکا ٹھکانہ دوزخ ہوگا، اور وہ بہت ہی برا ٹھکانہ ہے۔

سولھواں اصول: متقدمین خوارج کے اصول اور انکی صفات میں سے ایک یہ ہیکہ ان کا اصل مقصد دولت کا حصول ہے، مسلمانوں کے مال کو حلال کرنا ہے خواہ وہ کسی بھی طریقے سے ہو، اور اسی کی وجہ سے یہ خروج بھی کرتے ہیں، گرچہ وہ اظہار کچھ بھی کریں

خوارج کے جدامجد ذوالخویصرہ نے مال کی چمک ہی کو دیکھ کر زبانی خروج کیا تھا، یہ بدبخت مال ہی چاہتا تھا، مگر جب اسے اپنی خواہش کے مطابق مال نہیں ملا تو مخلوق میں سب سے زیادہ انصاف کرنے والے پر ہی ظلم وجور کا الزام لگا دیا۔

ابن کثیر نے کہا: اسلام کے اندر سب سے پہلی بدعت خوارج کا فتنہ ہے، اسکا سبب دنیا طلبی ہے، چنانچہ جس وقت نبی اکرم ﷺ حنین کی غنیمت تقسیم فرمارہے تھے، اس وقت خوارج کے دادا نے سمجھا کہ آپ ﷺ انصاف نہیں کررہے ہیں، ذوالخویصرہ نے کہا -اللہ اسکی کمر توڑ دے-: انصاف سے کام لو آپ انصاف نہیں کررہے ہیں، تو اس وقت رسول اللہ ﷺ نے اس سے کہا تھا: «لَقَدْ خِبْتُ وَخَسِرْتُ إِنْ لَمْ أَكُنْ أَعْدِلُ، أَيَأْمَنُنِي عَلَى أَهْلِ الْأَرْضِ وَلَا تَأْمَنُونِي»۔ ترجمہ: میری ناکامی ہو اگر میں انصاف نہ کروں، زمینوں کا مالک مجھے مامون سمجھتا ہے اور تم لوگ مامون نہیں سمجھتے؟

حسن بصری کے پاس ایک خارجی نے آکر پوچھا: خوارج کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟ فرمایا: وہ دنیا کے طلب گار ہیں، کہا: یہ بات آپ کیسے کہہ رہے ہیں، وہ تو تلواروں سے کھلتے ہیں، اپنے اہل وعیال کو چھوڑ کر نکل جاتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ٹھیک ہے مجھے یہ بتاؤ، کیا حاکم نے اسے نماز قائم کرنے، زکاۃ دینے، حج وعمرہ کرنے سے روکا ہے؟ کہا: نہیں، فرمایا: پھر میں یہی سمجھوں گا کہ تمہیں دنیا نے روکا ہے جس کے لئے تم لڑائی کررہے ہو۔

جب خوارج نے خلیفہ راشد ذوالنورین کو قتل کردیا، تو ایک شخص نے پکارا: جس کا خون حلال ہے

اسکا مال بھی حلال ہے، ہر چیز لوٹ لو، پھر وہ سب گھر میں گھس گئے، اور ساری چیزیں لوٹ لیں، اور کہا: بھاگ لو، بھاگ لو، یہی ان لوگوں کا مقصد تھا۔ اور امام مسلم کی فقہ حدیث دیکھیں کہ آپ نے خوارج کے تعلق سے حدیثوں کو کتاب الزکاۃ میں ذکر کیا ہے کیونکہ ان کا تعلق مال ہی سے ہے گرچہ یہ دوسری چیزوں کو ظاہر کریں۔

چنانچہ انہیں میں ایک فرقہ بیہسیہ ہے جو کھل کر مسلمانوں کے قتل اور ان کے اموال کو لوٹنے کے جواز کا اعتراف کرتا ہے۔

اور اخوانی جماعت ہی نے تمام تکفیری جماعتوں کیلئے چوری اور اموال کے حلال ہونے کو سنت قرار دیا ہے، یہاں کچھ تفصیل نقل کر رہا ہوں جو انہیں کی کتابوں میں درج ہے۔

جیپ کیس:

یہ کیس میڈیا میں اسی نام سے اس وقت مشہور ہوا جب ایک گروہ کو پکڑا گیا جس کے ذریعے یہ معلوم ہوا کہ اخوانی جماعت کے اندر ایک خفیہ مسلح تنظیم ہے، اور جماعت کا ظاہری چہرہ دعوت کا ہے، جبکہ اسکا باطنی چہرہ خفیہ تنظیم کا ہے، جو مکمل طور پر خارجی اصولوں پر مبنی ہے۔

جیپ کے اندر ایسے دستاویزی اوراق ضبط کئے گئے جس میں خارجی اصول لکھے ہوئے تھے، جنکی روشنی میں انکے مجرمانہ کارروئیوں کیلئے مسلمانوں کے مال کا لوٹنا جائز ہے، اور اس جیپ کیس کو اخوانیت پر لکھنے والے ہر مورخ نے تبصرہ کیا ہے، اسلئے کہ یہ واقعہ اخوانی جماعت کیلئے بہت بڑی مصیبت بن چکی تھی، اور اسی واقعے کی وجہ سے بہت سے اراکین جماعت کو جیل، قتل، ہجرت، اموال کی ضبطی اور جماعت پر پابندی جیسے مصائب کا سامنا کرنا پڑا، اور مصری شاہی حکومت کے دوران یہ انکا پہلا بکھراؤ تھا۔

جماعت پر پابندی اور اکثر رہنماؤں کے قید ہو جانے کے بعد جماعت نے اس وقت کے وزیر اعظم نقراشی کو قتل کر دیا، اس کیس کے تعلق سے یہ مختصر باتیں تھیں، ورنہ اس پر تفصیلی گفتگو کرنے سے

جماعت کا بھیانک اور قبیح چہرہ کھل کر سامنے آجائے گا۔

مصری سیکوریٹی فورس نے ایک جیپ کار پکڑی جو جماعت کے ایک رہنما لیڈر کی تھی، اس کے اندر کچھ اوراق اور دستاویزی کاغذات تھے، جنہیں ایک جگہ سے کسی دوسری خفیہ جگہ منتقل کرنا تھا، ان اوراق نے خفیہ تنظیم کے تمام اراکین کے نام منکشف کر دیئے، اوراسی طرح بعض حوادث کا بھی علم ہوگیا جنہیں اس تنظیم نے انجام دیا تھا، اسی طرح اس جیپ کے اندر کچھ اسلحے اور دھماکہ خیز مواد بھی ملے، جنہیں کسی دوسری جگہ منتقل کرنا تھا۔

محمود صباغ کہتا ہے: جیپ کار کے اندر پکڑے گئے اوراق میں تنظیم، اسکے وسائل اور اہداف کے سارے راز منکشف ہو گئے۔

ان اوراق کی مدد سے اس تنظیم کے خلاف بہت سارے الزامات کو ثابت کرنے کا موقع ملا، اور یہ کہ یہ جماعت کیسے طاقت اور بغاوت کے ذریعے کرسی اقتدار پر قبضہ کرنا چاہتی ہے:

انہوں نے دہشت گرد تنظیم بنائی جس کے اپنے سربراہ اور سیل تھے، انہیں قتل کرنے کیلئے روحانی دروس دیئے جاتے تھے۔

اسلحوں کا استعمال کرنا اور سیاسی قتل کرنا سکھایا جاتا تھا۔

تجارتی بینکوں اور مارکیٹوں کو ڈرادھمکا کر لوٹنے کا طریقہ بتایا جاتا تھا۔(اور یہاں یہی محل شاہد ہے)

عجیب بات یہ ہیکہ مصنف نے الزامات کے آخر میں تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ مجرمانہ حادثہ اتفاقی ہے جسے نافذ نہیں کیا گیا، اور شریعت میں اصول یہ ہیکہ جس نے گناہ کی نیت کی مگر اسے کیا نہیں تو اس کے لئے نیکی لکھی جائے گی۔

یہی بات مضحکہ خیز ہے کہ اس طرح کی تکفیری اور دہشت گرد جماعتیں دو اضداد کو ایک ساتھ جمع کرتی

ہیں، چنانچہ یہ ایک طرف ایسے بھیانک اور سفاکانہ جرائم کا ارتکاب کرنے کیلئے نکلتے ہیں مگر جب گرفت میں آجاتے ہیں تو کہتے ہیں کہ اس پر نیکی ملے گی؛ اسلئے کہ جس جرم کے ارتکاب کیلئے نکلا تھا اسے عملاً کیا نہیں۔

امام نووی نے کہا: اس حدیث سے پتہ چلا کہ اس شخص سے قتال کرنے کا حکم ہے جو حاکم وقت کے خلاف خروج کرے یا مسلمانوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنے کا ارادہ کرے، اس سے روکا جائے گا، اگر وہ نہیں رکتا ہے تو اسے قتل کردیا جائے گا، یعنی اگر اسکی برائی بغیر قتل کے ختم نہیں ہوسکتی ہے تو اسے قتل کیا جائے گا، اور اسکا قتل کرنا جائز ہوگا۔

اسی کی تاکید امام ابن عبدالبر نے بھی کی ہے چنانچہ کہتے ہیں: اس باب کی تمام حدیثیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ جماعت کا چھوڑ دینا اور مسلمانوں کی جماعت سے اختلاف کرنا اور متفق علیہ حاکم کے خلاف خروج کرنا ایسا امر ہے جس سے خون بہہ سکتا ہے، چنانچہ ایسا کرنے والے سے قتال کیا جائے گا کیونکہ مسلمانوں کا متحد ہونا واجب ہے۔ اور کسی کے خون کو بہانے کیلئے اور اس سے قتال کرنے ضروری ہے کہ وہ فساد فی الارض یا قتل نفس یا مال لوٹنے، عزت وآبرو لوٹنے، حاکم کے خلاف خروج کرنے اور اسکی اطاعت نہ کرنے کا اعتقاد رکھے۔ اسی طرح اس حکم میں شادی شدہ زانی، ناحق کسی کو قتل کرنا اور مرتد بھی شامل ہے۔

علمائے اہل سنت کا یہی فیصلہ ہے ہر اس شخص کے خلاف جو اطاعت کو توڑے اور عوام کا مال لوٹے، اور وہ اس سلسلے میں شرعی دلیلوں سے استدلال کرے، اور جہاں تک ایسے جرائم پر نیکی کمانے کا مسئلہ ہے تو ایسی مضحکہ خیز بات صرف انہیں تکفیری اخوانی جماعتوں کے یہاں پائی جاتی ہے اور اسی طرح ان لوگوں کے یہاں جو ان کے منہج پر چل رہے ہیں۔

اور ان کے اس قول کے بطلان کیلئے صرف یہی حدیث کافی ہے:

عَنْ عَرْفَجَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ، يَقُولُ: "مَنْ أَتَاكُمْ وَأَمْرُكُمْ جَمِيعٌ

عَلَى رَجُلٍ وَاحِدٍ يُرِيدُ أَنْ يَشُقَّ عَصَاكُمْ أَوْ يُفَرِّقَ جَمَاعَتَكُمْ فَاقْتُلُوهُ".

ترجمہ: سیدنا عرفجہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے۔"جو شخص تمہارے پاس آئے اور تم سب ایک شخص کے اوپر جمے ہو۔ اور وہ تم میں پھوٹ ڈالنا اور جدائی کرنا چاہے تو اس کو مار ڈالو۔"

اس حدیث سے وجہ استدلال یہ ہیکہ اگر کوئی مجرد یہ ارادہ کرے اور بیعت توڑنے کی پلان بنائے اور امت کے اندر اختلاف کی بیج بوئے تو اسے تلوار ماردی جائے گی یہاں تک کہ وہ ڈھیر ہو جائے گا گرچہ وہ عملاً وہ کام نہ کرے۔

اسی طرح جیپ والے کیس کا ذکر کتاب: [أحداث صنعت التاريخ] کے مصنف عبدالحلیم اور کتاب: [قافلة الاخوان المسلمين] کے مصنف حسن بنا کے شاگرد عباس سیسی نے بھی کیا ہے، اور کہاہے کہ جیپ کے اندر بہت ہی خطرناک اوراق ضبط کئے گئے، جن سے خفیہ مسلح تنظیم کا پتہ چلا، اور اسی بنیاد پر ہر اس شخص کو گرفتار کیا گیا جس جس کا نام ان اوراق میں پایا گیا، اور یہ جیپ کا حادثہ پولیس محکمے پر اور یہودیوں کے علاقے پر بم دھماکوں کے بعد پیش آیا، چنانچہ یہ کیس اخوانی جماعت کیلئے بہت بڑا دھچکا ثابت ہوا اور اسکے دو اسباب تھے:

۱-اس واقعے سے جماعت کے اندر پائی جانے والی خفیہ مسلح تنظیم اور اسکے سرغنوں اور اراکین کا پردہ فاش ہوگیا۔

۲-اس کیس کے تحت جن لوگوں کو گرفتار کیا گیا ان کی تعداد کوئی کم نہیں تھی، وہ کل ۴۴/ افراد تھے، ان میں سے اکثر اسی تنظیم کے اراکین تھے، جس میں سندی اور اسکا نائب سید فائز، مصطفی مشھور جو بعد میں جماعت کا مرشد عام ہوگیا، اور محمود صباغ جو اس کتاب کا مصنف ہے، اور اسی طرح صف اول کے لوگ گرفتار کئے گئے۔

عام مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ اس حادثے کے بعد جماعت نے اپنا مکروہ چہرہ کھول دیا، اور حکومت سے ٹکرانے اور خون ریزی کے عمل کو شروع کر دیا، یہاں تک کہ اس جماعت پر وہ سخت طمانچہ بھی پڑا جب یہ شاہی حکومت کے خلاف بغاوت کے ذریعے حکومت میں آئے مگر جمال عبدالناصر نے سب کو کنارے لگا دیا، جس سے پتہ چلا کہ اس نے اس جماعت کو صرف حکومت کیلئے استعمال کیا تھا، حکومت پانے کے بعد انہیں سامنے سے ہٹا دیا، اور پھر انکا شیرازہ ہی بکھیر دیا، ان کے سربراہوں کو قید کر دیا اور بعض کو قتل کروا دیا، باقی بھاگنے میں کامیاب ہو گئے۔

القاعدہ نے بھی اسی طریقے کو اپنایا فکری اور تنظیمی ہر اعتبار سے، چنانچہ یہ ظواہری ہے جو اپنے پیروکاروں کو عالم اسلامی کے اندر چوری کرنے کی دعوت دیتا ہے، کہتا ہے: اور جہاں تک بینکوں کے مال کا تعلق ہے تو اگر یہ بینک سرکاری ہوں تو وہ مال غنیمت ہوں گے، کیونکہ حکومت کے خلاف ہماری جنگ جاری ہے، صرف بینک کے اموال ہی نہیں بلکہ حکومت کی ساری پراپرٹی مجاہدین کے لئے مال غنیمت ہے۔

اس طرح خوارج کی کتابوں کو پڑھنے سے واضح ہوتا ہے کہ ان کے یہاں دولت اور کرسی یہی دونوں اصل اہداف ہیں باقی چیزوں کی مثال ہاتھی کی دانت کی طرح ہے۔

سترہواں اصول: متقدمین خوارج کے اصول اور انکی صفات میں سے ایک اس قاعدے کی تنفیذ ہے کہ جو کافر کو کافر نہ کہے وہ بھی کافر ہے، اور جب حاکم کافر ہو گیا تو رعایا بھی کافر ہو گئی

متقدمین اور معاصر دونوں طرح کے خوارج کے اقوال نقل کرنے سے پہلے دو مسئلوں کی وضاحت کروں گا:

پہلا مسئلہ:

جو کافر کو کافر نہ کہے اسکی تکفیر اور حاکم کے کفر کی وجہ سے انکا رعایا کی تکفیر کرنے کے درمیان تلازم اور عموم خصوص من وجہ کی نسبت پائی جاتی ہے، چنانچہ اصل قاعدہ اپنے دونوں پہلو سے تکفیر حاکم اور رعایا پر اسکے اثر ہونے میں مشترک ہے، اور باقی مسلمانوں کی تکفیر کی علت میں دونوں پہلو مختلف ہیں: چنانچہ پہلے پہلو کے اعتبار سے مسلمانوں کی تکفیر اس لئے کی گئی کہ انہوں نے حاکم کو کافر نہیں گردانا، اور دوسرے پہلو کے اعتبار سے تکفیر کی علت بلا واسطہ ہے، یعنی حاکم کے مجرد کفر کی وجہ سے رعایا کا کافر ہونا۔

دوسرا مسئلہ:

جو کافر کو کافر نہ مانے وہ کافر ہے، یہ علمائے امت کے نزدیک ایک معروف قاعدہ ہے، اس کا تعلق اس شخص سے ہے جسے اللہ اور اسکے رسول نے کافر گردانا ہو، اور جس کی تکفیر پر اہل سنت کا اتفاق ہو، اس سے وہ تکفیر مراد نہیں ہے جس پر خوارج کا عقیدہ ہے، جو کہ بہت ہی تنگ قاعدہ ہے، چنانچہ اس قاعدے میں تفصیل ہے جو کچھ اس طرح ہے:

۱- جو کافر کو کافر نہ مانے وہ کافر ہے، یہ قاعدہ بھی دوسرے تکفیری قواعد کی طرح ہے، چنانچہ اس کے اندر بھی انہیں شروط کا ہونا اور اس میں بھی ان موانع کا نہ ہونا ضروری ہے۔

۲- جس کی کفر پر وحی کے ذریعے صراحت آئی ہو وہ کافر ہے، اس سے مقصود یہ ہیکہ جو ابلیس یا فرعون، یاہامان، یاابولہب یاابوجہل، یاابوطالب یاکسی دوسرے ایسے شخص کو جس کے کفر کی صراحت قرآن یاسنت میں آئی ہو وہ کافر ہے؛ کیونکہ انہیں کافر نا ماننا وحی کی تکذیب ہے، اور اسکی تکذیب کرنا یعنی اصلی کافر جیسے یہودی، نصرانی اور مجوسی وغیرہ کو کافر نہ ماننا کفر ہے۔

قاضی عیاض نے کہا: جاحظ اور ثمامہ سے مروی ہے کہ بہت سے عوام، عورتیں، اور یہود ونصاری کے مقلدین وغیرہ جن پر اللہ کی کوئی حجت نہیں، اس طرح کا کہنے والااجماعی طور پر کافر ہوگا کیونکہ جو یہود ونصاری، مرتدین اور انکے کفر میں توقف کرنے والا یا شک کرنے والا ہو وہ کافر ہے۔

شیخ ابوبطین نے کہا: مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ جو یہود ونصاری کو کافر نہ کہے یا انکے کفر میں شک کرے وہ کافر ہے۔

مگر آج کے خوارج تکفیر کے قاعدے ان لوگوں پر بھی فٹ کرنے لگے ہیں جو یا تو بالکل واضح طور پر اس کے مستحق نہیں ہیں یا ایسے مسائل جو اجتہادی ہیں، اور جن میں اکثر تکفیر کا مسئلہ نہیں ہوسکتا ہے، اور سلف کے یہاں یہ چیز معروف بھی نہیں ہے، یہاں ہم ایک مثال پیش کرتے ہیں جس سے یہ فرق بالکل واضح ہوجائے گا کہ سلف نے اس قاعدے کو کیسے استعمال کیا اور آج کے خوارج اسے کیسے استعمال کررہے ہیں۔

مصنف بن ابی شیبہ میں طاووس سے مروی ہے، آپ کہتے ہیں: ہمارے عراقی بھائیوں پر تعجب ہے، وہ حجاج کو مومن کہتے ہیں۔

یہاں وجہ استدلال یہ ہیکہ طاووس حجاج کی تکفیر کے قائل تھے مگر جو اسے کافر نہیں سمجھتا تھا اسکی وہ تکفیر نہیں کرتے تھے، بلکہ اسے انہوں نے (ہمارے بھائی) کہا ہے۔اسکی وجہ یہی ہے کہ حجاج کی تکفیر پر اجماع نہیں ہے، اس لئے عقلمندی کا ثبوت دیتے ہوئے خارجی فتنوں سے بچ کر رہنا چاہئے۔

شیخ البانی نے کہا: اگر کوئی کسی کو کافر کہتا ہے اور اس پر وہ حجت بھی قائم کرتا ہے، تو یہ ضروری نہیں کہ سارے لوگ اسکی تکفیر کا ساتھ دیں، اسلئے کہ ممکن ہے وہ متاول ہو، اور دوسرا اسی لئے اسکی تکفیر کو جائز نہ سمجھتا ہو، یہی معاملہ تفسیق اور تبدیع کا بھی ہے، دراصل یہ سب دور حاضر کے فتنوں کی حقیقت ہے۔

جہاں تک پہلے پہلو کا تعلق ہے کہ جو کافر کو کافر نہ مانے وہ کافر ہے، اس کو خوارج نے مسلمانوں پر فٹ کرلیا، چنانچہ متقدمین خوارج ہی نے اس وقت کے صحابہ کی تکفیر کرڈالی اور عبداللہ بن خباب کو اسی بنیاد پر قتل کر دیا، اور اس کے لئے انہوں نے پہلے ان کا امتحان لیا۔

چنانچہ خوارج نے انہیں پکڑ کر سیدنا علی اور عثمان کے کفر کے تعلق سے امتحان لیا، مگر جب انہوں نے اس تکفیر پر انکی موافقت نہیں کی بلکہ ان دونوں کی تعریف کی تو خوارج نے انہیں ذبح کر ڈالا؛ اسلئے کہ انہوں نے سیدنا عثمان اور علی کی تکفیر نہیں کی، اور اگر عبداللہ بن خباب خلیفہ عثمان اور انکے بھائی علی کی تکفیر کر دی ہوتی تو خوارج ان کا ایک بال بھی نہیں چھوتے۔

اور آج کے خوارج اس تعلق سے رسائل لکھ رہے ہیں جن میں ایک رسالہ [القول المحتد علی من لا یکفر المرتد] کے نام سے سلطان عتیبی کا ہے، اور اس قاعدے کو خوارج نے بلا ضابطے کو تطبیق دینا شروع کر دیا ہے۔

اس رسالے کے اندر اس نے کہا ہے: یہ حکام چار امور کو لیکر چلتے ہیں، ان کے پاس علماء ہیں جو انکے لئے فتوی دیتے ہیں، اس شبہے کا جواب یہ ہیکہ اگر علماء انکے لئے کفر کے جواز کا فتوی دیتے ہیں تو یہ علماء ان سے پہلے کفار اور مرتد ہیں۔

اور یہ خارجی تکفیری سید فضل ہے جو علمائے امت پر اسی قاعدے کی تطبیق دیتے ہوئے کہتا ہے: ان مشائخ اور ان کی طرح کے لوگوں کے کفر میں کوئی شک نہیں ہے؛ اسلئے کہ یہ کفر پر راضی ہیں، اور اسلئے کہ یہ کافر حکام کی تکفیر نہیں کرتے کہ جن کے کفر پر واضح دلیلیں موجود ہیں۔

القاعدہ اور داعش کے اندر اختلاف واقع ہونے کے بعد داعش کے سربراہان کہتے ہیں: القاعدہ کی طرف سے جبهة النصرہ ہو یا دوسری علاحدگی پسند تنظیمیں ہوں سیریا کے اندر سب الدولة الاسلامیة سے لڑ رہی ہیں، یہ سب شریعت کی تنفیذ سے بھاگتے ہیں اور مرتدین کی مدد کرتے ہیں، یہ ساری جماعتیں بھی مرتد ہیں، انہوں نے علانیہ کفر کیا ہے، ان پر حجت تمام کردی گئی ہے اب کسی جاہل کو بھی اس میں شک نہیں ہے، اسلئے اب ہماری فوج کو ان کے بارے میں کوئی شبہ نہیں ہونا چاہئے۔

چنانچہ اب اگر ہمارے کسی فوجی کو ان جماعتوں کی تکفیر میں شک ہوا تو اسکا معاملہ اسکے امیر کے پاس پہونچایا جائے گا، اور اگر وہ نادانی میں ایسا کہہ رہا ہے تو اس پر حجت قائم کی جائے گی، پھر بھی اگر وہ ان کے تعلق سے توقف اختیار کرتا ہے تو اسے کفر یا ارتداد سے توبہ کرایا جائے گا۔

اسکا مطلب یہ ہوا کہ یہ صرف وہاں پر نصیری فوج سے لڑنے والوں کی ہی تکفیر نہیں کرتے بلکہ جو ان کی تکفیر میں توقف اختیار کرے ان کی بھی تکفیر کرتے ہیں۔

چنانچہ داعش کی نظر میں جو انکی تکفیر میں توقف اختیار کرے وہ بھی کافر مرتد ہے، اس سے کفر اور ارتداد سے توبہ کرایا جائے گا، اگر توبہ کرلیا تو ٹھیک ورنہ اسے کفر اور ارتداد کی بنا پر قتل کردیا جائے گا۔

اور جہاں تک دوسرے پہلو کا تعلق ہے یعنی حاکم کے کفر سے رعایا بھی کافر ہوجاتی ہے، تو یہ بھی انکے یہاں صراحت ہے، اور آج کے خوارج اس اصول سے خوب کھیلتے ہیں، اور اسکے معنی کو لوگوں پر تطبیق دینے لگتے ہیں، حالانکہ اعتبار حقائق کا ہوتا ہے نہ کہ الفاظ کا۔

اور یہ عقیدہ متقدمین خوارج کا ہے کہ اگر حاکم کافر ہے تو رعایا بھی کافر ہے، چنانچہ خوارج کا ایک فرقہ بیہسیہ کا کہنا ہے: اگر حاکم کافر ہے تو رعایا بھی کافر ہے! اور وہ سارے لوگ مشرک ہیں۔

ایک رسالہ [الآیات والأحادیث الغزیرة فی کفر قوات درع الجزیرة] ہے فارس زہرانی کا جس کے اندر اس نے اسی قاعدے کی تطبیق دی ہے، چنانچہ اس کے اندر پوری صراحت سے کہتا ہے:

ان فوجیوں پر کفر کا حکم لگانا دراصل طواغیت پر کفر کے حکم کا فرع ہے، چنانچہ اس وقت عالم اسلام کے اندر جتنے حکام پائے جاتے ہیں سب طواغیت اور مرتد کافر ہیں، یہ سب اسلام کے تمام دروازوں سے نکل چکے ہیں۔

آپ ملاحظہ کر سکتے ہیں کہ حاکم کو کافر مان کر کس طرح محکوم کی تکفیر کی ہے، اور اس قاعدے کا واضح طور پر استعمال کیا ہے، چنانچہ انکے یہاں جو حکام کا دفاع کرے وہ بھی کافر ہے۔

اٹھارہواں اصول: متقدمین خوارج کے اصول اور انکی صفات میں سے مصالح اور مفاسد کے قاعدے کو ساقط کرنا ہے

متقدمین اور معاصر تمام خوارج کی یہ پہچان ہے کہ یہ انجام پر نظر نہیں رکھتے، اور نہ ہی مصلحتوں اور مفاسد ونقصانات کا اندازہ کرتے ہیں، یہ بہت ہی تنگ نظر ہوتے ہیں بلکہ ان کی نظریں انکے قدموں سے آگے متجاوز نہیں ہوتی ہیں۔

مصالح اور مفاسد کے قاعدے کو لیکر شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: اسکا انکار وہی کرے گا جو فاسد دین اور عقیدے والا ہوگا، جیسے کہ ذوالخویصرہ، کہ جس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اعتراض کردیا یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے بارے میں جو کہنا تھا کہا، اسی طرح اسکی خوارج کی جماعت، جنہوں نے تحکیم، نام مٹانے، اور جنگ جمل وصفین میں مسلمانوں کی عورتوں اور بچوں کو قیدی نہ بنانے کے مسئلے کو لیکر امیر المومنین علی پر اعتراض کیا۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے ان باتوں کو استنباط کیا ہے، اس لئے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب مال غنیمت کو تقسیم کیا تو اس میں جلب مصالح اور دفع مفاسد دونوں کا خیال کیا، مگر بدبخت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس عمل پر نکیر کی۔

یہی معاملہ سیدنا علی کی تکفیر کا ہے کہ ان لوگوں نے تحکیم کے مسئلے کو لیکر آپ کی تکفیر کردی اور آپ نے کن مصالح اور مفاسد کا خیال کیا تھا اس پر انہوں نے غور نہیں کیا، چنانچہ اس وقت مصلحت مسلمانوں کے خون کو مزید نہ بہانا تھا، جس سے بڑی کوئی مصلحت ہو ہی نہیں سکتی، کہ اس وقت دشمنان دین سرحدوں پر بیٹھ کر عالم اسلام پر نظر گڑائے ہوئے تھے۔

یہ خارجی جماعتیں جن کا منہج خارجیت ہے ان کے یہاں مصالح اور مفاسد کے اصول کی کوئی قدر

وقیمت نہیں ہے، اخوانی جماعت کے قیام پر تقریبا سو سال ہو گئے اس نے آخر امت اسلامیہ کیلئے سوائے تباہی، بمباری اور سیاسی قتل کے کیا پیش کیا ہے۔

خود اپنے ملک میں انہوں نے حکام کے خلاف تین بار خروج کیا، اور اپنی تنظیموں کے ذریعے دوسرے ملکوں میں خروج کیا، چنانچہ انہوں نے مصر کے اندر شاہی حکومت کے دور میں خروج کیا، اور قتل و بمباری کے متعدد جرائم سے انکا جرم ثابت ہو گیا، اور جیپ کیس کے بعد یہ عوام کے سامنے کھل کر واضح ہو گئے اور ان کے اصل مقاصد سے لوگ واقف ہو گئے، اسکے بعد بھی کئی بار خروج کی کوشش کی مگر ناکام رہے۔

ان کے خروج سے عظیم مفاسد حاصل ہوئے، معصوم جانوں کو قتل کیا گیا، بچے یتیم ہوئے، گھروں کو تباہ کیا گیا، دعوت دین اور دعاۃ کا گھیرا تنگ کیا گیا، الحاد و کمیونزم کے افکار باطلہ نے جگہ بنانا شروع کر دی، اور اسلام کے خلاف انکے فکری حملے تیز ہو گئے، اور اس کے لئے انہوں نے انہیں تکفیری جماعتوں کو بنیاد بنایا ان کے احمقانہ جرائم اور بے جا تصرفات کی وجہ سے۔

اسی نہج پر القاعدہ اور داعش والے بھی چل پڑے، مگر انہیں یہ امتیاز حاصل ہے کہ انہوں نے کھل کر اپنی بات رکھی اور اس پر علانیہ طور پر عمل بھی کیا۔

اور جہاں تک اس تعلق سے ان کے اقوال کا تعلق ہے تو بلاد توحید کے اندر القاعدہ تنظیم کے سرغنہ یوسف عبیری نے کہا: کیا آپ نہیں جانتے کہ مصالح اور مفاسد کے قاعدے کو آج بغیر کسی اصول اور ضابطے کے استعمال کیا جاتا ہے؟ بلکہ آج یہ ایک بت بن چکا ہے جس کی پرستش کی جاتی ہے، مفاسد کے ڈر سے جہاد کو ختم کر دیا گیا، اور اسی ڈر سے حق بات کوئی نہیں بولتا، اسی طرح اسی کے ڈر سے نفاذ شریعت کے مطالبے کو ختم کر دیا گیا۔

اور مصلحت کی وجہ اس شخص پر نکیر کرنا واجب ہو گیا جو حق بولے، اور عملی طور پر توحید کا نفاذ کرے، آج

اسی مصالح اور مفاسد کے قاعدے کو لیکر ان حادثات کی بھی نکیر کی جاتی ہے جنہیں امریکہ میں انجام دیا جاتا ہے۔

اور جہاں تک انکے مجرمانہ اعمال کا تعلق ہے تو امریکہ کے دوٹاور پر حملہ مشہور ہے، کہ اس حادثے کو لیکر ہزاروں مسلمانوں کو قتل کر دیا گیا ہوگا، اور صلیبی کافروں نے روافض کے ساتھ ملکر انتقامی کارروائی کے طور پر اب تک دو مسلم ممالک کو تباہ کر چکے ہیں۔

دو دہائی قبل القاعدہ نے ابقیق شہر میں دنیا کی سب سے بڑی ریفائنری کمپنی پر حملہ کرنے کا پلان بنایا تھا مگر مملکہ کے شیروں نے اسے ناکام بنا دیا، اگر یہ سفاک درندے کامیاب ہو جاتے تو بلاد حرمین میں عظیم تباہی ہو جاتی۔

اور جہاں تک داعش کا تعلق ہے تو اس نے تو تمام حدود کو پار کر دیا ہے، اور پوری دنیا پر بم اور بارود چھوڑ رہے ہیں، اور اس وقت یہ بالکل بھیڑیئے کا کردار ادا کر رہے ہیں، یہ مسلم نوجوانوں کو متشدد بنا کر اپنی تکفیری جماعت میں بھرتی کرتے ہیں، پھر انہیں سے خودکش دھماکے کروا کر انہیں کو جہنم رسید بھی کرتے ہیں، جس سے صرف مسلمانوں کا نقصان ہوتا ہے، کیونکہ یہ اکثر دھماکے مسلم ممالک کے اندر کرتے ہیں، اور وہ بھی بھیڑ والے علاقے پر کرتے ہیں جہاں معصوم بچے اور خواتین مارے جاتے ہیں، کوئی کسی تجارتی محلات میں داخل ہو کر دھماکہ کرتا ہے اور کوئی کسی کھلی جگہ بازار میں جا کر گولی چلانے لگتا ہے جس میں متعدد معصوم جانیں چلی جاتی ہیں، اور یہ سفاک درندے صرف بلاد کفار ہی نہیں بلکہ اکثر دھماکے اور یہ مجرمانہ اور قاتلانہ حملے بلاد اسلام میں بھی کرتے ہیں۔

بلاد کفر میں ان سفاک قاتلوں کے مجرمانہ کارروائیوں میں سے ایک کارروائی فرانس کے جنوب میں واقع تریب شہر کا ہے جہاں ایک مراکشی درندے رضوان کا نے ایک تجارتی محل میں گھس کر چند لوگوں کو یرغمال بنالیا، اور چیخ کر کہا: میں داعش کا فوجی ہوں۔ اس کی گرفتاری سے پہلے تین لوگوں کی جانیں

چلی گئی تھیں۔ چنانچہ آپ دیکھیں گے تو ان درندوں کے مجرمانہ اور سفاکانہ اعمال سے صرف معصوم انسانی جانوں کا ضیاع ہوا ہے اور دین اسلام کی شبیہ خطرناک حد تک بگڑ چکی ہے۔

انیسواں اصول: متقدمین خوارج کے اصول اور انکی صفات میں سے علمائے اہل سنت اور ائمہ دین کو برے القاب سے پکارنا اور انہیں گمراہ کہنا ہے

امام طبری نے نقل کیا ہے: ”كان من حديث ابن ملجم وأَصْحَابه أن ابن ملجم والبرك بن عَبْدِ اللَّهِ وعمرو بن بكر التميمي اجتمعوا، فتذاكروا أمر الناس، وعابوا عَلَى ولاتهم، ثُمَّ ذكروا أهل النهر، فترحموا عَلَيْهِم، وَقَالُوا: مَا نصنع بالبقاء بعدهم شَيْئًا! إخواننا الَّذِينَ كَانُوا دعاة الناس لعبادة ربهم، والذين كَانُوا لا يخافون فِي اللَّه لومة لائم، فلو شرينا أنفسنا فأتينا أئمة الضلالة فالتمسنا قتلهم، فأرحنا مِنْهُمُ البلاد، وثأرنا بهم إخواننا!“۔

ترجمہ: ابن ملجم اور اسکے ساتھیوں کا معاملہ یہ تھا کہ ابن ملجم، برک بن عبداللہ اور عمرو بن بکر تمیمی نے اکٹھا ہو کر لوگوں کے معاملات پر گفتگو کی اور حکام پر طعن و تشنیع کیا، اہل نہروان کو یاد کیا اور ان کیلئے رحمت کی دعائیں کیں، اور کہا: اب ان کے بعد ہم رہ کر کیا کریں گے! وہ ہمارے بھائی تھے جو لوگوں کو اللہ کی عبادت کی طرف دعوت دیتے تھے اور جو اللہ کی راہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتے تھے، اب اگر ہم بھی اپنی جانوں کو فروخت کر دیں اور موجودہ گمراہ حکام کے پاس جا کر انہیں قتل کر دیں تا کہ ان سے ملک و ملت کو راحت مل سکے، اور دوسری طرف ہمارے بھائیوں کیلئے انتقام بھی ہو جائے گا۔

معلوم رہے کہ یہ خوارج گمراہ حکام سے مراد سیدنا معاویہ اور علی بن ابی طالب وغیرہ کو لے رہے تھے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: ان کی گمراہی کی اصل بنیاد ان کا یہ اعتقاد ہے کہ ہدایت پر قائم حکام اور مسلمانوں کی جماعت عدل سے خارج ہو چکے ہیں اور اب یہ گمراہی کا شکار ہیں۔

سبحان اللہ! آج بھی اگر معاصر خوارج کے سربراہان کی کتابوں کو پڑھیں گے اور جس طرح انہوں نے مسلم حکام اور ائمہ دین کی تکفیر کی ہے تو یہ یقین ہو جائے گا اور ایمان میں مزید اضافہ ہو جائے گا کہ ان کے بارے میں نبی اکرم ﷺ نے جہنمی کتا کہہ کر بہت اچھا کیا ہے۔

چنانچہ ایک معاصر خارجی ابومحمد مقدسی اپنے ایک رسالے میں کہتا ہے: (علم کا گدھا کیچڑ میں پھنس گیا!)، آگے لکھتا ہے: ریاض کے اندر ۱۴۱۶ھ کے اندر ریاض شہر میں بمباری کی گئی جس کی مذمت سعودی عرب کی کبار علماء کمیٹی نے بھی کی تھی، اے گمراہی کے علماء! اللہ نے تمہارے معاملے کو ایکسپوز کر دیا اور تمہارے رازوں کو کھول دیا۔

سبحان اللہ! کس قدر مشابہت ہے دونوں قسموں کے اندر، آج کے خوارج بالکل اپنے اجداد کے نقش قدم پر چل رہے ہیں، ابن باز، ابن عثیمین وغیر علمائے اہل سنت کو (گمراہی کے امام) کہہ رہے ہیں، جبکہ علامہ ابن باز کے بارے میں شبہ اتفاق ہے کہ وہ اس صدی کے مجدد ہیں، اور ایک تکفیری خارجی آ کر انہیں گمراہی کا امام کہہ رہا ہے!

اور یہ ابن لادن ہے جو ہمارے علماء اور ائمہ کو فاسق کہتا ہے، انہیں گمراہ کہتا ہے، انہیں ترک کرنے کی دعوت دے رہا ہے، اور جو درندے ہمارے ملک میں مسلمانوں اور ذمیوں کو قتل کرتے ہیں انہیں یہ سفاک درندہ شہید کہتا ہے، حتی کہ ائمہ حرم کو اس نے فاسق کہہ دیا، چنانچہ یہ بدبخت کہتا ہے: ایک نوجوان آپ کے پاس خوش ہو کر آئے گا یہ کہتے ہوئے کہ میں امام حرم سے ملکر آیا ہوں حالانکہ اس فاسق سے ملنا مناسب ہی نہیں اور نہ ہی اسکے چہرے پر مسکرانا مناسب ہے، جس نے پوری امت کو گمراہ کر رکھا ہے، اگر صحوہ سے یہی مراد ہے تو پھر ہم حق کو کبھی قائم نہیں کر سکتے، اسلئے لوگوں کو پتہ ہونا چاہئے کہ ائمہ حرم گمراہ ہیں، اسے سمجھنا انتہائی ضروری ہے۔

آپ دیکھ رہے ہیں کہ اس بدبخت نے ائمہ حرم کو فاسق اور گمراہ کہا ہے۔

اللہ کی قسم! ہمارے ملک سے باہر کے بہت سے بدعتی اور صوفی لوگ توحید کی دعوت اور اسکے علماء سے دشمنی کرتے ہیں، مگر پھر بھی ائمہ حرمین کیلئے انکے دلوں میں عظمت اور ہیبت رہتی ہے، انہیں آج تک یہ جراءت نہیں ہوئی کہ وہ ائمہ حرمین کو فاسق اور گمراہ کہہ دیں، بلکہ ہم دیکھتے ہیں کہ ائمہ حرم جب بھی دعوت کیلئے باہر نکلتے ہیں تو انہیں ہزاروں لوگ محبت میں گھیر لیتے ہیں، یہ حرمین اور وہاں کے اماموں کی عظمت کا نتیجہ ہے، مگر یہ خوارج سب سے الگ ہیں، کافروں سے بھی زیادہ سخت دل ہیں، انکے اجداد نے جب سیدنا علی اور معاویہ جیسے ہدایت کے میناروں کو کافر کہہ کر ان پر حملہ کر دیا تو پھر آج کے ان کے ناتیوں پر تعجب کوئی معنی نہیں رکھتا جو اپنے اجداد کے راستے پر چل رہے ہیں، اور ایک بیٹا اگر اپنے باپ کے نقش قدم پر چلے تو اس میں کسی تعجب کی بات نہیں۔

بیسواں اصول: متقدمین خوارج کے اصول اور انکی صفات میں سے مسلمانوں کے بال بچوں کو قتل کرنا جائز ہے

امام طبری نے ۶۸ھ کے حوادث کے تحت کہا ہے: خوارج جب عراق سے نکلے تو مدائن کی طرف چلے گئے، اور راستے میں، عورتوں اور بچوں کو قتل کرتے رہے، حتی کہ حاملہ عورتوں کے پیٹ کو چیر دیا، اور ایسی ایسی حرکتیں کیں کہ ویسا کسی نے نہیں کیا ہوگا۔

نجدہ حروری نے جب ابن عباس سے بچوں کے قتل کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے کہا: اگر تم کو اس بچے کے بارے میں وہ بات معلوم ہو جائے جس کا علم خضر کو ہو گیا تھا تو پھر اسے قتل کر دو، ورنہ نہیں۔

خارجی فرقہ ازارقہ کے بارے میں ابن حزم نے کہا: ان لوگوں نے ان لوگوں کے بچوں کے خون کو حلال کرلیا جو ان کی فوج میں شامل نہیں ہوئے، اور اسی طرح ان کی عورتوں کو بھی قتل کیا۔

مبرد نے [الکامل] کے اندر نقل کیا ہے کہ بنو ہاشم کے ایک مولی نے نافع بن ازرق کے پاس آ کر کہا: مشرکین کے بچے دوزخ میں ہوں گے، اور جو ہماری مخالفت کرے وہ مشرک ہے، اور ان کے بچوں کے خون ہمارے لئے حلال ہیں، تو اس پر نافع نے کہا: تم کافر ہو گئے۔ تو اس پر جواب دیا: اگر اس پر میں کتاب اللہ سے دلیل نہ دے پایا تو تم مجھے قتل کر دینا۔

پھر نافع نے گواہی دی کہ وہ سب جہنمی ہیں، اور انکے قتل کو جائز سمجھا، اور کہا: ''الدار دار كفر إلا من أظهر إيمانه، ولا يحل أكل ذبائحهم، ولا تناكحهم، ولا توارثهم''۔ ترجمہ: یہ دار الکفر ہے مگر یہ جو اپنے ایمان کا اظہار کر دے، نہ ان کا ذبیحہ جائز ہے، نہ ان سے نکاح جائز ہے، اور نہ ہی انکے وارث ہو سکتے۔

عبد الرحمن سندی جو کہ اخوانی جماعت کی خفیہ تنظیم کا صدر ہے اپنے مساعد فایز سے چھٹکارا حاصل کرنے کیلئے اسکے پاس حلوی کے ایک پیکٹ میں دھماکہ خیز مواد رکھ کر بطور ہدیہ کے بھیج دیا، اس نے جب اسے کھولا تو پھٹ پڑا جس میں وہ خود مرا اور گھر کے بعض افراد بھی اس میں مر گئے۔

اور یہ خوارج زمانہ کا مفتی ابو قتادہ ہے جس نے جزائری مسلمانوں کے عورتوں اور بچوں کے قتل کا فتوی دیا ہے، جزائز کے اندر پائی جانے والی اسلام کے نام پر خارجی تنظیم کے پاس اس فتوے کو بھیج دیا جو آج سے دو دہائی قبل جزائر میں حکومت سے لڑ رہی ہے، اور جسکا فتنہ بہت پھیل چکا ہے، مگر اس وقت وہ صحراؤں اور غاروں میں جانے پر مجبور ہو گئے ہیں، اللہ نے ان کے شر سے مسلمانوں کو محفوظ کر دیا ہے، اس فتوی والے رسالہ کا نام اس نے [فتوى خطيرة الشان في جواز قتل الذرية، والنسوان: درء لخطر هتك الاعراض وقتل الإخوان] رکھا، اسکے اندر کہا: اس رسالے کا سبب تالیف یہ ہیکہ بعض مجاہدین (یعنی خوارج) یہ سمجھنے لگے کہ عورتوں اور بچوں کے قتل کا کوئی شرعی جواز نہیں ہے! بلکہ یہ دین اسلام کے مخالف ہے، اس لئے میں نے مناسب سمجھا کہ اسے ثابت کرنے کیلئے اس رسالے کی تالیف کروں تاکہ مجاہدین کو یقین ہو جائے کہ انہوں نے جو کیا وہ شرعی عمل ہے اور ان پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔

بلکہ اس خارجی کا غلو اس حد تک پہونچ گیا کہ اس نے عورتوں کے قتل کو مستحب ہی نہیں بلکہ واجب کر دیا، چنانچہ اس نے کہا: حقیقت یہ ہیکہ ہم مسلمان قیدیوں کے قتل سے مرتدین کو روک نہیں سکتے مگر انہیں دھمکی دیکر اور انکی عورتوں کو قتل کر کے، اور ان کی عورتوں کا قتل کرنا جائز ہے اگر واجب نہ بھی مانیں۔

اور اس کے لئے اس نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے جس میں کہا گیا ہے کہ کافروں کی ذریت انہیں کا حصہ ہیں۔

یعنی جو حدیث کافروں اور مشرکوں کے بارے میں اسے یہ خارجی جزائری مسلمانوں پر فٹ کر رہے ہیں۔

ابوقتادہ کے اس فتوی کی موافقت چار خارجی سرغنوں نے کیا جس میں ظواہری بھی ہے۔

اس حروری فتوی پر یہ کہوں گا کہ کوئی یہ نہ گمان کرے کہ یہ زبانی لغزش ہے، بلکہ یہ ان خوارج کا پختہ عقیدہ ہے، جسے انہوں نے اپنے آباء واجداد سے حاصل کیا ہے، اور موجودہ دور کے چار بڑے تکفیری خارجیوں نے اس کی موافقت بھی کی ہے۔

انہیں میں فارس زہرانی بھی ہے جس نے کہا ہے: چنانچہ یہ جائز ہے کہ مسلمان اپنے دشمنوں کے ساتھ ہر وہ عمل جائز سمجھیں جو انکے ساتھ کیا جاتا ہے، چنانچہ اگر وہ ہمارے مجاہدین کو قتل کرتے ہیں تو ہم بھی انہیں قتل کریں گے، اور اگر وہ انکا مثلہ کرتے ہیں تو ہم بھی انکا مثلہ کریں گے، اور اگر وہ ہماری عورتوں اور بچوں کو قتل کرتے ہیں تو انتقاماً ہم بھی انکے بال بچوں کو قتل کریں گے، آیتوں کے عموم سے استدلال کرتے ہوئے۔

یہاں پر مسلمان سے مراد اس نے اپنی خارجی اور تکفیری جماعت کو لیا ہے۔

اور اس عقیدے میں تیسرا سرغنہ ابوبکر ناجی اپنے رسالے میں کہتا ہے: جہاد واجب ہے مجھ پر، تم پر، میرے باپ پر اور تمہارے باپ پر، اور ہر بالغ عاقل مسلمان مرد پر، اور ان سب پر واجب ہے کہ نصاری کے خلاف اور ہر اس شخص کو بم سے اڑا سکتے ہیں جو اللہ کی شریعت کو معطل کر دے، چنانچہ اگر یہ لوگ اپنے واجبات کو پورا نہ کریں بلکہ دشمنان دین کے ساتھ ملکر زندگی گزاریں، بلکہ شریعت کو معطل کر کے انہیں سے دوستی کریں اور ان کے پاس فیصلہ کروائیں تو انہیں بم سے اڑانے سے پہلے کہوں گا کہ تم بھی ہمارے ساتھ چلے آؤ، یا صحراء یا پہاڑی علاقے کی طرف ہجرت کر جاؤ، جہاں مجاہدین رہتے ہیں، اگر ہجرت نہ کرسکو تو کم از کم دشمنان دین سے دور رہو اور ان کا بائیکاٹ کرو، اور اگر یہ بھی نہ کرسکو تو انہیں کے گھر

میں رہو پھر اپنے ہی نفس کی ملامت کرنا، ہاں جو معذور ہیں ان کی بات الگ ہے وہ ماجور رہوں گے۔

اسکے کلام کا خلاصہ یہ ہیکہ خوارج کی وجہ سے جو معصوم مارے جاتے ہیں وہ گنہگار رہوں گے اور قاتل مجرمین ماجور رہوں گے، کیا ایسے بڑے خبیث حروری سے بھی بڑا کوئی خبیث کسی نے دیکھا ہوگا؟!

ایک مسلمان جس کا خون حلال ہے اسکی دو وجہ ہے اس خارجی کے نزدیک: قتل میں ان کا ساتھ نہیں دیا، اور نہ ہی اپنے گھر کو لازم پکڑا، اور دیکھیں اس نے اپنے حروری ساتھیوں کو مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلنے پر ماجور بتایا ہے۔

اور چوتھے خارجی مقدسی نے بڑے ہی مکاری سے کہا: اگر یہ لوگ اپنے نبی ﷺ کی سیرت پر غور کرتے اور آپ کے خطاب کا خیال رکھتے اور یہ کہ اس وقت جس حالت سے مسلمان گزر رہے تھے، آپ ﷺ نے فرمایا تھا: انہیں چھوڑ دو، کہیں لوگ یہ نہ کہنے لگیں کہ محمد اپنے ساتھیوں کو قتل کرتا ہے۔ اگر اس کلام پر غور کرتے تو سمجھ میں آتا کہ اہم کو مقدم کیا جاتا ہے، اور حسن بصری کس قدر فقیہ تھے کہ انس کو اس بات سے منع کر دیا کہ وہ حجاج کو عرنیین والی حدیث بیان کریں جن کو نبی اکرم ﷺ نے سزا دی تھی؛ کہ کہیں حجاج لوگوں کا خون بہانے میں اسے وسیلہ نہ بنالے۔

اور اسی قبیل سے ہمارے شیخ ابو قتادہ کے فتوے کو برا سمجھا گیا جس میں انہوں نے جزائری جنرلوں کے بال بچوں کے قتل کو جائز کہا تھا، حالانکہ وہ مجاہدین کے بال بچوں کے ساتھ بہت برا سلوک کرتے ہیں، میں سمجھتا ہوں ہمارے بھائی نے ایسا فتوی دیکر اجتہاد سے کام لیا ہے اور اس پر انہیں اجر ملے گا ان شاء اللہ۔

مقدسی کے کلام سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ یہ فتوی صحیح ہے، مگر خطاب کا وقت مناسب نہیں تھا، اسی لئے اس نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے جس میں یہ مذکور ہے کہ نبی اکرم ﷺ اپنے ساتھیوں کو مفسدہ کے خوف سے نہیں مارتے تھے۔

اس فتوی کو جزائر کے خوارج نے خوشی خوشی لیا، اور پھر وہاں کے بچوں اور عورتوں کو قتل کرنے لگے، یہاں تک کہ حاملہ عورتوں کے پیٹ تک کو چاک کر دیا، اس طرح یہ بھی اپنے اجداد کے برابر ہو گئے۔

ایک خارجی نے جزائری حکومت کے سامنے خود سپردگی کرتے ہوئے کہا: اس کے خود سپردگی کی وجہ یہ ہیکہ اس نے دیکھا ہے کہ کس طرح ابوقتادہ فلسطینی کے فتوی پر عمل کرتے ہوئے یہ لوگ عورتوں اور بچوں کو قتل کرتے ہیں!۔

جزائر میں القاعدہ شاخ کے ایک اسماعیل نامی رکن نے توبہ کرتے ہوئے کہا: میں نے دیکھا کہ یہ لوگ جزائری مسلمانوں کے قتل پر اس حدیث سے استدلال کر رہے ہیں کہ جس نے اپنا دین بدل دیا اسے قتل کر دو۔ اور بچوں کے قتل پر اس قول سے استدلال کرتے ہیں: (وہ انہیں میں سے ہیں)۔

جزائری خوارج میں سب سے خطرناک خارجی عنتر زوابری ہے جو بہت بڑا مجرم ہے، اسے وقت کا نافع بن ازرق کہہ سکتے ہیں، خون بہانے میں بہت بڑا سفاک تھا، اسے ایک خارجی ہی نے قتل کر دیا اختلاف کرنے کی وجہ سے۔ اور ایسا ان کے یہاں بہت ہوتا ہے۔

اور انسائیکلوپیڈیا کے اندر میں نے ابوقتادہ کے کردار کو واضح کیا ہے کہ کس طرح اس نے جزائری مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلا ہے اور وہاں کے خوارج کیلئے یہ فتوی تیار رکھتا تھا۔

میں نے اس رسالے کو ابو بصیر طرطوسی کے ویب سائٹ پر پایا جہاں جزائری خوارج کو نصیحت کی جاتی ہے۔

پہلے کے خوارج خباثت اور جرائم کے ارتکاب میں مختلف تھے، مگر تمام خارجی فرقے اپنی بدعت اور قتل وخونریزی میں مشترک ہیں، مگر آج کے خوارج جرم میں کچھ زیادہ ہی بڑھے ہوئے ہیں، جزائری خوارج نے کہا: جزائر کے مجاہدین کی طرف سے بھائی ابو بصیر کی طرف: آغاز بہت اچھا تھا، پھر اسکے بعد انکے اندر غلو آگیا، انحراف ظاہر ہوا، بطور خاص ۱۴۱۷ھ کے اندر، اور اسکے بعد جب امارت کو عنتر زوابر یںے

سنبھالا اور انہوں نے گمراہ خوارج کا منہج ظاہر کیا، پھر اسکے بعد کس طرح انہوں نے جزائری مسلمانوں کے قتل عام کا فتوی دیا اسکے بارے میں کچھ مت پوچھو، جس میں عورتوں اور بچوں اور قیدیوں تک کو نہیں بخشا گیا، اختصار سے یہ کہہ سکتے ہیں کہ جنگ کے پانسے کو مرتد حکام کے قتال سے بدل کر عام جزائری قوم کی طرف پھیر دیا گیا۔ ۲۰/ ربیع الاول، ۱۴۲۲ھ، مجاھد والجماعۃ السلفیۃ للدعوۃ والقتال بالجزائر۔

اس خارجی کے فتوی کا جواب درج ذیل کئی وجوہات سے ہوسکتا ہے:

پہلی وجہ:

شریعت نے تو حربی مشرکین و کافرین اور یہود و نصاری کے بال بچوں کے خون کو حرام قرار دیا ہے تو پھر مسلمانوں کے بچوں اور عورتوں کے خون کا کیا حال ہوگا؟

دوسری وجہ:

یہ خارجی جزائر کے ازارقہ سے شرعی جہاد کرنے کا مطالبہ کر رہا ہے، اگر وہ اس اصل کو ثابت نہیں کرسکتا تو پھر فرع کو کیسے ثابت کرسکتا ہے، کیونکہ ان ملکوں میں شرعی جہاد ہی جائز نہیں ہے۔

تیسری وجہ:

اس خارجی سے مطالبہ ہے کہ وہ ان تمام مسلمانوں کے کفر اور ارتداد کو ثابت کردے جو حکومتی اداروں اور محکموں میں کام کرتے ہیں، جیسے فوج، پولیس محکمہ وغیرہ۔ اور وہ کبھی نہیں ثابت کرسکتا۔

چوتھی وجہ:

اس خارجی سے مطالبہ ہے کہ وہ فوج اور پولیس کے بال بچوں کے خون حلال ہونے کی دلیل دیدے۔

پانچویں وجہ:

اگر ہم اس حروری کی بات مان لیں اور ان کے بال بچوں کے قتل کو جائز مان لیں تو کیا ان کے

بال بچے جو ان کی سر پرستی میں ہیں اس سے کیا وہ نواقض اسلام کا مرتکب نہیں ہو رہے ہیں؟ کیونکہ وہ کہتا ہے کہ وہ مرتدین کے ساتھ رہنے پر راضی ہو گئے۔

حالانکہ ان عورتوں اور بچوں کی حالت زیادہ سے زیادہ مستضعفین میں مانی جاسکتی تھی جیسا کہ اللہ تعالی نے ایسے لوگوں کے بارے میں فرمایا ہے جو کمزوری کی وجہ سے ہجرت نہیں کر سکے: ﴿إِنَّ الَّذِينَ تَوَفَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ ظَالِمِي أَنْفُسِهِمْ قَالُوا فِيمَ كُنْتُمْ قَالُوا كُنَّا مُسْتَضْعَفِينَ فِي الْأَرْضِ قَالُوا أَلَمْ تَكُنْ أَرْضُ اللَّهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوا فِيهَا فَأُولَئِكَ مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ وَسَاءَتْ مَصِيرًا ۝ إِلَّا الْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيعُونَ حِيلَةً وَلَا يَهْتَدُونَ سَبِيلًا ۝ فَأُولَئِكَ عَسَى اللَّهُ أَنْ يَعْفُوَ عَنْهُمْ وَكَانَ اللَّهُ عَفُوًّا غَفُورًا﴾ ترجمہ: بے شک وہ لوگ جنھیں فرشتے اس حال میں قبض کرتے ہیں کہ وہ اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہوتے ہیں، کہتے ہیں تم کس کام میں تھے؟ وہ کہتے ہیں ہم اس سرزمین میں نہایت کمزور تھے۔ وہ کہتے ہیں کیا اللہ کی زمین وسیع نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کر جاتے؟ تو یہ لوگ ہیں جن کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ لوٹنے کی بری جگہ ہے۔ مگر وہ نہایت کمزور مرد اور عورتیں اور بچے جو نہ کسی تدبیر کی طاقت رکھتے ہیں اور نہ کوئی راستہ پاتے ہیں۔ تو یہ لوگ، اللہ قریب ہے کہ انھیں معاف کر دے اور اللہ ہمیشہ سے بے حد معاف کرنے والا، نہایت بخشنے والا ہے۔

آسیہ بنت مزاحم فرعون جیسے بڑے کافر کے عقد میں تھیں، مگر پھر بھی ان کے ایمان میں کوئی فرق نہیں پڑا، ان کے تعلق سے اللہ نے قرآنی آیات نازل کر دی جنہیں تا قیامت تلاوت کیا جائے گا، اور ان کی ان میں سات آسمان کے اوپر سے تعریف کر دی۔

اور یہ رسول اللہ ﷺ کی بیٹی زینب ہیں، جن کے بارے میں سیدہ عائشہ نے روایت کیا ہے کہ ابو العاص بن ربیع بھی مشرکین کے ساتھ بدر میں شریک تھے، اور جب اہل مکہ نے اپنے قیدیوں کو چھڑانے

کیلئے فدیہ بھیجا تو اس وقت زینب بنت رسول اللہ ﷺ جو مکہ میں تھیں، نے بھی ایک ہار فدیہ میں بھیجا تھا، یہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا تھا جو یمن سے انہوں نے منگایا تھا، سیدہ خدیجہ بنت خویلد نے اس ہار کو زینب کی شادی میں دیا تھا، چنانچہ انہوں نے اپنے شوہر ابو العاص کے چھڑانے کیلئے اس ہار کو بطور فدیہ بھیجا تھا، جب رسول اللہ ﷺ نے اسے دیکھا تو پہچان لیا، اور آپ کا دل نرم پڑ گیا، اور اس وقت آپ نے خدیجہ کو یاد کیا اور ان کیلئے رحمت کی دعاء کی، اور فرمایا: اگر تم چاہو تو اسکے قیدی کو چھوڑ دو اور ساتھ ہی اسکا سامان بھی واپس کردو، صحابہ نے کہا: ٹھیک ہے اللہ کے رسول، چنانچہ انہوں نے ابو العاص بن ربیع کو چھوڑ دیا، اور زینب کا ہار بھی واپس کر دیا، مگر نبی اکرم ﷺ نے ابو العاص سے یہ شرط رکھ لی کہ وہ مکہ جا کر زینب کا راستہ چھوڑ دیں گے یعنی انہیں مدینہ بھیج دیں گے، چنانچہ انہوں نے وعدہ کرلیا اور مکہ جا کر وعدے کو پورا بھی کیا۔

وجہ استدلال یہ ہیکہ وہ انکے پاس مکہ میں رہتی تھیں مگر ان کے ایمان میں کوئی خرابی پیدا نہیں ہوئی تھی یہاں تک کہ اللہ نے انکے شوہر کو اسلام لانے کی توفیق دیدی۔

چھٹی وجہ:

اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ ایک مسلمان عورت غیر مسلم سے شادی نہیں کرسکتی، لیکن اگر کوئی مسلمان عورت کسی شبہے یا کسی اور وجہ سے ایسا کرتی ہے کہ کسی غیر مسلم سے شادی کرلیتی ہے تو شرعی احکام کی روشنی میں اس کے تین حالات ہوں گے:

الف: - اگر اس نے اس نکاح کی حرمت جان بوجھ کر ایسا کیا ہوگا بلکہ اسے حلال سمجھتے ہوئے، تو ایسی صورت میں وہ مرتد ہوجائے گی۔

ب: - اگر اس نے ایسا بغیر اسے حلال سمجھے اور اسکی حرمت کا انکار کئے بغیر کیا ہوگا تو ایسی صورت میں وہ گنہگار ہوگی، یعنی گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوگی۔

ج:- اگراس نے ایسا نادانی میں کیا ہوگا یعنی اسے اس نکاح کا حکم معلوم نہیں رہا ہوگا، کیونکہ اس کی پرورش بلادکفار میں ہوئی ہوگی، تو ایسی صورت میں اس پر کوئی گناہ نہیں ہوگا اور اسکا نکاح نکاح شبہ کے حکم میں ہوگا۔(یعنی جیسے ہی اسے اسکی حقیقت کا علم ہو جائے گا وہ الگ ہو جائے گی)۔

ابن قدامہ نے [المغنی] کے اندر خرقی کے قول کی شرح کرتے ہوئے کہا: (کوئی کافر کسی مسلم عورت سے کسی بھی حال میں شادی نہیں کرسکتا): ابن قدامہ اس کی شرح میں کہتے ہیں: ایک کافر کا کسی مسلمان عورت پر کسی بھی حال میں ولایت نہیں ہوتی ہے، اس پر اہل علم کا اجماع ہے، ان میں مالک، شافعی، ابوعبید، اہل الرائے سب شامل ہیں، ابن المنذر نے کہا: اہل علم میں سے جتنے لوگوں کو میں جانتا ہوں اس مسئلے پر سب کا اتفاق ہے۔

ساتویں وجہ:

ہٹ دھرم حروری خارجی کی بات کو اگر ہم بالفرض تسلیم بھی کرلیں کہ وہ مرتد ہیں، تو انکی عورتیں اور ذریت کیسے مرتد ہو جائیں گے، ان کے خون تو شریعت میں حرام ہیں جیسا کہ صحیح بخاری میں آیا ہے:

”وَكَانَ خُبَيْبٌ هُوَ قَتَلَ الْحَارِثَ بْنَ عَامِرٍ يَوْمَ بَدْرٍ فَلَبِثَ خُبَيْبٌ عِنْدَهُمْ أَسِيرًا. فَأَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عِيَاضٍ أَنَّ بِنْتَ الْحَارِثِ أَخْبَرَتْهُ أَنَّهُمْ حِينَ اجْتَمَعُوا اسْتَعَارَ مِنْهَا مُوسَى يَسْتَحِدُّ بِهَا فَأَعَارَتْهُ، فَأَخَذَ ابْنًا لِي وَأَنَا غَافِلَةٌ حِينَ أَتَاهُ، قَالَتْ: فَوَجَدْتُهُ مُجْلِسَهُ عَلَى فَخِذِهِ وَالْمُوسَى بِيَدِهِ فَفَزِعْتُ فَزْعَةً عَرَفَهَا خُبَيْبٌ فِي وَجْهِي، فَقَالَ: تَخْشَيْنَ أَنْ أَقْتُلَهُ مَا كُنْتُ لِأَفْعَلَ ذَلِكَ“۔

ترجمہ: خبیب رضی اللہ عنہ نے ہی بدر کی لڑائی میں حارث بن عامر کو قتل کیا تھا۔ آپ ان کے یہاں کچھ دنوں تک قیدی بن کر رہے، (زہری نے بیان کیا) کہ مجھے عبید اللہ بن عیاض نے خبر دی اور انہیں حارث کی بیٹی (زینب رضی اللہ عنہا) نے خبر دی کہ جب (ان کو قتل کرنے کے لیے) لوگ آئے تو زینب

سے انہوں نے موئے زیر ناف مونڈ نے کے لیے استرا مانگا۔انہوں نے استرا دے دیا، (زینب نے بیان کیا) پھر انہوں نے میرے ایک بچے کو اپنے پاس بلا لیا' جب وہ ان کے پاس گیا تو میں غافل تھی' زینب نے بیان کیا کہ پھر جب میں نے اپنے بچے کو ان کی ران پر بیٹھا ہوا دیکھا اور استرا ان کے ہاتھ میں تھا' تو میں اس بری طرح گھبرا گئی کہ خبیب رضی اللہ عنہ بھی میرے چہرے سے سمجھ گئے انہوں نے کہا: تمہیں اس کا خوف ہو گا کہ میں اسے قتل کر ڈالوں گا' یقین کرو میں کبھی ایسا نہیں کر سکتا۔

صحابی جلیل کو معلوم تھا کہ انہیں موت کی طرف لے جایا جا رہا ہے، اور وہ مشرکین کے بچوں کو قتل کرنے پر قادر بھی تھے، اور اسلحہ بھی انکے ہاتھ میں تھا، بچے کو دیکھ کر چیخنے لگی، صحابہ کو اندازہ ہو گیا کہ وہ کیوں چیخ رہی ہے، اس کے باوجود سیدنا خبیب نے کہا: تمہیں اس کا خوف ہو گا کہ میں اسے قتل کر ڈالوں گا' یقین کرو میں کبھی ایسا نہیں کر سکتا۔

کیا ہی خوبصورت تبصرہ کیا ہے حافظ ابن حجر نے اس حدیث پر! کہتے ہیں: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عہد و پیمان کی پاسداری مشرکین کے ساتھ بھی کی جائے گی اور ان کے بچوں کو قتل کرنے سے بچا جائے گا۔

یہ ہمارے سلف کی دینی فقہ اور سمجھ ہے جو کفار کی عورتوں اور انکے بچوں کے قتل سے بچنے کی تلقین کرتے تھے، گرچہ وہ موت ہی کے منہ میں ہوں، کتاب وسنت پر عمل کرتے ہوئے، مگر اس وقت دار الکفر میں قحبہ خانوں کے بغل میں بیٹھ کر ایک تکفیری آتا ہے اور کفار نہیں مسلمانوں کے بال بچوں کے قتل کا فتوی دیتا ہے، بلکہ اسے واجب کہتا ہے۔فقہائے ملت اور ائمہ امت نے کتاب الردۃ والمرتدین کو اپنی کتابوں میں وارد کیا ہے، اور ان کے اندر ارتداد کے سارے اسباب نقل کر دیئے ہیں، مگر کسی نے آج تک مرتد ہونے کا یہ سبب نہیں بتایا کہ اگر کوئی مسلمان عورت غیر مسلم سے شادی کرلے تو وہ مرتد ہو جائے گی، یہاں تک کہ معاصر خوارج نے آ کر اسے نواقض اسلام میں شامل کر دیا۔

حقیقت یہ ہیکہ تکفیر اور خونریزی ان خوارج کا اوڑھنا بچھونا ہے، تکفیر وتفجیر انکے رگ وریشے میں پیوست ہے اسلئے یہ اس میں غلو کا شکار ہیں۔

ایک پانچواں تکفیری ظواہری آ کر کہتا ہے:

طواغیت کی عورتوں کے قتل کا مسئلہ:

مسلح اسلامی جماعت نے جزائری حکومت سے مجاہدین کی عورتوں کو رہا کرنے اور انکی حرمتوں کو پامال نہ کرنے کا مطالبہ کیا، انہوں نے حکومت کو مہلت بھی دی کہ اگر وہ انہیں رہا نہیں کرتے ہیں تو پھر وہ سیکوریٹی فورسیز پر حملہ کریں گے۔

خارجی ظواہری فتوی دیتے ہوئے آگے کہتا ہے: شرعی طور پر میں سمجھتا ہوں کہ جہاد کے مقصد سے دشمنوں کے سیکوریٹی فورسیز پر حملہ کرنا جائز ہے، گرچہ ان کے ساتھ مسلمان رہتے ہوں، یا ایسے کفار رہتے ہوں جن کا قتل کرنا جائز نہیں جیسے بزرگ عمر دراز، بچے اور عورتیں۔

لیکن اگر مسلح اسلامی جماعت کے بھائیوں نے اجتہاد کرتے ہوئے دشمن کے ٹھکانوں پر حملہ کیا کسی شرعی مصلحت کی وجہ سے یعنی مسلمان عورتوں کو چھڑانے کیلئے، تو ایسی صورت میں یہ حملہ جائز ہے گرچہ وہاں ایسے لوگ بھی مارے جائیں جن کا قتل کرنا جائز نہیں ہے، اور خاص طور سے ایسی صورت میں کہ جماعت نے آگاہ بھی کیا اور انہیں مہلت بھی دیدی۔

اس تکفیری خارجی کے اس فتوے کا رد کئی وجوہات سے کیا جاسکتا ہے:

۱- بغیر کسی گناہ کے فوج اور پولیس کے بیوی بچوں کو قتل کرنا کیسے جائز ہوسکتا ہے۔

۲- ظواہری نے کہا: (جہاد کے مقصد سے دشمنوں کے سیکوریٹی فورسیز پر حملہ کرنا جائز ہے، گرچہ ان کے ساتھ مسلمان رہتے ہوں، یا ایسے کفار رہتے ہوں جن کا قتل کرنا جائز نہیں جیسے بزرگ عمر دراز، بچے اور عورتیں)۔ اس نے ایسا انسانوں کو ڈھال بنانے والے مسئلہ پر قیاس کرتے ہوئے کہا ہے، مگر یہاں

انسانوں کو ڈھال بنانے سے کیا لینا دینا، یہ تو میدان جنگ اور محاذوں پر ہوتا ہے، اور یہاں تو یہ بچے اور عورتیں اپنے گھروں میں شہروں کے اندر رہتے ہیں، اور انکے شوہر اپنی ڈیوٹی پر رہتے ہیں۔

۳- اس نے کہا: (اگر مسلح اسلامی جماعت کے بھائیوں نے اجتہاد کیا ہے)، سوال یہ ہیکہ کیا ان کم عمر جاہل احمقوں میں کوئی طالب علم بھی ہے، چہ جائیکہ کوئی اجتہاد کے مقام پر فائز ہو، اور بطور خاص ایسے حساس مسائل جن کا تعلق معصوم جانوں سے ہو۔

شریعت اسلامیہ نے تو مشرکین اور یہود ونصاری کے بچوں اور عورتوں کے خون کو حرام سمجھا ہے اگر وہ جنگ میں شرکت نہیں کرتے ہوں۔

اکیسواں اصول: متقدمین خوارج کے اصول وصفات میں سے مسلم ملکوں میں مظاہرات کا ایجاد کرنا ہے جس کے ذریعے یہ عالم اسلام میں انارکی اور فتنہ وفساد پھیلاتے ہیں، اور عوام کو حکام کے خلاف بھڑکاتے ہیں

خلیفہ راشد سیدنا عثمان ذوالنورین کی شہادت پر جس نے بھی لکھا ہے اس نے خارجیوں کے ذریعے آپ کے گھر کے محاصرہ کرنے، وہاں پر ناہنجار بلوائیوں کے بھیڑ لگانے اور آپ کے گھر اور مسجد پر قبضہ کرنے پر ضرور کلام کیا ہے، چنانچہ امام طبری ۳۵ھ کے حوادث کے تحت لکھتے ہیں: اہل مدینہ اس وقت سے مصیبت میں ہیں جب بلوائیوں نے تکبیر کہتے ہوئے مدینہ کو چاروں طرف سے گھیر لیا، اور اپنے فوجی اڈوں پر قیام کر کے مدینہ میں گھس آئے اور سیدنا عثمان کے گھر کا محاصرہ کر لیا، اور اعلان کیا: جو اپنے ہاتھ کو روکے رکھے اسے امان ہے۔

سیدنا عثمان نے کچھ ایام لوگوں کو نماز پڑھائی، پھر بعد میں لوگوں نے اپنے گھروں کو لازم پکڑ لیا، البتہ بلوائیوں نے کلام کرنے سے کسی کو نہیں روکا، لوگوں نے آ کر ان سے بات کی، ان میں سیدنا علی بھی تھے، آپ نے کہا: تم تو واپس چلے گئے تھے اور اپنی رائے سے پھر گئے تھے، اب تم یہاں لوٹ کیوں آئے؟ اس پر انہوں نے جواب دیا: ہم نے راستے میں ایک ڈاکیہ پکڑا ہے جو ہمارے قتل کا پروانہ لیکر جا رہا تھا۔ اسکے بعد طلحہ اور زبیر بھی آئے اور انہوں نے بھی بات کی، اور کہا: ہم اپنے بھائیوں کی مدد کریں گے اور انہیں ظلم سے روکیں گے۔

بہر حال بیس دنوں کے سخت محاصرہ کے بعد سیدنا عثمان کو شہید کر دیا گیا اور اسی کے ساتھ یہ فتنہ ختم ہو گیا اور یہ سب رسول اللہ ﷺ کی پیشینگوئی کے مطابق ہوا۔

یہاں شاہد یہ ہیکہ مظاہرات اور بھیڑ بھاڑ بنانے کی بدعت انہیں کے متقدمین خوارج اور انکے اجداد

نے ایجاد کی ہے۔

اور موجودہ دور میں اسی روش پر چلتے ہوئے اخوان المسلمین نے جدید ٹیکنالوجی کے سے ساتھ نئی نئی قسم کے مظاہرات کو ایجاد کیا تاکہ مسلم ممالک میں انارکی اور لاقانیت پھیلا کر جنگل راج کی صورت بنائی جائے پھر آسانی سے اقتدار پر قبضہ کیا جائے، ایسا کرکے یہ اس پر فخر بھی کرتے ہیں۔

اخوانیوں کے مورخ عبدالحلیم نے ان مظاہرات کے بارے میں کہا جنہیں اخوانی جماعت منظم کرتی تھی اور اس میں اخوانی جماعت کے طلبہ اور ممبران شرکت کرتے تھے: قاہرہ کے وسیع میدان جمہوریت میں دریا کے موجوں کی طرح تھپیڑا مارتے ہوئے انسانوں کا موج طلاطم تھا، یہ دراصل ایک مظاہرہ تھا جسے اخوانی جماعت کی قیادت میں منظم کیا گیا تھا، اور اس مظاہرے میں جن نمایاں شخصیات نے شرکت کی تھی ان میں ابراہیم کروم بھی تھے، جو ایک گھوڑے پر سوار تھے، اور مظاہرین کے آگے آگے چل رہے تے، اور ساتھ ہی ہوائی گولی بھی چھوڑ رہے تھے۔

ایک قدیم اخوانی جابر رزق کہتے ہیں: اخوان نے نعروں کی گونج کے ساتھ میدان پر قبضہ کرلیا، مصر نے پہلی مرتبہ اتنا بڑا مظاہرہ دیکھا تھا آگے آگے ایک جیپ پر سوار ہوکر قاضی شہید عبدالقادر عودہ تھے اور انکے اردگرد چار نوجوان تھے جو خون میں لت پت رومال لئے ہوئے تھے اور یہ نعرہ لگا رہے تھے: "دم الشهداء بدم جمال"، یعنی شہداء کے خون کا بدلہ جمال کا خون ہے۔ اس سے مراد اس وقت کے مصری صدر جمال عبدالناصر لے رہے تے۔

سابق اخوانی مرشد محمد مہدی عاکف نے کہا: اخوان المسلمین کا کردار یہ ہیکہ وہ حکام کے خلاف عوام کو بھڑکائیں اور انکے اندر اس کا شعور پیدا کریں۔

یہی وہ جماعت ہے جس کی معصومیت پر بہت سے لوگ واویلا مچاتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ یہ ایک دعوتی جماعت ہے کوئی حروری اور خارجی جماعت نہیں ہے۔

اس جماعت کا ایک سابق مرشد ایسی باتیں کہتا ہے مگر اس جماعت پر واویلا مچانے والے پھر بھی کہتے ہیں کہ کوئی ایسی دلیل نہیں ہے کہ یہ جماعت دہشت گرد ہے، اور یہ کہ اس کا یہ مقصد کبھی نہیں تھا کہ یہ خروج کریں اور لوگوں کا خون بہائیں۔

سعد حجاج نے بھی اپنی کتاب: [صفحات من تاريخ الإخوان] کے اندر مظاہرات کے ضمن میں کہا: اور ان لوگوں نے ایک مسلح مظاہرے کا بندوبست کیا جسکی قیادت کچھ مسلح افراد کر رہے تھے تاکہ اس بات کا اظہار کرسکیں کہ اخوانیوں کا ظالم استبدادی حکومت کے تئیں کیا نظریہ ہے۔

چنانچہ حالیہ سالوں میں عالم عرب کے اندر جیسے ٹیونس، مصر، لیبیا وغیرہ میں جو مظاہرات ہوئے اسکی تائید اخوانی تمام تنظیموں نے کی خواہ وہ القاعدہ ہو یا داعش، اور داعش کے یہاں ایسے مظاہروں کا نظم نہیں کیا جاتا، وہ بلاواسطہ حملہ کرتے ہیں اور قتل وخونریزی کے علاوہ انکی ڈکشنری میں کچھ نہیں ہے۔

مظاہرات پر کئی وجوہات سے رد:

پہلی وجہ:

شریعت کے اندر یا تو مقاصد کے پیش نظر چیزوں کو حرام کیا گیا ہے یا پھر وسائل کی وجہ سے، امام قرافی کہتے ہیں: جان لو کہ جس طرح ذریعہ کو بند کرنا واجب ہے اسی طرح اسکا کھولنا بھی واجب ہوتا ہے، اسی طرح وہ کبھی مکروہ، مندوب اور مباح بھی ہوتا ہے، کیونکہ ذریعہ ہی وسیلہ ہے، چنانچہ جس طرح حرام کا وسیلہ حرام ہے اسی طرح واجب کا وسیلہ بھی واجب ہے، جیسے جمعہ اور حج کیلئے دوڑنا، مگر یہ کہ مرتبہ میں مقاصد سے وسائل کم درجہ رکھتے ہیں، چنانچہ وسیلہ مقاصد پر منحصر ہوتا ہے افضل مقصد کے لئے وسیلہ بھی افضل ہوگا اور قبیح مقصد کیلئے وسیلہ بھی قبیح ہوگا۔

اور مزید کہا: انجام کے اعتبار سے احکام کی دو قسمیں ہیں: ایک مقاصد جو مصالح اور مفاسد دونوں کو شامل ہیں، اور دوسرا وسائل جو ان تک پہونچاتے ہیں، مگر رتبے میں مقاصد سے کم تر ہے۔ چنانچہ وسیلہ

مقاصد پر منحصر ہوتا ہے افضل مقصد کے لئے وسیلہ بھی افضل ہوگا اور قبیح مقصد کیلئے وسیلہ بھی قبیح ہوگا اور متوسط کا متوسط ہوگا۔

چنانچہ بہتر وسائل پر دلیل اللہ تعالی کا یہ قول ہے: ﴿ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ لَا يُصِيبُهُمْ ظَمَأٌ وَلَا نَصَبٌ وَلَا مَخْمَصَةٌ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَطَئُونَ مَوْطِئًا يَغِيظُ الْكُفَّارَ وَلَا يَنَالُونَ مِنْ عَدُوٍّ نَيْلًا إِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهِ عَمَلٌ صَالِحٌ إِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ﴾ ترجمہ: یہ اس لیے کہ وہ، اللہ کے راستے میں انھیں نہ کوئی پیاس پہنچتی ہے اور نہ کوئی تکان اور نہ کوئی بھوک اور نہ کسی ایسی جگہ پر قدم رکھتے ہیں جو کافروں کو غصہ دلائے اور نہ کسی دشمن سے کوئی کامیابی حاصل کرتے ہیں، مگر اس کے بدلے ان کے لیے ایک نیک عمل لکھ دیا جاتا ہے۔ یقیناً اللہ نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔

یہاں پر دیکھیں اللہ تعالی نے بھوک پیاس اور تھکان پر انہیں ثواب دیا ہے گرچہ وہ دونوں ان کا عمل نہیں رہا ہے، مگر انہیں اسکا اجر ملا جہاد کے وسیلے تر پہونچنے کی وجہ سے جو کہ اعزاز دین اور مسلمانوں کی تحفظ کا ایک وسیلہ ہے، چنانچہ اسکے لئے تیاری بھی وسیلہ ہوگی۔

مظاہرات پر غور کرنے سے واضح ہوتا ہے کہ یہ دونوں چیزوں کو شامل ہے، چناچنہ اسکا مقصد حرام ہے؛ اسلئے کہ اس سے امن وامان تباہ ہوتا ہے، جان ومال کی تباہی ہے، اور یہ خود حرام ہوا اسلئے کہ یہ حرام چیز کیلئے وسیلہ ہے اور وہ ایک مسلم حاکم کے خلاف خروج کرنا ہے۔

دوسری وجہ:

حکام کے ظلم پر جس صبر کا حکم آیا ہے اور اس پر جس قدر دلیلیں متوفر ہیں اور سلف کا اس پر اجماع ہے ان سب کا یہ مخالف ہے، چنانچہ حدیث میں آیا ہے:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: "إِنَّهَا سَتَكُونُ بَعْدِي أَثَرَةٌ وَأُمُورٌ

تُنْكِرُونَهَا، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، كَيْفَ تَأْمُرُ مَنْ أَدْرَكَ مِنَّا ذَلِكَ؟، قَالَ: تُؤَدُّونَ الْحَقَّ الَّذِي عَلَيْكُمْ وَتَسْأَلُونَ اللَّهَ الَّذِي لَكُمْ".

ترجمہ: سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میرے بعد حق تلفی ہوگی اور ایسی باتیں ہوں گی جن کو تم برا جانو گے۔" صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! پھر ایسے وقت میں جو رہے اس کو آپ کیا حکم کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ادا کرو اس حق کو جو تم پر ہے (یعنی اطاعت اور فرمانبرداری) اور جو تمہارا حق ہے اس کو پروردگار سے مانگو (کہ اللہ اس کو ہدایت کرے یا اس کو بدل کر عادل حاکم تم کو دے دے)۔

تیسری وجہ:

حکام کی خیرخواہی اور ان کی نصیحت کے تعلق سے جو شرعی طریقہ ہے اس کے یہ مخالف ہے، چنانچہ حدیثوں میں ہدایت آئی ہے کہ حکام کو خاموشی اور چپکے سے نصیحت کی جائے جیسے کہ یہ حدیث:

«مَنْ أَرَادَ أَنْ يَنْصَحَ لِسُلْطَانٍ بِأَمْرٍ فَلَا يُبْدِ لَهُ عَلَانِيَةً وَلَكِنْ لِيَأْخُذْ بِيَدِهِ فَيَخْلُوَ بِهِ فَإِنْ قَبِلَ مِنْهُ فَذَاكَ وَإِلَّا كَانَ قَدْ أَدَّى الَّذِي عَلَيْهِ لَهُ»۔

ترجمہ: جو شخص کسی معاملے میں بادشاہ کی نصیحت کرنا چاہے تو سب کے سامنے نہ کرے بلکہ اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے خلوت میں لے جائے اگر بادشاہ اس کی نصیحت کو قبول کرلے تو بہت اچھا ورنہ اس کی ذمہ داری پوری ہوگئی۔

چوتھی وجہ:

یہ ایک وسیلہ ہے جسے سلف نے اختیار نہیں کیا باوجود یکہ اسکا تقاضا تھا اور کوئی مانع بھی نہیں تھا، اس وجہ سے یہ بدعت ہوگا، جیسا کہ حدیث میں آیا ہے: "وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُورِ فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ"۔ ترجمہ: اور دین میں نکالی گئی نئی باتوں سے بچتے رہنا، اس لیے

کہ ہر نئی بات بدعت ہے، اور ہر بدعت گمراہی ہے"۔

پانچویں وجہ:

ملک کی فوج اور سیکوریٹی فورسیز کے ساتھ ٹکرانے اور انتشار و بدامنی پھیلانے کا بہت بڑا وسیلہ ہے؛ جس سے خون بہنے، اموال کے ضائع ہونے اور تخریب کاری اور فساد کا بہت بڑا ذریعہ ہے، ارشاد باری ہے: ﴿وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ﴾ ترجمہ: اور اللہ فساد کو پسند نہیں کرتا۔

چھٹی وجہ:

اس سے مختلف مفاسد جنم لے سکتے ہیں جن میں اخلاقی مفاسد سب سے پہلے ہوں گے، اور ان مظاہروں کے وقت ان امور کا مشاہدہ کیا جاتا ہے کہ اس وقت اچھے بروں کی کوئی تمیز نہیں ہوتی حتی کہ عورتیں مردوں کے بیچ میں ہوتی ہیں۔

ساتویں وجہ:

اس میں مشرکین کی مشابہت ہے، چنانچہ پہلے انہوں نے اپنے ملکوں میں ایسے مظاہرات کو جنم دیا، پھر جاہل اور احمق مسلمانوں نے بھی ان کی تقلید میں اپنے ملکوں کے اندر کرنے لگے۔

آٹھویں وجہ:

حقوق کا مطالبہ شرعی طریقے سے ہوتا ہے اور اسکا میدان قانونی عدالتیں ہوتی ہیں، نہ کہ سڑکیں ہوتی ہیں، اس سے تو صرف امن وامان کو خطرہ ہوگا، فتنے جنم لیں گے اور اسلامی آداب واخلاق کی دھجیاں اڑائی جائیں گی، بلکہ ایک مسلم حاکم کے خلاف خروج کا وسیلہ ہوگا۔

نویں وجہ:

ایسے مظاہروں سے جن مصلحتوں کی امید کی جاتی ہے اس سے کہیں زیادہ مفاسد جنم لیں گے، اور شریعت نے ایسے منکر پر نکیر کرنے سے منع کیا ہے جس کی وجہ سے اس سے بڑا منکر جنم لے لے، چنانچہ

علامہ ابن القیم فرماتے ہیں: اللہ کے نبی ﷺ نے منکر پر انکار کرنے کو مشروع قرار دیا ہے تاکہ اس انکار سے اس منکر کا خاتمہ ہو جائے جس سے اللہ اور اسکے رسول خوش ہوں، لیکن اگر اس انکار سے اس منکر کے مقابلے کہیں بڑا منکر جنم لینے کا خطرہ ہو اور جس سے کہ اللہ اور اسکے رسول ناپسند کرتے ہوں تو ایسی صورت میں اس منکر پر نکیر کرنا جائز نہیں ہوگا، اور اسکی مثال امراء اور حکام کے خلاف خروج کرنا ہے؛ کیونکہ یہ ہر برائی اور فتنے کی جڑ ہے۔

چنانچہ جو تاریخ اسلام کا مطالعہ کرے گا تو اسے پتہ چلے گا کہ ایسے خروج سے اسلام اور مسلمانوں کا کس قدر نقصان ہوا ہے تو اس وقت وہ ضرور ایسے منکر پر صبر کرنے کی تلقین کرے گا، رسول اللہ ﷺ مکہ کے اندر بڑے بڑے منکرات کا مشاہدہ کرتے تھے، مگر انہیں مٹانے کی طاقت نہیں رکھتے تھے اسی لئے صبر سے کام لیتے تھے، لیکن جب مکہ فتح ہو گیا اور آپ کو طاقت حاصل ہو گئی تو اس وقت آپ نے سارے منکرات کو مٹا دیا بلکہ کعبہ کو قواعد ابراہیم پر بنانے کا ارادہ کر لیا، لیکن آپ نے ایسا نہیں کیا باوجودیکہ آپ اس پر قادر تھے محض اس ڈر سے کہ ایسا کرنے سے اس سے کہیں بڑے منکر کے جنم لینے کا ڈر ہے، کیونکہ اس وقت مکہ والے نئے نئے اسلام لائے تھے، اور اسی لئے آپ ﷺ نے حکام پر نکیر کرنے کیلئے طاقت اور ہاتھ کا استعمال کرنے کی اجازت نہیں دی ہے۔

ذیل میں مظاہرات کے تعلق سے کبار علماء کے کچھ فتاوے ذکر کئے جاتے ہیں:

لجنہ دائمہ کا فتوی:

ہم ہر مسلم مرد اور خواتین کو نصیحت کرتے ہیں کہ ایسے غوغائی مظاہرات سے دور رہیں جو نہ تو کسی کے جان ومال کا احترام کرتے ہیں اور نہ ہی عزت وآبرو کا، ایسے مظاہرات کا اسلام سے کچھ بھی تعلق نہیں ہے، اسلام کے اندر ہر مسلمان دوسرے مسلمان سے محفوظ ہوتا ہے، اس کا دین بھی اسکی دنیا بھی، اسکا جان ومال بھی اور اسکی عزت وآبرو بھی، وباللہ التوفیق، وصلى الله على نبينا محمد وآله وصحبه وسلم۔

شیخ عبد العزیز بن باز کا فتویٰ:

سوال: کیا مردوں یا عورتوں کا مظاہرہ جو حکام اور امراء کے خلاف ہوتا ہے اسے دعوت کا ایک وسیلہ کہہ سکتے ہیں؟ اور کیا اگر اس مظاہرے میں مر جائے تو اسے شہید کہہ سکتے ہیں؟

جواب: ایسے مظاہروں سے کسی علاج کا امکان مجھے نہیں ہے، بلکہ میں انہیں شر و فتن اور ظلم و تعدی کا سبب سمجھتا ہوں، شرعی اسباب میں خط و کتابت ہے، نصیحت و خیر خواہی ہے، اہل علم نے جو طریقے استعمال کئے وہی بہتر ہے، اور بطور خاص حکام کو نصیحت کرنے کیلئے صحابہ اور تابعین نے جو طریقے استعمال کئے کہ امراء کے پاس جا کر ان سے ملاقات کرنا، انہیں نصیحت کرنا، یا ان سے خط و کتابت کرنا، نہ کہ منبروں پر انکی عیب جوئی کرنا کہ اس نے ایسا کیا اور ایسا کیا، واللہ المستعان۔

بائیسواں اصول: متقدمین خوارج کے اصول اور انکی صفات میں سے انکا یہ یقین کامل ہے کہ ان کے پیروکار جنتی اور شہید ہیں

فتنہ وفساد بھڑکانے کے بعد اس میں جو بھی مرتا ہے اسے شہید کہنا ہمیشہ سے ان خوارج کا طریقہ رہا ہے۔

بصرہ کے اندر خوارج جب اکٹھا ہوئے تو بعض نے بعض سے کہا: کاش ہم اللہ کی راہ میں نکلتے، ہمارے ساتھیوں کے نکلے بہت وقت ہوگیا، ہمیں بھی چاہئے کہ ہمارے علماء اللہ کی زمین میں نکل جائیں، اور لوگوں کیلئے روشنی بن کر رہیں، انہیں دین کی دعوت دیں، اور ہمارے تقوی اور اجتہاد والے بھی نکلیں اور شہید ہو کر اپنے رب سے جا کر مل جائیں جہاں زندہ رہ کر عنداللہ رزق حاصل کریں۔

اسی طرح آج بھی اخوانی جماعت ہر ایرے غیرے کو شہید کہتی پھر رہی ہے، اور باقی تکفیری تنظیمیں تو اس میں مشہور ہی ہیں، جن میں قطبی گروہ بہت مشہور ہے، وہ کسی کا بھی نام شہید کے بغیر نہیں لیتی، جبکہ اسے نہیں معلوم ہوتا کہ اس نے کون سی شہادت حاصل کی ہے؟! انہیں یہ بھی نہیں معلوم ہوتا کہ بغاوت اور خروج کے جرم میں اسے شریعت کی تلوار سے مارا گیا ہے، جیسا کہ حدیث میں آتا ہے:

عَنْ عَرْفَجَةَ ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ، يَقُولُ: " مَنْ أَتَاكُمْ وَأَمْرُكُمْ جَمِيعٌ عَلَى رَجُلٍ وَاحِدٍ يُرِيدُ أَنْ يَشُقَّ عَصَاكُمْ أَوْ يُفَرِّقَ جَمَاعَتَكُمْ فَاقْتُلُوهُ ".

ترجمہ: سیدنا عرفجہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے۔ "جو شخص تمہارے پاس آئے اور تم سب ایک شخص کے اوپر جمع ہو۔ اور وہ تم میں پھوٹ ڈالنا اور جدائی کرنا چاہے تو اس کو مار ڈالو۔"

سید قطب نے اپنی کتاب: [معالم فی الطریق]، اور اسی طرح [لماذا أعدمونی؟] کے اندر اس

بات کااعتراف کیاہے کہ انہوں نے اور انکے گروہ نے خروج اور بغاوت کیلئے کیسے پلاننگ کی تھی۔

ایک قدیم اخوانی جابر رزق کہتے ہیں: اخوان نے نعروں کی گونج کے ساتھ میدان پر قبضہ کرلیا، مصر نے پہلی مرتبہ اتنا بڑا مظاہرہ دیکھا تھا آگے آگے ایک جیپ پر سوار ہو کر قاضی شہید عبد القادر عودہ تھے اور انکے ارد گرد چار نوجوان تھے جو خون میں لت پت رومال لئے ہوئے تھے اور یہ نعرہ لگا رہے تھے: ''دم الشهداء بدم جمال''، یعنی شہداء کے خون کا بدلہ جمال کا خون ہے۔ اس سے مراد اس وقت کے مصری صدر جمال عبد الناصر لے رہے تے۔

القاعدہ اور اس جیسی تمام تکفیری اور حروری تنظیمیں اسی طریقے پر چل رہی ہیں، بلکہ انہوں نے اس بارے میں کتابیں بھی تالیف کردی ہیں، بلاد حرمین کے اندر القاعدہ کی شرعی کمیٹی کا مفکر مانا جانے والا طویلعی [هل يغسل الشهيد؟] کے عنوان سے ایک رسالہ لکھتا ہے اور آخر میں اس نتیجے پر پہونچتا ہے کہ اسکے ساتھیوں کو غسل نہیں دیا جائے، یہ وہ ساتھی ہیں جو خودکش بمباری میں اپنے بدن کے چیتھڑے کرلیتے ہیں، اور معصوم جانوں اور مالوں کو تباہ کرتے ہیں، ایسے ہی سفاک درندوں کے بارے میں کہتا ہے کہ نہ انہیں غسل دیا جائے گا اور نہ ہی ان پر جنازہ پڑھی جائے گی۔

یہ تو ان کے اسلاف میں پایا جاتا تھا کہ انکے اجداد خوارج اپنے مقتولین کو شہید کہتے تھے، اور آج کے خوارج بھی اپنے تمام مقتولین کو شہید کہتے ہیں، مگر آج کے خوارج اپنے اجداد خوارج سے دو قدم آگے ہیں اس طرح کہ یہ زندہ لوگوں کو بھی شہید کہتے ہیں، جبکہ تاریخ میں ایسا کبھی نہیں ہوا ہے، صرف اسی خارجی فرقے کے نزدیک یہ اعتقاد پایا جاتا ہے کہ یہ اپنے زندوں کو بھی شہید کہتی ہے۔

بلکہ ان لوگوں نے ایک اور بدعت ایجاد کر رکھی ہے کہ جو آج تک تاریخ اسلام میں نہیں پایا جاتا تھا، وہ یہ کہ یہ انٹرنٹ پر ایک فلم دکھاتے ہیں، اور اسے شہید کی شادی کا نام دیتے ہیں، دراصل یہ جب کسی نوجوان کو خودکش بمباری کیلئے بھیجتے ہیں اور وہ بمباری کرکے جہنم رسید ہو جاتا ہے تو یہ تکفیری ادھر اسکے نام پر

شہید کی شادی کا جشن مناتے ہیں۔

ہمارے پاس ایسے عینی شواہد موجود ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ معاصر خوارج اپنے پیروکاروں کو شہداء کہتی ہے، اور انہیں حور عین سے معانقہ کی خوشخبری دیتی ہے، حالانکہ وہ زمین پر چل پھر رہا ہوتا اور کھا پی رہا ہوتا ہے۔

اس فلم کا خلاصہ یہ ہیکہ اس میں کچھ لوگ ڈھول بجا رہے ہوتے ہیں ساتھ میں کچھ رجزیہ گیت گا رہے ہوتے ہیں جسے دف کے ساتھ گنگناتے ہیں، اور ناچتے بھی ہیں، جبکہ یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ ناچنا یہ ناقصات عقل و دین کی فطرت میں ہے، اور یہ سب ہنگامہ اور رقص وسرود اس نوجوان کے چاروں طرف ہوتا ہے جو خودکشی کیلئے کمر کس رہا ہے، ان اشعار اور گیت میں چند الفاظ یہ بھی ہیں:

زفوا الشهيد للجنة الله الله الله

زفوا الشهيد خلوه يتهنى الله الله الله

زفوا الشهيد لبيته الثانى الله الله الله

ترجمہ: شہید کو جنت کیلئے تیار کردو اللہ اللہ اللہ

شہید کو تیار کر کے چھوڑ دو کہ وہ عیش کرے اللہ اللہ اللہ

شہید کو اسکے دوسرے گھر کیلئے تیار کردو اللہ اللہ اللہ

شب زفاف کی یہ تیاری معاصر خوارج کی بے انتہا جہالت پر دلالت کرتی ہے، اگر ہم نے اسے اپنی آنکھوں سے نہ دیکھا ہوتا تو ایسی باتوں پر یقین ہی نہیں آتا کہ تھوڑی عقل والا انسان بھی ایسا نہیں کرسکتا۔

ایسی شب زفاف کی تیاری پر چند شرعی ملاحظات درج ذیل ہیں:

پہلا ملاحظہ:

کسی ایک نوجوان کو متعین کر کے اسکے حق میں شہادت کی گواہی دینا یہ شریعت کے مخالف ہے۔

شیخ ابن عثیمین سے سوال کیا گیا کہ کیا کسی معین شخص پر شہید کا اطلاق کرنا صحیح ہے؟

تو آپ نے جواب دیا کہ کسی کیلئے شہادت کی گواہی دینے کی دو شکلیں ہو سکتی ہیں:

پہلی یہ کہ کسی وصف کے ساتھ مقید کر کے کہا جائے، جیسے کہ یہ کہا جائے کہ جو بھی اللہ کی راہ میں قتل ہوتا ہے وہ شہید ہوتا ہے، اور جو اپنے مال کی حفاظت میں قتل ہوتا ہے وہ شہید ہوتا ہے، اور جو طاعون کی بیماری میں مرجاتا ہے وہ شہید ہوتا ہے، اور اسی طرح کے دوسرے اوصاف، تو یہ جائز ہے، جیسا کہ نصوص میں اسکی وضاحت آئی ہے، اسلئے آپ اسی چیز کی گواہی دے رہے ہیں جس کی خبر خود رسول اللہ ﷺ نے دی ہے۔

اور دوسری شکل یہ ہیکہ اس شہادت کو کسی معین شخص کے ساتھ خاص کر کے بولا جائے مثلاً کسی معین شخص کے بارے میں کہا جائے کہ فلاں شہید ہے، تو یہ جائز نہیں ہے، ایسا صرف اسی شخص کے بارے میں کہہ سکتے ہیں جس کی شہادت کی گواہی رسول اللہ ﷺ نے دی ہو یا جس کی شہادت پر امت کا اتفاق ہو۔

اور اسکے لئے امام بخاری نے ایک باب باندھا ہے: باب اس بارے میں کہ یہ نہیں کہہ سکتے کہ فلاں شہید ہے۔ حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں کہا: یعنی یقینی طور پر یہ نہیں کہہ سکتے الا یہ کہ کسی کے تعلق سے وحی آئی ہو گویا کہ اس سے سیدنا عمر بن خطاب کی اس حدیث کی طرف اشارہ کیا ہو جس میں آپ نے فرمایا ہے: ''تَقُولُونَ فِي مَغَازِيكُمْ: قُتِلَ فُلَانٌ شَهِيدًا مَاتَ فُلَانٌ شَهِيدًا وَلَعَلَّهُ أَنْ يَكُونَ قَدْ أَوْقَرَ عَجُزَ دَابَّتِهِ أَوْ دَفَّ رَاحِلَتِهِ ذَهَبًا وَفِضَّةً يَبْتَغِي التِّجَارَةَ فَلَا تَقُولُوا ذَاكُمْ وَلَكِنْ قُولُوا كَمَا قَالَ مُحَمَّدٌ ﷺ مَنْ قُتِلَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَهُوَ فِي الْجَنَّةِ'' ترجمہ: پھر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ دوسری بات یہ ہے کہ جو شخص دوران جہاد مقتول ہو جائے یا طبعی طور پر فوت ہو جائے تو آپ لوگ یہ کہتے ہیں کہ فلاں آدمی شہید ہو گیا، فلاں آدمی شہید ہو کر دنیا سے رخصت ہوا، حالانکہ یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ اس نے اپنی سواری کے پچھلے حصے میں یا کجاوے کے نیچے سونا چاندی چھپائے

رکھا ہو، جس سے وہ تجارت کا ارادہ رکھتا ہو، اس لئے تم کسی کے متعلق یقین کے ساتھ یہ مت کہو کہ وہ شہید ہے، البتہ یہ کہہ سکتے ہو کہ جو شخص اللہ کے راستہ میں مقتول یا فوت ہو جائے (وہ شہید ہے) اور جنت میں داخل ہو گا جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے۔

شیخ محمد بن عثیمین نے یہ بھی کہا:

اور یہ کہ کسی چیز کی گواہی اسی وقت دی جاتی ہے جب اسکا علم ہو، اور انسان کے شہید ہونے کی شرط یہ ہیکہ وہ اللہ کے کلمہ کی سربلندی کیلئے لڑ رہا ہو، اور اسکا تعلق نیت باطنہ سے ہے جس کے علم کی کوئی سبیل نہیں ہے، اسی لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ، يَقُولُ: "مَثَلُ الْمُجَاهِدِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، وَاللَّهُ أَعْلَمُ، بِمَنْ يُجَاهِدُ فِي سَبِيلِهِ كَمَثَلِ الصَّائِمِ الْقَائِمِ، وَتَوَكَّلَ اللَّهُ لِلْمُجَاهِدِ فِي سَبِيلِهِ، بِأَنْ يَتَوَفَّاهُ أَنْ يُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ، أَوْ يَرْجِعَهُ سَالِمًا مَعَ أَجْرٍ، أَوْ غَنِيمَةٍ".

ترجمہ: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے تھے کہ اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے کی مثال ۔۔۔اور اللہ تعالیٰ اس شخص کو خوب جانتا ہے جو (خلوص دل کے ساتھ صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے) اللہ کے راستے میں جہاد کرتا ہے ۔۔۔اس شخص کی سی ہے جو رات میں برابر نماز پڑھتا رہے اور دن میں برابر روزے رکھتا رہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے راستے میں جہاد کرنے والے کیلئے اس کی ذمہ داری لے لی ہے کہ اگر اسے شہادت دے گا تو اسے بے حساب و کتاب جنت میں داخل کرے گا یا پھر زندہ وسلامت (گھر) ثواب اور مال غنیمت کے ساتھ واپس کرے گا۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ، قَالَ: "وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا

يُكْلَمُ أَحَدٌ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَنْ يُكْلَمُ فِي سَبِيلِهِ إِلَّا جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَاللَّوْنُ لَوْنُ الدَّمِ، وَالرِّيحُ رِيحُ الْمِسْكِ"۔

ترجمہ: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہیکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے جو شخص بھی اللہ کے راستے میں زخمی ہوا اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ اس کے راستے میں کون زخمی ہوا ہے، وہ قیامت کے دن اس طرح سے آئے گا کہ اس کے زخموں سے خون بہہ رہا ہوگا، رنگ تو خون جیسا ہوگا لیکن اس میں خوشبو مشک جیسی ہوگی۔"

لیکن جو بظاہر نیک دکھائی دے گا ہم اس کے لئے شہادت کی امید رکھیں گے، مگر اسکی گواہی نہیں دیں گے اور نہ ہی اسکے تعلق سے بدگمانی کا اظہار کریں گے، اور امید انہی دونوں مرتبوں کے درمیان والا مرتبہ ہے، البتہ ہم اسکے ساتھ دنیا میں شہداء والا تعامل برتیں گے، چنانچہ اگر وہ معرکہ جہاد میں قتل ہوا ہوگا تو اسے اسکے خون کے ساتھ بغیر جنازہ کے دفن کردیں گے، لیکن اگر شہداء کی دوسری قسم سے اسکا تعلق ہوگا تو پھر اسے غسل دیا جائے گا اور اسکی تکفین وتجہیز بھی ہوگی اور اس پر جنازہ بھی پڑھا جائے گا۔

اگر ہم کسی کے حق میں یقین کے ساتھ گواہی دیتے ہیں کہ وہ شہید ہے تو ایسی صورت میں یہ لازم آتا ہے گویا ہم اسکے جنتی ہونے کی گواہی دے رہے ہیں، اور یہ اہل سنت کے منہج کے خلاف ہے، کیونکہ وہ کسی بھی ایسے شخص کیلئے جنت کی گواہی نہیں دیتے ہیں جس کے حق میں رسول اللہ ﷺ نے نہ دی ہو، اور کچھ لوگ اسے جائز کہتے ہیں اس شخص کے حق میں جس کی صالحیت اور تعریف پر امت کا اتفاق ہو، اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی بھی یہی رائے ہے۔

اس سے واضح ہوا کہ ہم کسی معین شخص کیلئے شہید ہونے کی گواہی نہیں دے سکتے، الا یہ کہ اسکے لئے کوئی نص صریح ہو یا پھر اس پر امت کا اتفاق ہو، ہاں جو بظاہر نیک دکھائی دے تو اسکے لئے ہم شہادت کی امید رکھیں گے، اور یہ اسکی منقبت کیلئے کافی ہے، اور اسکا علم اسکے خالق کے پاس ہے۔

اور علماء کا یہ کلام اس شخص کے بارے میں ہے جو اللہ کی راہ میں شرعی جہاد کرنے نکلا ہو، اور وہاں بھی مرنے والے پر شہید کہنے سے منع کیا گیا ہے، پھر ایسا شخص جو کسی حرام معاملے میں مرے یعنی حاکم کے خلاف خروج اور بغاوت میں مرے اسے شہید کیسے کہا جا سکتا؟!

دوسرا ملاحظہ:

اس میں اس بات کی یقین دہانی ہے کہ وہ جنت میں جا کر حورعین سے معانقہ کرے گا، اور اہل سنت کا یہ عقیدہ ہے کہ وہ کسی کیلئے جنت یا جہنم کی سرٹیفکٹ نہیں دیتے، سوائے اسی شخص کے جس کے حق میں اللہ اور اسکے رسول ﷺ نے گواہی دی ہو، ہاں اہل سنت نیک لوگوں کیلئے جنت کی امید کرتے ہیں اور بروں کیلئے خوف کھاتے ہیں۔

تیسرا ملاحظہ:

اور یہ لفظ جلالہ (اللہ اللہ) کا تکرار صرف صوفیوں کے یہاں معروف ہے۔

چوتھا ملاحظہ:

یہ لوگ اس شخص کے ارد گرد گھومتے ہیں جس کیلئے شہادت کی گواہی دیتے ہیں، اور رقص کرتے ہیں، اور رقص کرنا عورتوں کی فطرت ہے، جیسا کہ اس پر بات گزر چکی۔

ابن لادن اور اسکے پیروکاروں اور اسکے مفکروں سے کہا جائے گا کہ اس طرح کی بدعت تم لوگوں کو مبارک ہو، تاریخ اسلام یا سابقہ امتوں میں یہ کبھی نہیں سنا گیا کہ خودکشی کرنے سے پہلے اسکے ارد گرد لوگ ناچتے اور گانا گاتے ہوں، اور ڈھول اور شادیانے بجاتے ہوں، یہاں تک کہ یہ تکفیری حروری آئے اور انہوں نے اس طرح کی احمقانہ حرکت کرنے لگے۔ گویا یہ اس شخص کیلئے سزا ہے جو صراط مستقیم سے ہٹ جاتا ہے۔

ملاحظہ:

سوء خاتمہ سے سلف کے دل کانپ جاتے تھے، اور اس پر انہوں نے خوبصورت اور نفیس کلام

کیا ہے، چنانچہ حافظ ابن رجب کہتے ہیں: خاتمہ نیک لوگوں کی میراث ہے۔

آپ تاریخ کا مطالعہ کریں گے تو پائیں گے کہ بڑے بڑے ائمہ دین اور فقہائے ملت سوء خاتمہ سے خوف کھاتے تھے، اور لوگوں کو اس سے ڈراتے تھے، مگر آج کے تکفیری خوارج حسن خاتمہ کی یقینی کی گواہی دیتے ہیں، بلکہ مزید دو قدم آگے جا کر کہتے ہیں کہ یہ نوجوان شہید ہو کر مارا جائے گا۔

تئیسواں اصول: متقدمین خوارج کے اصول اور انکی صفات میں سے سرکاری اداروں اور محکمہ جات نیز پبلک پراپرٹی میں گھس کر لوٹنا اور اسے تباہ کرنا ہے

متقدمین خوارج نے خلیفہ کے گھر کا محاصرہ کیا تھا، ساتھ ہی دارالخلافہ کا محاصرہ کیا، پھر خلیفہ راشد ذو النورین کو قتل کیا، بیت المال کو لوٹا، اسی طرح بعض دوسرے شہروں میں بھی لوٹ پاٹ مچایا، جیسا کہ تاریخ کی کتابوں میں آیا ہے، چنانچہ ایک جگہ ابن کثیر کہتے ہیں: خوارج شہر میں گھس گئے اور بیت المال کو لوٹ لیا، جس میں بہت کچھ مال تھا۔

اور موجودہ دور میں اخوانی جماعت نے اس خارجی سنت کو زندہ کر دیا ہے کہ اس وقت اخوانی جماعت سے لیکر جتنی بھی خارجی تکفیری جماعتیں ہیں سب سرکاری اداروں اور محکمہ جات میں گھس کر وہاں لوٹ پاٹ مچاتی ہیں اور اس پر بمباری کرتی ہیں، جیسے پولیس محکمہ، عدالتیں وغیرہ۔

چند واقعات جنہیں ان جماعتوں نے انجام دیا اور یہ انہیں کی کتابوں میں درج ہے:

۱- قاہرہ کے اندر پولیس محکموں پر دستی بم پھینکنا:

محمود صباغ کہتا ہے: ۳/ ۱۲/ ۱۹۴۶ء کے دن قاہرہ میں اخوانیوں نے تمام پولیس اسٹیشنوں پر بم پھینکا تھا، ان پولیس اسٹیشنوں میں مشہور مسکی، جمالیہ، ازبکیہ، مصر القدیمہ، سرخانہ چیک پوائنٹ ہے، اور پھر اسکے معاً بعد عابدین پولیس اسٹیشن، خلیفہ اور امبابہ سنٹرل پولیس اسٹیشن پر بم پھینکا۔

اور اسی طرح حسن بنا کے شاگرد عباس سیسی نے بھی اس کی تاکید کی ہے۔

۲- قاہرہ کے اپیل کورٹ کو بم سے اڑانے کی کوشش:

اس جماعت کے شیطانوں نے جو خفیہ مسلح تنظیم کے اراکین تھے قاہرہ کی عدالت ہی کو بم سے اڑانے کی ٹھان لی تاکہ جیپ کیس کے سارے فائل اور انکی دہشت گردیوں کی ساری نشانیاں مٹ

جائیں جس کے اندر خود انہیں کے ہاتھوں سے ان کی تخریب کاری کی پوری داستان رقم تھی اور جس کی طرف اشارہ گزر چکا ہے۔

عباس سیسی نے کہا: شفیق ابراہیم نے ایک بیگ رکھا جس کے اندر دھماکہ خیز مواد تھے، اور اسی کے ساتھ ایٹم بم کا آلہ بھی تھا جس سے دھماکے کے وقت کی تحدید ہوتی ہے، پھر اسے لے جا کر عدالت کے اندر جج کی آفس میں رکھ دیا یہ سمجھ کر کہ جیپ کے سارے اوراق اسی کمرے میں ہوں گے، جس کے اندر اخوانیوں کے سارے بھیانک جرائم اور خطرناک عزائم کی داستان موجود تھی، بہر حال ان کا مقصد ان تمام شواہد کو مٹانا تھا خواہ اسکے لئے کتنی ہی جانیں چلی جائیں، مگر اس بیگ کو دیکھ کر فوراً ایک شخص کو شک ہوگیا اور اس نے اس بیگ کو اٹھا کر سڑک پر پھینک دیا جو وہیں موقع پر پھٹ گیا، اور اسی وقت شفیق ابراہیم پکڑا گیا، اور اس وقت پورا شہر خوف و ہراس میں آ گیا۔

اس واقعے کو محمود جامع اور محمود عبدالحلیم نے بھی ذکر کیا ہے۔

محمود عساف نے یہ بھی واضح کیا ہے کہ ان کا مقصد اصل میں اس عدالت کو بم سے اڑا کر خاک کر دینا تھا، چنانچہ کہتا ہے: بعض اخوانی نوجوانوں نے یہ سوچ لیا کہ جیپ کیس کے سارے اوراق کو جلا کر خاکستر کر دینا ہے، تاکہ حکومت کے پاس کوئی دلیل نہ رہے، اسکے لئے شفیق ابراہیم نے ٹائم بم کا استعمال کیا اور اسے اسی کمرے میں جا کر رکھ دیا جہاں انہیں شبہ تھا کہ یہاں سارے اوراق رکھے ہوئے ہیں تاکہ وہ اوراق جل کر خاکستر ہو جائیں۔

اس حادثے کو ہر اس اخوانی مورخ نے ذکر کیا ہے جس نے بھی جماعت پر کچھ لکھا ہے، جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اس جماعت کے پاس کچھ بھی دینی اور انسانی غیرت نہیں ہے بلکہ یہ نری جاہل اور گمراہ قوم ہے۔

اور یہ کہ یہ لوگ شریعت کی پابندی کرنے سے بہت دور ہیں، اور جہاں تک انکا حاکمیت الہیہ کی

رٹ لگانے کی بات ہے تو یہ محض کرسی اقتدار تک پہونچنے کیلئے ایک ٹول اور آلہ ہے۔

ورنہ آپ اس بم دھماکہ کرنے کے بارے میں کیا کہیں گے جہاں لوگوں کی بھیڑ رہتی ہے، اگر وہ اس عدالت کے اندر پھٹ جاتا جیسا کہ اس جماعت کا ارادہ تھا تو کتنے معصوموں کی جان جاتی، کیا یہ جماعت اس کی ذمیداری لیتی جو ہمیشہ حکومت الٰہیہ کا رٹ لگاتی ہے۔

یہیں پر اس جماعت سے یہ سوال کر لیتے ہیں کہ کیا وحی کی روشنی میں یہ فیصلہ نہیں ہوگا کہ ایک مسلمان جو نماز پڑھتا ہو روزے رکھتا ہو کلمہ شہادت پڑھتا ہو اسے مارنا کیا حرام نہیں ہے؟

آخر یہ لوگ اللہ کے حکم اور شریعت کو اپنے اوپر نافذ کیوں نہیں کرتے؟ کیا یہ شریعت سے اوپر ہیں؟ یا شریعت صرف دوسروں پر نافذ کرنے کیلئے آئی ہے؟

۳-عید میلاد بم حادثہ:

محمد صباغ ان بم دھماکوں کو جواز عطا کرتے ہوئے کہتا ہے: درحقیقت یہ لہو ولعب اور بے حیائی نیز شراب وکباب کے اڈے تھے، اور اس آپریشن میں حسین عبد المنعم اور عبد المنعم ابراہیم نے حصہ لیا تھا، اور اسکے جواز کی صورت یہ بتائی کہ ان لہو ولعب کی جگہوں پر انگریز فوجی زیادہ آتے تھے۔

جبکہ جواز کی یہ ساری صورتیں غیر مقبول اور غیر شرعی ہیں، کیونکہ ان جگہوں پر گرچہ انگریز آتے تھے مگر مسلمان بھی کم نہیں جاتے تھے، بطور خاص اس کے اندر کام کرنے والے سب مسلمان ہی تھے، یہ ٹھیک ہے کہ فسق وفجور کی جگہوں کو باقی نہیں رکھنا چاہئے مگر یہ بھی کسی صورت میں جائز نہیں ہے کہ فاسق وفاجر کو قتل کر دیا جائے، بلکہ انہیں سزا دینا یہ حکام اور عدالتوں کا کام ہے۔

اور سید قطب نے اپنی کتاب: [لماذا أعدموني؟] کے اندر خود یہ اعتراف کیا ہے کہ انہوں نے پولیس اسٹیشنوں اور پلوں کو بم سے اڑانے کا پلان خود بنایا تھا تاکہ ان کے پیروکار انہیں انجام تک پہونچائیں، اس سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ بم دھماکہ اور خودکش بمباری یہ سب سید قطب ہی کے زمانے سے

اس جماعت میں موجود ہے۔

سید قطب نے اس وقت کے حکام کے خلاف خروج کرنے کی پلاننگ پر بھی گفتگو کی ہے، جس میں سرکاری محکمہ جات میں گھس کر وہاں تخریب کاری کرنا بھی شامل ہے، چنانچہ کہتے ہیں: ہم نے ایسی بھی پلاننگ بنائی تھی کہ حکومتی محکمہ جات کے خلاف ایسے اقدامات کئے جائیں تا کہ حکومت اخوان المسلمین کے خلاف کارروائی کرنے سے عاجز آجائے، اور تنظیم خاص کے ممبران کی گرفتاری کا انتقام بھی لے لیا جائے، جس میں کچھ حکومتی شخصیتوں کا منظر نامے سے غائب کرنا تھا، ان میں مصری صدر، وزیر اعظم، اڈوائزی آفس کے چیئرمین، خفیہ ایجنسی کے چیف اور فوج کے چیف آفیسر، اس کے ساتھ قاہرہ کے اندر موجود بعض سرکاری محکموں کو بم سے اڑانا تھا تا کہ شہر کی حرکت نبض بند ہو جائے، تا کہ اخوانی ممبران سے پہو نچنے میں مشکل ہو، اس میں سر فہرست بجلی ہاوس اور پل تھے، لیکن بعد میں پلوں کو فہرست سے نکال دیا گیا۔

اسی جماعت کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اسکے سپولوں میں سے القاعدہ اور داعش نے بھی یہی روش اختیار کی اور ان لوگوں نے اس طرح کے بہت زیادہ بھیانک جرائم کا ارتکاب کیا، ریاض کے اندر سیکوریٹی فورسیز کے محکمہ میں گھس کر بم دھماکہ کیا اور چار معصوم لوگوں کو جان سے مار دیا جن میں دو سیکوریٹی اہلکار بھی تھے، ۱۴۸/ لوگ زخمی ہوئے جن میں سے بعض لوگ بعد میں جاں بحق ہو گئے، ان میں دو چھوٹی بچیاں بھی تھیں، اسی طرح ان سفاک درندوں نے ریاض ہی کے اندر وزارت داخلیہ کی بلڈنگ میں گھسنے کی کوشش کی مگر اللہ تبارک وتعالی نے ان کی کوشش کو ناکام بنا دیا۔

چوبیسواں اصول: متقدمین خوارج کے اصول اور انکی صفات میں سے جہالت کو کلی طور پر عذر نہ ماننا ہے

متقدمین خوارج کے اصول میں سے جہالت کو کلی طور پر عذر نہ ماننا بھی ہے، چنانچہ وہ جب بھی کسی غلطی کو دیکھتے ہیں تو فوری طور پر تکفیر کرتے ہیں، گرچہ دوسروں کے یہاں وہ کوئی گناہ صغیرہ ہی کیوں نہ ہو، ابھی پچھلے صفحات میں نافع ازرق کا قول گزر چکا ہے جو اپنے ساتھی کی تکفیر کر رہا ہے، اور ابوالحسن نے کہا: خارجی فرقہ بیہسیہ نے کہا: دین سے جہالت کی بنیاد پر بھی لوگ مشرک ہوں گے۔

چنانچہ معاصر خوارج بھی اپنے اجداد کے نقش قدم پر چل رہے ہیں، سید قطب نے کہا: تمام انسانیت بندوں کی عبادت اور ادیان کے ظلم وجور کی طرف مرتد ہو چکی ہے، اور کلمہ لاالہ الااللہ سے پیچھے ہٹ چکی ہے، گرچہ کچھ لوگ اب بھی میناروں پر لاالہ الااللہ کو دہرا رہے ہیں۔

القاعدہ تنظیم کے مفکرین میں شمار کیا جانے والا ابو بصیر طرطوسی کہتا ہے: یہ طواغیت جہالت کی بنیاد پر معذور نہیں سمجھے جائیں گے اور تکفیر کے ان موانع میں سے کسی مانع کو بھی خاطر میں نہیں لایا جائے گا جن کے بارے میں اہل علم نے کلام کیا ہے، ان کے بارے میں اس طرح کی باتیں (موانع تکفیر اور جہالت کو عذر ماننا) کرنا دین کے ساتھ مذاق ہوگا، ان طواغیت کے مقابلے اگر جہالت کے عذر کی بات ابلیس کے ساتھ کی جائے تو شاید زیادہ بہتر ہوگا، اسی طرح ابلیس کی تکفیر کرنے سے پہلے اس پر حجت قائم کرنے کی بات کرنا ان طواغیت کے مقابلے زیادہ مناسب ہوگا۔

پولیس اور فوج وغیر کے بارے میں سید فضل کہتا ہے:

کتاب وسنت اور اجماع کی روشنی میں یہ سب کفار ہیں، کیونکہ یہی حقیقت میں کفار کی حکومت کی بقاء کا سبب ہیں، جہاں وضعی قوانین کا بول بالا ہے۔

آپ دیکھ سکتے ہیں کہ آج کے خوارج کس قدر غلو کا شکار ہیں، بالخصوص یہ قول: (ان طواغیت کے مقابلے اگر جہالت کے عذر کی بات ابلیس کے ساتھ کی جائے تو شاید زیادہ بہتر ہوگا)، اس سے واضح ہوتا ہے کہ آج کے خوارج درندگی میں متقدمین خوارج سے کہیں زیادہ وحشی اور سفاک ہیں۔

میں نے یہاں ان کے بعض غلو کا احاطہ کیا ہے جن کے اندر آج کے خوارج اپنے اجداد پر سبقت لے چکے ہیں، ان میں سے چند درج ذیل ہیں:

۱- ان کے غلو کے شواہد میں سے انکا یہ بیان ہے کہ مکہ اور مدینہ دار کفر ہیں، ایسی صراحت ان کے اجداد کے یہاں نہیں ملتی ہے۔

۲- اسی طرح آج کے خوارج کے غلو کی صورتوں میں ماں باپ تک کو قتل کر دینا ہے، جیسا کہ اس طرح کا حادثہ ہو چکا ہے کہ ایک خارجی نے اپنے دو بھائیوں، باپ، چچا کو قتل کیا، اسی طرح الجزائر کے اندر ایک خارجی نے جس کا تعلق الجماعۃ الاسلامیۃ سے تھا، اپنے ماں باپ کو قتل کر دیا تھا، آج کے خوارج کی طرف سے اس طرح کے کئی واقعات ہو چکے ہیں، جو اپنے سگے رشتہ داروں کو قتل کرتے ہیں، مگر تلاش بسیار کے باوجود بھی اس طرح کا کوئی واقعہ متقدمین خوارج کے یہاں میں نے نہیں پایا۔

۳- اسی طرح یہ بھی معلوم ہوا کہ آج کے خوارج متقدمین خوارج کے مقابلے زیادہ وحشی اور سفاک ہیں، متقدمین خوارج کے تعلق سے تاریخ کی کتابوں میں دو یا تین واقعات اس طرح کے ملیں گے مگر آج کے خوارج کے تعلق سے اس طرح کے بہت سے واقعات مل جائیں گے اور وہ بھی بھیانک شکل میں، اگر ان واقعات کی ویڈیو نہ ہوتی تو ان پر یقین کرنا بھی مشکل ہوتا، چنانچہ دیکھا گیا کہ آج کے خوارج کس طرح مسلمانوں کو زندہ جلا کر لذت حاصل کر رہے ہوتے ہیں، ذبح کرنے سے پہلے پتھروں پر چھری کی دھار کو مدھم کرتے ہیں تاکہ کٹنے میں تاخیر ہو اور آدمی تڑپ تڑپ کر مرے، قتل کی ایسی ایسی بھیانک شکلیں کہ انسان دیکھ کر پاگل ہو جائے۔

۴- آج کے خوارج کے غلو کی صورتوں میں یہود ونصاری، فرعون اور مدعی نبوت کو حکام کے کفر سے زیادہ ہلکا سمجھنا ہے، جیسا کہ عبد العزیز طویلعی کہتا ہے: مسیلمہ کذاب آج کے عرب حکام کے مقابلے زیادہ بہتر اور اسلام سے زیادہ قریب تھا۔

آخر مسیلمہ کذاب کے پاس کون سا خیر تھا جس کی وجہ سے وہ اس خارجی تکفیری کے نزدیک اسلام کے زیادہ قریب تھا؟!

اور عجیب بات تو یہ ہیکہ یہ طویلعی اسی ملک کا ایک باشندہ ہے جہاں اس نے عقیدہ توحید کا درس لیا ہے، اور یہاں کے حکام کے خیر و بھلائی کو اچھی طرح جانتا ہے، ہم کسی کی عصمت کے قائل نہیں ہیں، نقص ہر جگہ پایا جاتا ہے، مگر خیر بھی کم نہیں ہے، اگر یہ طویلعی صحیح اسلام پر قائم ہوتا تو اس درجہ غلو کا شکار نہیں ہوتا۔

اسی طرح آج کے خوارج کہتے ہیں: ابلیس کا عذر مسلم حکام کے عذر کے مقابلے زیادہ بہتر تھا۔

۵- آج کے خوارج کے غلو کی صورتوں میں سے یہ بھی ہے کہ ان کے اجداد نے کفار کے تعلق سے نازل آیتوں کو مسلمانوں پر فٹ کیا تھا، اور آج کے خوارج نے فرعون اور اسکے پیروکاروں کے تعلق سے نازل ہونے والی آیتوں کو مسلمانوں پر فٹ کر دیا ہے، اسکی کچھ مثالیں آگے آئیں گی ان شاء اللہ۔

۶- آج کے خوارج کے غلو کی صورتوں میں جن میں یہ اپنے اجداد سے فائق ہیں یہ بھی ہے کہ ان کے اجداد نے نیکی کو بدی میں بدل دیا تھا، جیسا کہ ان کے اصولوں میں آئے گا، اور آج کے خوارج نے صرف اس نیکی کو بدی ہی نہیں بلکہ اسے کفر میں بدل دیا ہے، چنانچہ یہ کفار کے ساتھ ان معاہدات کو جن سے مسلمانوں کے خون کی حفاظت ہوتی ہے، کفر اور دین سے خروج مانا ہے، اسکی بھی کچھ مثالیں آئندہ آئیں گی۔

۷- آج کے خوارج کے غلو کی صورتوں میں مسجدوں کے اندر بمباری کر کے اجتماعی قتل کرنا ہے وہ بھی سجدے اور رکوع کرتے مصلیان کو۔

یہ سات صورتیں تھیں جن سے پتہ چلے گا کہ آج کے خوارج غلو میں اپنے اجداد سے کس قدر آگے ہیں، ان کے علاوہ بھی اور صورتیں ہیں مگر یہاں سب کا احاطہ مقصود نہیں ہے۔

جہالت کو عذر نہ ماننے کے انکے عقیدے کو قرآن کی یہ آیت تردید کرتی ہے، ارشاد باری ہے: ﴿وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّىٰ نَبْعَثَ رَسُولًا﴾ ترجمہ: اور ہم کبھی عذاب دینے والے نہیں، یہاں تک کہ کوئی پیغام پہنچانے والا بھیجیں۔

مزید اللہ تبارک وتعالی نے فرمایا: ﴿وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضِلَّ قَوْمًا بَعْدَ إِذْ هَدَاهُمْ حَتَّىٰ يُبَيِّنَ لَهُم مَّا يَتَّقُونَ إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ﴾ ترجمہ: اور اللہ کبھی ایسا نہیں کہ کسی قوم کو اس کے بعد گمراہ کر دے کہ انھیں ہدایت دے چکا ہو، یہاں تک کہ ان کے لیے وہ چیزیں واضح کر دے جن سے وہ بچیں۔ بے شک اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔

اور جہالت کو عذر ماننے والے اصول پرسنت سے اکابر اہل علم نے بہت ساری دلیلوں سے استدلال کیا ہے، ان میں سب سے مشہور حدیث بخاری کی وہ روایت ہے جس کے اندر اس شخص کا واقعہ بیان کیا گیا ہے جس نے اللہ کی قدرت میں شک کیا تھا، جس سے تمام اہل علم نے یہ استدلال کیا ہے کہ جہالت یقینی طور پر عذر ہے، گرچہ اسکی تفصیل میں حجت قائم کرنے اور جہالت کی نوعیت کو لیکر اختلاف ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: میں ہمیشہ اس حدیث کو یاد کرتا ہوں۔ اس شخص نے اللہ کی قدرت میں شک کیا اور یہ کہ جب اسے ہوا میں اڑا دیا جائے گا تو اسے دوبارہ واپس کرنا مشکل ہوگا، بلکہ اس نے یہ اعتقاد کر لیا کہ اسے دوبارہ واپس کیا ہی نہیں جا سکتا، اور یہ بالاتفاق کفر ہے، مگر وہ جاہل تھا، یہ اسے معلوم نہیں تھا، بلکہ وہ مومن تھا، اللہ پر اسے یقین تھا، وہ اللہ سے ڈرتا تھا اور اسکی سزا سے اسے خوف تھا، اسی لئے اللہ نے اسے معاف کر دیا۔

سوال: شیخ محمد بن صالح العثیمین سے اس جہالت کے عذر مانے جانے کے تعلق سے پوچھا گیا جس

کا تعلق عقیدے سے ہے؟

جواب: اس پر آپ نے جواب دیا کہ جس طرح دوسرے اجتہادی فقہی مسائل میں اختلاف ہے اسی طرح اس مسئلے میں بھی اختلاف ہے، البتہ یہاں یہ اختلاف لفظی بھی ہوسکتا ہے اگر اسے کسی معین شخص پر لاگو کریں، یعنی سب کا کسی بات کے کفر ہونے پر اتفاق ہو، لیکن اگر کوئی مانع ہو تو کیا اس مانع کی وجہ سے اس معین شخص پر وہ حکم لگایا جاسکتا ہے۔

اس لئے کہ جس بنیاد پر تکفیر کی جارہی ہے اس کی جہالت کو لیکر دو صورتیں ہیں:

پہلی صورت: یہ کہ کوئی نہ ہی دین اسلام پر ہو اور نہ ہی کسی اور دین کو مانتا ہو، اور نہ ہی اسے یہ پتہ ہو کہ کوئی دین اسکے عمل کے مخالف ہے، تو ایسی صورت میں اس پر دنیا کے اندر ظاہری احکام جاری کئے جائیں گے، لیکن آخرت میں اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہوگا، جس میں راجح قول یہ ہیکہ آخرت میں اسکی آزمائش ہوگی اور ایسے لوگوں کے اعمال کو اللہ ہی بہتر جانتا ہے، البتہ ہمیں یہ پتہ ہے کہ دوزخ میں کوئی بغیر گناہ کے نہیں جائے گا، جیسا کہ اللہ تبارک وتعالی نے فرمایا ہے: ﴿وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ أَحَدًا﴾ ترجمہ: اور تیرا رب کسی پر ظلم نہیں کرتا۔

میں نے کہا: اس پر دنیا کے اندر ظاہری احکام جاری کئے جائیں گے، یعنی کفر کے احکام؛ اسلئے کہ وہ دین اسلام پر نہیں ہے، اسلئے کہ اس پر اسلام کے احکام لاگو نہیں ہوسکتے، اور میں نے کہا کہ راجح قول یہ ہیکہ آخرت میں اسکی آزمائش ہوگی، اسلئے اس تعلق سے بہت سے آثار وارد ہوئے ہیں، جنہیں ابن القیم نے اپنی کتاب: [طریق الھجرتین] میں نقل کیا ہے۔

دوسری صورت: کوئی ایسا شخص جو مسلمان تو ہو مگر اسی کفریہ حالت میں رہتا ہو اور اسے پتہ ہی نہ ہو کہ وہ اسلام مخالف کسی کفریہ حالت میں ہے، اور نہ ہی کسی نے اسے تنبیہ کی ہو، تو ایسی صورت میں اس پر اسلام کے ظاہری احکام لاگو ہوں گے، اور آخرت میں اسکا معاملہ اللہ کے سپرد ہوگا، اس کیلئے کتاب وسنت

اور اقوال اہل علم سے بہت ساری دلیلیں موجود ہیں۔

کتاب اللہ سے چند دلیلیں درج ذیل ہیں:

اللہ تبارک وتعالی نے فرمایا: ﴿وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّى نَبْعَثَ رَسُولًا﴾ ترجمہ: اور ہم کبھی عذاب دینے والے نہیں، یہاں تک کہ کوئی پیغام پہنچانے والا بھیجیں۔

مزید اللہ تبارک وتعالی نے فرمایا: ﴿وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرَى حَتَّى يَبْعَثَ فِي أُمِّهَا رَسُولًا يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِنَا وَمَا كُنَّا مُهْلِكِي الْقُرَى إِلَّا وَأَهْلُهَا ظَالِمُونَ﴾ ترجمہ: اور تیرا رب کبھی بستیوں کو ہلاک کرنے والا نہیں، یہاں تک کہ ان کے مرکز میں ایک رسول بھیجے جو ان کے سامنے ہماری آیات پڑھے اور ہم کبھی بستیوں کو ہلاک کرنے والے نہیں مگر جب کہ اس کے رہنے والے ظالم ہوں۔

مزید اللہ تبارک وتعالی نے فرمایا: ﴿رُسُلًا مُبَشِّرِينَ وَمُنْذِرِينَ لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى اللَّهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا﴾ ترجمہ: ایسے رسول جو خوش خبری دینے والے اور ڈرانے والے تھے، تاکہ لوگوں کے پاس رسولوں کے بعد اللہ کے مقابلے میں کوئی حجت نہ رہ جائے اور اللہ ہمیشہ سے سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔

ان کے علاوہ بھی مزید کئی آیتیں ہیں جن سے یہ پتہ چلتا ہے کہ علم اور وضاحت کے بعد ہی حجت قائم کی جا سکتی ہے۔

اور سنت رسول ﷺ سے صحیح مسلم کی یہ روایت دلیل ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، أَنَّهُ قَالَ: "وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ، لَا يَسْمَعُ بِي أَحَدٌ مِنْ هَذِهِ الأُمَّةِ يَهُودِيٌّ، وَلَا نَصْرَانِيٌّ، ثُمَّ يَمُوتُ وَلَمْ يُؤْمِنْ بِالَّذِي أُرْسِلْتُ بِهِ، إِلَّا كَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ".

ترجمہ: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”قسم ہے اس کی جس کے ہاتھ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے اس زمانے کا (یعنی میرے وقت اور میرے بعد قیامت تک) کوئی یہودی یا نصرانی (یا اور کوئی دین والا) میرا حال سنے پھر ایمان نہ لائے اس پر جس کو میں دے کر بھیجا گیا ہوں ۔ (یعنی قرآن) تو جہنم میں جائے گا۔“

اور جہاں تک اہل علم کے کلام کا تعلق ہے تو اس بارے میں ابن قدامہ نے اپنی معروف کتاب [المغنی] میں کہا ہے: چنانچہ اگر وہ ایسا ہے جسے وجوب کا پتہ نہ ہو جیسے حدیث اسلام کے بارے میں، اور وہ دار اسلام میں نہ رہتا ہو، یا وہ شہروں اور اہل علم سے دور ہو، تو ایسے شخص پر کفر کا حکم نہیں لگایا جائے گا۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے [الفتاوی] کے اندر کہا: جو میرے ساتھ رہتا ہے وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ میں تکفیر معین اور تفسیق معین یا کسی کی طرف کسی گناہ کی نسبت کرنے سے سب سے زیادہ منع کرتا ہوں، الا یہ کہ اس پر رسالت کی حجت قائم ہو چکی ہو مگر اس نے مخالفت کر کے کفر پر باقی ہو یا اپنے فسق یا گناہ پر باقی ہو اسکے علم ہو جانے کے بعد بھی، اور میں یہ بھی ثابت کرتا ہوں کہ اللہ تعالی نے اس امت کی خطاؤں کو معاف کر دیا ہے، اور یہ خطا عام ہے تمام مسائل کو خواہ اس کا تعلق مسائل خبریہ قولیہ سے ہو یا مسائل عملیہ سے، ہاں سلف کے یہاں بہت سارے مسائل میں اختلاف پایا جاتا ہے، مگر کسی نے کسی کی تکفیر معین یا تفسیق معین نہیں کی ہے۔

یہاں تک کہ کہا: اور میں یہ بھی واضح کر دوں کہ سلف اور ائمہ دین نے جو بات مطلق طور پر کہی ہے کہ اگر کوئی ایسا کرے گا تو وہ کافر ہے، تو یہ بھی صحیح ہے، اسی لئے میں مطلق اور معین میں تفریق کرتا ہوں۔

یہاں تک کہ کہا: اور تکفیر کا تعلق وعید سے ہے، کیونکہ یہ قول گرچہ قول رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکذیب ہے، مگر ہو سکتا ہے کہ وہ نو مسلم ہو، یا کسی دور دیہات کا رہنے والا ہو، تو ایسے شخص کی تکفیر نہیں کی جائے گی یہاں

تک کہ اس پر حجت قائم نہ ہو جائے، اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ ایسا آدمی ہو جسے ان نصوص کا علم نہ ہو، یا اس نے سنا ہو مگر اسکے نزدیک وہ نصوص ثابت نہ ہوں، یا ان نصوص کے مقابلے اس کے نزدیک دوسرے مخالف نصوص ہوں جس کی وجہ سے وہ ان نصوص کی تاویل کرتا ہو گرچہ وہ اس تاویل میں خطا کار ہو۔

شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ نے (الدرر السنیۃ: ۱/ ۵۶) میں کہا: اور جہاں تک تکفیر کا تعلق ہے تو میں اس کی تکفیر کرتا ہوں جسے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین کا علم ہو، پھر جاننے کے بعد وہ اسے برا بھلا کہے، اور لوگوں کو اس دین سے منع کرے، اور جو اس دین پر عمل کرے اس سے دشمنی کرے تو ایسے شخص کی میں تکفیر کرتا ہوں۔

اور آگے ص ۶۶ پر کہا: اور جہاں تک میرے اوپر جھوٹا بہتان لگانا ہے کہ میں عمومی تکفیر کرتا ہوں اور اپنے علاقے کی طرف ہجرت کی بات کہتا ہوں تو یہ سب جھوٹ اور بہتان ہے، دراصل ایسی باتیں کہہ کر یہ لوگ دوسروں کو اللہ اور اسکے رسول کے دین سے روکتے ہیں، چنانچہ جب میں ان لوگوں کی تکفیر نہیں کرتا جو عبدالقادر پر بنے قبے کی پرستش کرتے ہیں اسی طرح احمد بدوی کی قبر پر بنے قبے کی پرستش کرتے ہیں، ان کی جہالت اور علم نہ ہونے کی بنا پر اور یہ کہ انہیں کسی نے حقیقت سے آگاہ نہیں کیا، تو پھر میں کسی ایسے شخص کی تکفیر کیسے کرسکتا ہوں جو شرک نہ کرتا ہو؟

چنانچہ اصل یہی ہے کہ آدمی اپنے اسلام پر باقی رہے گا جب تک کہ شرعی دلائل سے واضح نہ ہو جائے کہ اس کا دین اب زائل ہو گیا ہے۔

مجموع فتاوی الشیخ العثیمین: ۲/ جواب نمبر ۲۲۴

پچیسواں اصول: متقدمین خوارج کے اصول اور انکی صفات میں سے کفار کے حق میں وارد آیتوں کو مسلمانوں پر فٹ کرنا ہے

امام طبری نے قتادہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک خارجی نے سیدنا علی کو صبح نماز کی حالت میں مخاطب کر کے اس آیت کی تلاوت کی: ﴿وَلَقَدْ أُوحِيَ إِلَيْكَ وَإِلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكَ لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ﴾ ترجمہ: اور بلا شبہ یقینا تیری طرف وحی کی گئی اور ان لوگوں کی طرف بھی جو تجھ سے پہلے تھے کہ بلا شبہ اگر تو نے شریک ٹھہرایا تو یقینا تیرا عمل ضرور ضائع ہو جائے گا اور تو ضرور بالضرور خسارہ اٹھانے والوں سے ہو جائے گا۔

تو سیدنا علی نے اس آیت کو خاموشی سے سنا یہاں تک کہ اس کے مراد کو سمجھ لیا تو جواب دیتے ہوئے نماز کی حالت ہی میں اس آیت کی تلاوت کی: ﴿فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَلَا يَسْتَخِفَّنَّكَ الَّذِينَ لَا يُوقِنُونَ﴾ ترجمہ: پس صبر کر، یقینا اللہ کا وعدہ سچا ہے اور وہ لوگ تجھے ہرگز ہلکا نہ کر دیں جو یقین نہیں رکھتے۔

اور اس خارجی اصول پر سب سے پہلے جس نے تنبیہ کی ہے وہ صحابی جلیل سیدنا ابن عمر ہیں، اور شاید آپ نے اپنے زمانے کے خوارج کی حالت کا سروے کرنے کے بعد یہ بات کہی ہے چنانچہ آپ نے ان خوارج کے بارے میں کہا جیسا کہ امام بخاری نے نقل کیا ہے: ﴿وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَرَاهُمْ شِرَارَ خَلْقِ اللَّهِ، وَقَالَ إِنَّهُمُ انْطَلَقُوا إِلَى آيَاتٍ نَزَلَتْ فِي الْكُفَّارِ فَجَعَلُوهَا عَلَى الْمُؤْمِنِينَ﴾ ترجمہ: اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما خارجی لوگوں کو بدترین خلق اللہ سمجھتے تھے، کہتے تھے انہوں نے کیا کیا جو آیتیں کافروں کے باب میں اتری تھیں ان کو مسلمانوں پر چسپاں کر دیا۔

آپ جیسے جلیل القدر صحابی نے خوارج کے صفات میں یہ فیصلہ کن صفت بتلائی ہے جو ہر زمانے

میں ان کے ساتھ رہی ہے، انہوں نے اپنے پہلے خروج سے لیکر آج تک اس صفت کو نہیں چھوڑا ہے، یعنی جو آیتیں کافروں کے باب میں اتری تھیں ان کو مسلمانوں پر چسپاں کر دیا؛ جس سے روزہ نماز کے پابند مسلمانوں کی تکفیر لازم آتی ہے۔

اور اسکے علاوہ بھی دوسری بہت سے دلائل ہیں جو اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ وہ ان آیتوں کو جو کافروں کے باب میں اتری تھیں ان کو مسلمانوں پر چسپاں کرتے ہیں، جبکہ آج کے خوارج نے اپنے اجداد کی روش پر چل کر ان دلائل کو اس انداز میں تطبیق دی ہے کہ اگر انہیں اکٹھا کیا جائے تو پوری ایک کتاب کی ضرورت بن جائے گی۔

اور آج کے خوارج گرچہ اس باب میں اپنے اجداد کے ساتھ ہیں مگر دو امور میں ان سے بھی آگے ہیں:

۱- ان لوگوں نے بعض ایسی دلیلوں کو بھی مسلمانوں پر فٹ کر دیا ہے جو کفار ہی نہیں بلکہ کفار میں سب سے خبیث قسم کے کفار کے بارے میں ہیں، چنانچہ تکفیر کی دلیلوں کا ذکر کرتے ہوئے سید فضل اپنے پیروکاروں سے کہتا ہے: حاکم اور محکوم دونوں حکم کے اندر برابر ہوتے ہیں، اس کی دلیل کتاب وسنت اور اجماع ہر باب میں موجود ہے، کتاب اللہ سے اللہ تعالی کا یہ قول ہے: ﴿فَالْتَقَطَهُ آلُ فِرْعَوْنَ لِيَكُونَ لَهُمْ عَدُوًّا وَحَزَنًا إِنَّ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَجُنُودَهُمَا كَانُوا خَاطِئِينَ﴾ ترجمہ: تو فرعون کے گھر والوں نے اسے اٹھالیا، تاکہ آخر ان کے لیے دشمن ہو اور غم کا باعث ہو۔ بے شک فرعون اور ہامان اور ان کے لشکر خطا کار تھے۔

یہاں پر اللہ نے تابع اور متبوع دونوں کے حکم کو برابر بتایا ہے۔

اور اسی طرح کا ایک فتوی مقدسی کا بھی ہے جو اس کے ویب سائٹ پر موجود ہے چنانچہ وہ بھی مسلمانوں کے حق میں ان آیتوں کو پیش کرتا ہے جو سب سے خبیث کفار کے بارے میں نازل ہوئی ہیں،

چنانچہ سوال وجواب کے انداز میں یہ فتوی اس طرح موجود ہے:

سوال: کیا طواغیت کی فوجوں کی تکفیر معین کی جائے گی؟

جواب: جی ہاں، جتنے طاغوتی حکومتوں کی فوج، پولیس اور سیکوریٹی فورسیز ہے سب مرتد ہیں، کیونکہ یہی لوگ ان طاغوتی حکام کی مدد کرتے ہیں، اور انکی حکومتوں کو باقی رکھنے میں سہارا بنتے ہیں، اور یہ بہت سارے کفریہ اعمال کا ارتکاب کرتے ہیں، چنانچہ طاغوت کی فوج کا وہی حکم ہے جو طاغوت کا ہے، اس تعلق سے اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿فَالْتَقَطَهُ آلُ فِرْعَوْنَ لِيَكُونَ لَهُمْ عَدُوًّا وَحَزَنًا إِنَّ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَجُنُودَهُمَا كَانُوا خَاطِئِينَ﴾ ترجمہ: تو فرعون کے گھر والوں نے اسے اٹھالیا، تا کہ آخر ان کے لیے دشمن ہو اور غم کا باعث ہو۔ بے شک فرعون اور ہامان اور ان کے لشکر خطا کار تھے۔

اس طرح ان تکفیری خارجیوں نے حکام کو فرعون وہامان اور رعایا اور عوام کو فرعون وہامان کے پیروکاروں کی طرح بنا دیا۔

۲- اسی طرح جس چیز میں ہمارے زمانے کے خوارج ممتاز ہیں وہ یہ ہیکہ ان لوگوں نے صرف قرآنی آیتوں ہی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ان احادیث کو بھی مسلمانوں پر چسپاں کر دیا جو کفار کے حق میں وارد ہوئی ہیں، اور اسی کو بنیاد کر مسلمانوں کی اولاد اور عورتوں کے خون کو حلال کر دیا، بطور خاص اس حدیث کو جس میں آیا ہے کہ کفار کی اولاد بھی انہیں میں سے ہوں گے۔ اس روایت سے یہ مسلمانوں کی اولاد کو قتل کرنے پر جواز حاصل کرتے ہیں، جیسا کہ ابو قتادہ نے اہل جزائر کے مسلمانوں کے بارے میں فتوی دیا ہے۔

اسماعیل نامی جزائر کے ایک تکفیری خارجی نوجوان نے توبہ کرنے کے بعد کہا: یہ لوگ اہل جزائر کو قتل کرنے کیلئے اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں: "مَنْ بَدَّلَ دِينَهُ فَاقْتُلُوهُ" ترجمہ: جو اپنا دین بدل دے اسے قتل کردو۔

اور مسلمانوں کے دودھ پیتے بچوں تک کو قتل کرنے کیلئے اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں جس میں کافروں کے بچوں کے تعلق سے آیا ہے کہ وہ بھی انہیں میں سے ہیں۔ حالانکہ یہ حدیث مشرکوں کے ساتھ خاص ہے اسلئے کہ سائل نے پوچھا تھا کہ ہم مشرکوں پر حملہ کرتے ہیں، اور ان حملوں میں انکی عورتوں اور بچوں کو بھی قتل کر دیتے ہیں، تو اس پر جواب دیا کہ وہ بھی انہیں میں سے ہیں۔

اسی طرح یہ بات بھی گزری کہ محمود صباغ نے مسلمانوں کو دھوکے سے قتل کرنے کے جواز کیلئے ان حدیثوں سے استدلال کیا ہے جو حربی کافروں کے تعلق سے ہیں، اسی طرح سے فارس زہرانی وغیرہ خارجیوں کے اقوال بھی اسی طرح ہیں۔

اور مسلمانوں کے قتل پر حدیثوں سے استدلال کرنے کی روایت متقدمین خوارج میں نہیں رہی ہے، اور اس کا راز یہ بتایا جاتا ہے کہ متقدمین خوارج دراصل سنت کے حاملین صحابہ کو کافر سمجھتے تھے اسلئے ان سے روایت کردہ حدیثوں کو مانتے ہی نہیں تھے۔

اور شاید رسول اللہ ﷺ نے آخری زمانے میں آنے والے خوارج کے تعلق سے جو بات کہی ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ بعد کے خوارج حدیثوں کا انکار نہیں کریں گے، چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"يَأْتِي فِي آخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ حُدَثَاءُ الأَسْنَانِ، سُفَهَاءُ الأَحْلَامِ، يَقُولُونَ مِنْ قَوْلِ خَيْرِ الْبَرِيَّةِ"۔ ترجمہ: آخری زمانے میں کچھ ایسے لوگ آئیں گے جو کم عمر اور کم عقل ہوں گے، جو تمام مخلوقات میں بہتر شخص کی طرح باتیں کریں گے۔

یہ آخری جملہ اس بات کی تاکید ہے کہ آج کے خوارج اپنے اجداد سے الگ ہیں یعنی یہ حدیث کا انکار نہیں کرتے ہیں۔

چھبیسواں اصول: متقدمین خوارج کے اصول اور انکی صفات میں سے ایک اصول یہ بھی ہے کہ یہ مسلمانوں کے حق میں مجھول الحال کا عقیدہ رکھتے ہیں اور ان پر اسلام کا حکم لگانے سے توقف کرتے ہیں جب تک کہ انکی حالت (انکی نظر میں) واضح نہ ہو جائے

اس طرح کا توقف اور وضاحت والا نظریہ اور اصول ہمیشہ سے ان خوارج کے یہاں رہا ہے، اور یہ توقف سے مراد یہ لیتے ہیں کہ جو مسلمان انکے ساتھ نہیں ہیں ان پر یہ اسلام کا حکم لگانے سے توقف اختیار کرتے ہیں جب تک ان پر حجت قائم نہ کر دی جائے۔

چنانچہ یہ مسلمانوں پر اسلام کا حکم نہیں لگاتے ہیں گرچہ وہ شعائر دین کی پابندی کریں یعنی نماز وروزہ کی پابندی کریں، اور یہ نظریہ انکے اجداد کے یہاں بھی پایا جاتا ہے۔

چنانچہ خوارج کا ایک فرقہ اخنسیہ ہے انکا کہنا ہے: ہم ان تمام لوگوں کے بارے میں توقف کریں گے جو دار اسلام میں رہتے ہیں سوائے اس کے جس کے اندر کفر پایا جائے ایسی صورت میں ہم اس سے براءت کا اظہار کرلیں گے اور جس کے اندر ایمان دیکھیں گے اس سے محبت کریں گے۔

اور اشعری نے اخنسیہ کے بارے میں کہا ہے: خوارج کا یہ فرقہ تمام مسلمانوں کو مسلمان نہیں سمجھتا مگر اسی کو جس سے انہیں ایمان کی بو آئے، تو اس سے محبت کرتے ہیں، اور جس سے کفر کی بو آئے تو اس سے اپنی براءت کا اظہار کرتے ہیں۔

اور ایک خارجی فرقہ ضحاکیہ ہے جس کا کہنا ہے کہ ہم اسی سے محبت کرتے ہیں جس سے ہم اسلام جانتے ہیں اور جس کا اسلام نہیں جانتے اس کے بارے میں توقف کرتے ہیں۔

مسلمانوں کے تعلق سے ان کا توقف اختیار کرنا دراصل اس وجہ سے ہے کہ یہ ان تمام جھنڈوں کو کفریہ سمجھتے ہیں جو ان کے گھروں پر لہرا رہے ہوتے ہیں۔

بہر حال متقدمین خوارج کے اقوال کا خلاصہ یہی ہے کہ وہ مسلمانوں کو کفار سمجھتے تھے، اور دوسرا قول یہ بھی تھا کہ کچھ خوارج توقف اختیار کرتے تھے یہاں تک کہ ان کی حالت واضح ہو جائے، اور تیسرا قول یہ ہیکہ کچھ لوگ جیسے ضحاکیہ کا موقف تھا کہ جس کا اسلام انہیں معلوم ہوتا اس سے محبت کرتے تھے یعنی اسے مسلمان جانتے تھے اور جس کا معلوم نہیں ہوتا اسے کفار سمجھتے تھے۔

اور عبداللہ بن خباب کا جو واقعہ گزرا جس کے اندر خوارج نے ان کا امتحان لیا جس سے ان کے عقائد کی تاکید ہوتی ہے، اور دوسرے قول پر ہی آج کے خوارج ہیں۔

اور یہ معاصر خوارج میں جس نے توقف کا موقف سب سے پہلے اختیار کیا ہے وہ جماعۃ التکفیر والھجرۃ کا امیر مصطفی شکری ہے، اور یہ جماعت اخوانی جماعت سے نکلی ہوئی ہے، شکری کہتا ہے: یہ جاہلی سماج جو بظاہر اسلام کا پابند دکھائی دیتا ہے اس پر کفر کے مظاہر آنے سے اسکے تمام افراد پر کفر کا فتوی نہیں لگا سکتے بلکہ ان پر حکم لگانے سے توقف کیا جائے گا یہاں تک کہ ہر ایک کا کفر اس کے اسلام سے واضح ہو جائے۔

اور اس نے اسلام کیلئے شرط رکھی ہے اور وہ یہ ہیکہ وہ اسکی جماعت میں شریک ہو جائے، چنانچہ کہتا ہے: لا الہ الا اللہ کہنا اور اسلامی شعائر کی پابندی کرنا ہی صرف مسلمان ہونے کیلئے کافی نہیں ہے بلکہ ضروری ہے کہ وہ جماعت (جماعة التكفير والهجرة) سے یا داعش سے منسوب ہو جائے۔ یہ ایک یقینی شرط ہے۔

یہی شرط نافع بن ازرق نے لگائی ہے چنانچہ اشعری نے کہا: ”وامتحن من قصد عسكره وإكفار من لم يهاجر إليه“ ترجمہ: اور جو اسکی لشکر میں آتا اسکا امتحان لیتا اور جو اسکی طرف ہجرت کر کے نہیں آتا اسے کافر مانتا۔

اور انکے اس قید کو سیدنا معاذ کی حدیث باطل کر دیتی ہے: (تم ایسی قوم کی طرف جا رہے ہو۔۔۔) چنانچہ اس حدیث کے اندر سب سے پہلے لا الہ الا اللہ کی گواہی کو ذکر کیا ہے پھر نماز کو۔

یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اسلام ثابت ہونے کیلئے امور دین کے علم ہونے سے پہلے شہادتین کا ہونا ضروری ہے، اور توحید کے بعد جو چیز سب سے عظیم ہے وہ نماز ہے، جبکہ ان وحشیوں کے نزدیک توحید کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔

مجہول الحال اور مسلمانوں کے حق میں توقف اختیار کرنے کا نظریہ کہ اس پر اسلام کا حکم لگایا جائے یا کفر، یہ تین اصولوں پر مبنی ہے جن کا ذکر ہو چکا ہے، یعنی وہ علاقہ دارالکفر ہے، اور یہ کہ جب حاکم کافر ہے تو رعایا بھی کافر ہے، اسی طرح وہ بھی کافر ہے جو ایسے کافر کو کافر نہ سمجھے۔

اور اسکی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ جب وہ علاقہ کفریہ جھنڈے کی وجہ سے دارالکفر ہو گا تو وہاں پر رہنے والے مسلمان بھی کافر ہو گئے، کیونکہ وہاں کفار اور ان میں تمیز نہیں کر سکتے، اسی لئے ان کی حالت پر توقف اختیار کرتے ہیں، اس طرح کی وضاحت سید فضل کے کلام میں موجود ہے۔

توقف اور مجہول الحال کے نظریے سے پہلے ہم یہ بتا دیں کہ سید فضل کے نزدیک امت کی اکثریت کفار اور مرتد ہے، جیسا کہ فوج اور پولیس کے تعلق سے اسکا فتوی نقل کر چکا ہوں کہ یہ یہ یقینی طور پر کفار ہیں۔

چنانچہ یہ جب امت کی اکثریت کو تعیین کے ساتھ کافر بنا چکا تو باقی امت کو مجہول الحال بنا دیا اور ان کے بارے میں توقف کا نظریہ اختیار کر لیا اور کہا: مسلم ممالک میں کفار کے قوانین رائج ہیں، اسلئے ان ممالک کو دارالکفر کہا جائے گا، اب:

-ان قوانین پر جو علانیہ نکیر کرے گا اسکا اسلام ظاہر مانا جائے گا الا یہ کہ کسی دوسری وجہ سے اسکے یہاں نواقض اسلام پایا جائے۔

-اور جو ان قوانین سے راضی ہو گا اور ان حکام کے اعمال سے موافقت کرے گا تو یہ ان لوگوں میں شمار ہو گا جن کا کفر ظاہر ہے۔

-وہ لوگ جو خاموش رہتے ہیں۔

خاموش رہنے والوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو حکام کی نہ تو تکفیر کرتے ہیں اور نہ ہی ان پر کبھی انہوں نے نکیر کی ہے، اس طرح کل تین قسمیں ہوگئیں:

پہلی قسم:

جو نکیر کرے اور حکام اور ان کے ماتحتوں کی تکفیر کرے، ان کے خون کو حلال سمجھے، اور پھر ان تکفیری جماعتوں کے ساتھ ملکر بم دھماکے کرے، تو اس قسم کے لوگ ان کے یہاں خالص مومن ہیں۔

دوسری قسم:

جو حکام سے راضی ہو اور انکے اعمال کی موافقت کرے، تو یہ کفر ہے، اور اس کفر میں ان کے یہاں اکثر امت کے لوگ شامل ہیں، جیسے فوج، پولیس، علماء، ائمہ مساجد وغیرہ۔

تیسری قسم:

جو خاموش ہوں چنانچہ وہ نہ تو حکام پر نکیر کرتے ہوں اور نہ ہی ان کی موافقت۔

پھر ان کے یہاں ایمان وکفر کے اعتبار سے خاموش رہنے والوں کی تین قسمیں ہیں:

چنانچہ بلاد توحید میں بھی انکے یہاں خاموش رہنے والے تین حال سے خالی نہیں: یا تو وہ ظاہری کفر میں مبتلا ہوگا، یا پھر ظاہری اسلام میں، یا پھر ایسی کوئی چیز ظاہر نہ ہو جو اسلام یا کفر پر دلالت کرے۔

پس جو ظاہری کفر میں مبتلا ہو تو وہ یا تو اصلی کافر ہوگا یا پھر مرتد ہوگا، تو ایسی صورت میں اسے کافر مانا جائے گا، اور ایسے لوگوں کے یہاں سب سے بڑا ناقض اسلام حکام سے دوستی اور انکی تکفیر نہ کرنا ہے۔

اور جو ظاہر طور پر اسلام پر ہو تو ایسی صورت میں اس پر مسلمان ہونے کا حکم لگایا جائے گا، لیکن وہ مستور الحال کے حکم میں ہوگا۔

لیکن جس سے کوئی ایسی چیز ظاہر نہ ہو جو اسلام یا کفر پر دلالت کرے تو اسکا حکم مجهول الحال کا ہوگا۔

البتہ اسے مجھول الحال مسلمان نہیں کہا جائے گا؛ کیونکہ اگر ہم اسے مسلمان کہہ دیں گے تو گویا اس پر

اسلام کا حکم لاگو ہو جائے گا، اور پھر اسکا حال مجہول نہیں رہ جائے گا۔

اور اس ملک میں مجہول الحال کا حکم یہ ہیکہ اس کے بارے میں توقف اختیار کیا جائے گا، اور اس پر معین حکم نہیں لگایا جائے گا اور نہ ہی اسکی حالت کے بارے میں جاننے کی کوشش کی جائے گی، الایہ کہ اس پر حکم لگانے کی ضرورت کے وقت اسکی معرفت لینی پڑے۔

اسکے اس کلام پر درج ذیل ہمارے کچھ ملاحظات ہیں:

تین قسموں میں اسے تقسیم کرنا ایک ڈھکوسلہ اور متناقض امر ہے جو ایک دوسرے کو منہدم کرتا نظر آتا ہے، اور زمینی سطح پر اسکی کوئی حقیقت نہیں ہے، کیونکہ اس نے لوگوں کی تین قسمیں کر دی ہیں: جو حکام پر نکیر کرے وہ مومن ہے، جو راضی ہو اور اطاعت کرے وہ کافر ہے، جو خاموش رہے اس پر توقف کیا جائے گا۔ اس جزئیے میں کوئی تناقض نہیں ہے، پھر تناقض ہے کہاں؟ تناقض دراصل خاموش رہنے پر اسکی تین قسموں میں ہے۔

۲- اگر ہم تکفیر کے قواعد کو خاموس رہنے والوں پر منطبق کریں گے تو اس سے اکثریت کافر ہو جائے گی، اور اسکی توضیح بہت ہی آسان ہے۔

چنانچہ جو اسلام کا اظہار کرے تو اسے مسلمان کہنے کی شرط یہ ہیکہ وہ کسی نواقض اسلام میں سے کسی ناقض کا ارتکاب نہ کرے۔

اور ان کے نزدیک سب سے بڑا ناقض اسلام حکام سے محبت اور دوستی کرنا ہے، اور سرکاری محکموں میں کام کرنا ہے، خواہ وہ کسی مسجد کا امام یا اس میں جھاڑو لگانے والا ہی کیوں نہ ہو، چنانچہ حکام کے ساتھ محکومین کی بھی فہرست بہت طویل ہے جن پر یہ تکفیر کا حکم لگاتے ہیں۔

اور یہ بات گزر چکی ہے کہ ان کے نزدیک ہر وہ شخص کافر ہے جو ایسے کفریہ نظاموں کا دفاع کرتا ہے، خواہ وہ لڑائی کے ذریعے ہو جیسے ملک کے فوجی، یا قول کے ذریعے ہو جیسے صحافی، میڈیا پرسن اور

علماء ومشائخ وغیرہ۔ یہی معاملہ وظائف اور نوکریوں کا ہے کہ ان پر بھی اسلام اور کفر کا حکم لگایا جاتا ہے کہ جو یہ کرے گا وہ کافر ہے۔

امت محمدیہ کی تکفیر کرنے والے معاصر خوارج سے ہم پوچھنا چاہتے ہیں کہ اگر ہم حکام، صحافیوں، علماء ومشائخ، پولیس، فوج، سیکوریٹی فورسیز، ممبران پارلیامنٹ اوران تمام لوگوں کی تکفیر کردیں گے جو انتخابات میں حصہ لیتے ہیں تو پھر آخر امت محمدیہ میں کون بچے گا جس کی تکفیر نہ ہو؟!

یہ سب ان کے نزدیک بالتعیین کافر ہیں، لیکن ہم ان کے قول کو مان کراور اسکے تینوں قسموں کی موافقت کرکے اس ہٹ دھرم حروری سے پوچھیں گے کہ یہ تیسری قسم جن کا حکام کے تعلق سے کوئی سلبی یا ایجابی کوئی موقف ہی نہیں ہے تو پھر وہ تو مجہول الحال ہوگیا، پھر آخر اس سے صفت اسلام کو کیوں چھینا جارہا ہے جیسا کہ کہتا ہے: (البتہ اسے مجہول الحال مسلمان نہیں کہا جائے گا؛ کیونکہ اگر ہم اسے مسلمان کہہ دیں گے تو گویا اس پر اسلام کا حکم لاگو ہوجائے گا، اور پھر اسکا حال مجہول نہیں رہ جائے گا)، اور متقدمین خوارج کا یہی توقف کا نظریہ تھا ان لوگوں کے بارے میں جن کے تعلق سے انہیں شبہ ہوتا تھا، ان جھنڈوں کی وجہ سے جو ان کے علاقوں میں پہرا رہا ہوتا تھا، چنانچہ وہ اس کے تعلق سے توقف اختیار کرتے تھے پھر اسکا امتحان لیتے تھے، اور متقدمین خوارج کے یہاں ایسے لوگوں کا امتحان لینے کیلئے مختلف طریقے استعمال کرتے تھے، جن میں مشہور یہ ہوتا تھا کہ وہ ان سے حکام کے بارے میں سوالات کرتے تھے پھر اسی کو بنیاد بنا کر ان پر مرتد کا حکم لگاتے اور پھر اسکے بعد قتل کردیتے تھے، اور اسکی سب سے بڑی دلیل عبداللہ بن خباب کا واقعہ ہے جیسا کہ گزر چکا۔

چنانچہ ان کے نزدیک حکام کے طرف سے مسلمانوں کے علاقوں پر جھنڈوں کا لہرانا ہی سب سے بڑی دلیل ہے کہ وہ سارے لوگ کافر ہیں، اور جو اخنسیہ کے تعلق سے اشعری کے کلام پر غور کرے گا اسے یقین ہوجائے گا: (خوارج کا یہ فرقہ تمام مسلمانوں کو مسلمان نہیں سمجھتا مگر اسی کو جس سے انہیں ایمان کی بو

آئے، تو اس سے محبت کرتے ہیں، اور جس سے کفر کی بو آئے تو اس سے اپنی براءت کا اظہار کرتے ہیں)۔
اور بعینہ یہی بات دورحاضر کے خارجی سرغنہ نے کہی ہے۔

امام طحاوی نے عقیدے کی اپنی کتاب کے اندر دو جگہوں پر اہل سنت کو خوارج سے ممتاز کرتے ہوئے کہا ہے: اور ہم اہل قبلہ کو مسلمان اور مومن کہیں گے۔

اور دورحاضر کے خارجی سرغنہ نے کہا: اور ہم اہل قبلہ کو مرتد اور مجہول الحال کہیں گے۔

ازارقہ وقت کی تکفیر کے شوق اور خونریزی کو دیکھ کر ہی اہل علم نے اذان کو اسلام کی ایک نشانی بنادی ہے، چنانچہ جصاص نے کہا: خواہ کوئی دارالاسلام میں ہو یا دارالکفر میں اقل اور اخص پر حکم نہ لگا کر اعم اور اکثر پر لگایا جاتا ہے، اسی لئے دارالاسلام میں ایسے بہت سارے لوگوں کو قتل نہیں کیا جاتا جو فی الحقیقت قتل کے مستحق ہوتے ہیں، جیسے مرتد، ملحد اور حربی کافر۔

اور جو دارالحرب میں ہوگا اسکا خون حلال ہوگا خواہ وہ مسلمان تاجر یا قیدی ہی کیوں نہ ہو، اور اسی طرح دیگر احکام بھی لاگو کئے جائیں گے۔

گویا دارالاسلام کے اندر رہنے والے مسلمانوں پر عمومی طور پر اسلام کا حکم لگایا جائے گا، جب تک کہ کسی کا کفر ثابت نہ ہو جائے، اور ان پر اسلام کے احکام لاگو ہوں گے، اور دارالکفر پر عمومی حکم لاگو ہوگا یعنی یہی سمجھا جائے گا کہ وہاں رہنے والا کافر ہے، جب تک کہ کسی کے اسلام کا پتہ نہ چل جائے۔

اسلام کے اثبات کیلئے اہل علم کے کئی مسالک ہیں: چنانچہ بعض اہل علم کہتے ہیں: ایک غلام پر اسلام کا اطلاق اسکی تبعیت کی بنا پر کیا جائے گا یعنی اصل کا اعتبار کرتے ہوئے، گویا وہ اپنی قوم کے تابع ہوگا، چنانچہ اگر اسکی قوم دارالاسلام میں رہتی ہے تو اس پر مسلمان کا اطلاق ہوگا اور اگر دارالکفر میں تو کفر کا اطلاق ہوگا۔

یا تو پھر ظاہر کا اعتبار کرتے ہوئے اہل علم نے اسلام کا حکم لگایا ہے یعنی کوئی کلمہ شہادت کا اقرار

کرے یا اسکے قائم مقام کوئی عمل کرے جیسے وہ نماز پڑھے اور کلمہ کا ورد کرے۔

اسی اصل کے اعتبار کے تعلق سے یہ حدیث ہے:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: أَنَّ قَوْمًا قَالُوا لِلنَّبِيِّ ﷺ: إِنَّ قَوْمًا يَأْتُونَا بِاللَّحْمِ لَا نَدْرِي أَذُكِرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ أَمْ لَا، فَقَالَ:"سَمُّوا عَلَيْهِ أَنْتُمْ وَكُلُوهُ"، قَالَتْ: وَكَانُوا حَدِيثِي عَهْدٍ بِالْكُفْرِ.

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہیکہ (گاؤں کے) کچھ لوگ ہمارے یہاں گوشت (بیچنے) لاتے ہیں اور ہمیں معلوم نہیں کہ انہوں نے اس پر اللہ کا نام بھی (ذبح کرتے وقت) لیا تھا یا نہیں؟ آپ نے فرمایا کہ تم ان پر کھاتے وقت اللہ کا نام لیا کرو اور کھالیا کرو۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ یہ لوگ ابھی اسلام میں نئے نئے داخل ہوئے تھے۔

شرح مشکل الآثار کے اندر امام طحاوی نے کہا: رسول اللہ ﷺ سے بعض صحابہ نے یہ سوال کیا کہ دیہات سے کچھ لوگ ہمارے پاس گوشت، پنیر اور گھی بیچنے لاتے ہیں، ہمیں انکے اسلام کی حقیقت کا علم نہیں ہوتا۔

حافظ ابن حجر نے کہا: اس سے پتہ چلا کہ مسلمانوں کی مارکٹ میں آنے والی چیزوں کو درست مانا جائے گا، کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے دار الاسلام کے ذبیحہ کو درست قرار دیا کیونکہ وہاں کی اکثریت مسلمان ہوتی ہے، اسی لئے اصل کا اعتبار کیا۔

اسی طرح اس حروری اصول کی تردید اس طرح بھی کی جاسکتی ہے کہ یہ بہت ساری ان شرعی دلیلوں کے مخالف ہے جن میں ظاہر پر حکم لگانے کی بات آئی ہے، اور باطن کے پیچھے نہ پڑنے کی ہدایت ہے، انہیں میں سے صحیح بخاری کی یہ حدیث بھی ہے:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: "مَنْ صَلَّى صَلَاتَنَا، وَاسْتَقْبَلَ

قِبْلَتَنَا، وَأَكَلَ ذَبِيحَتَنَا، فَذَلِكَ الْمُسْلِمُ الَّذِي لَهُ ذِمَّةُ اللَّهِ وَذِمَّةُ رَسُولِهِ، فَلَا تُخْفِرُوا اللَّهَ فِي ذِمَّتِهِ".

ترجمہ: سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، جس نے ہماری طرح نماز پڑھی اور ہماری طرح قبلہ کی طرف منہ کیا اور ہمارے ذبیحہ کو کھایا تو وہ مسلمان ہے جس کے لیے اللہ اور اس کے رسول کی پناہ ہے۔ پس تم اللہ کے ساتھ اس کی دی ہوئی پناہ میں خیانت نہ کرو۔

یہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں جو کہہ رہے ہیں کہ وہ مسلمان ہے، اور آج کے خوارج کہتے پھر رہے ہیں کہ وہ کافر یا مجہول الحال ہے اس وقت تک جب تک ہم اس کی حقیقت حال اور دل کی بات جان نہ لیں۔

اسی طرح ظاہر پر حکم لگانے کی ایک دلیل صحیح بخاری کی وہ روایت ہے جسے عتبان بن مالک نے بیان کیا ہے، جس کے اندر آیا ہے:

فَقَالَ قَائِلٌ مِنْهُمْ: أَيْنَ مَالِكُ بْنُ الدُّخَيْشِنِ أَوِ ابْنُ الدُّخْشُنِ؟ فَقَالَ بَعْضُهُمْ: ذَلِكَ مُنَافِقٌ لَا يُحِبُّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ”لَا، تَقُلْ ذَلِكَ، أَلَا تَرَاهُ قَدْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ يُرِيدُ بِذَلِكَ وَجْهَ اللَّهِ“۔

ترجمہ: مجمع میں سے ایک شخص بولا کہ مالک بن دخشن یا (یہ کہا) ابن دخشن دکھائی نہیں دیتا۔ اس پر کسی دوسرے نے کہہ دیا کہ وہ تو منافق ہے جسے اللہ اور رسول سے کوئی محبت نہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا ایسا مت کہو، کیا تم دیکھتے نہیں کہ اس نے "لا إله إلا الله" کہا ہے اور اس سے مقصود خالص اللہ کی رضامندی حاصل کرنا ہے۔

اور حروری خوارج کا یہ قول کہ خاموش پر اسلام کا حکم نہیں لگایا جا سکتا، اس حروری قاعدے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حدیث منہدم کر دیتی ہے:

عَن أَبى سَعِيدٍ قال : سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: ”مَنْ رَأَى مِنكُمْ مُنْكَرًا

فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ، وَذَلِكَ أَضْعَفُ الْإِيمَانِ".

ترجمہ: سیدنا ابو سعید خدری سے روایت ہیکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو تم میں سے کسی منکر کو دیکھے تو اسے چاہیئے کہ وہ اسے اپنے ہاتھ سے مٹادے، اگر اسکی طاقت نہ ہو تو اسے اپنی زبان سے مٹادے، اور اگر اسکی بھی طاقت نہ ہو تو اسے اپنے دل میں برا جانے، اور یہ ایمان کا سب سے کمزور ترین درجہ ہے۔

اور انکار منکر کے درجات ہیں، انہیں میں سے ایک دل سے انکار کرنا بھی ہے، تو کیا سید فضل نے مسلمانوں کے دلوں کو پھاڑ کر دیکھ کر یہ معلوم کیا ہے کہ کون اپنے دل سے حکام کے فرامین کو برا مان رہا ہے اور کون نہیں مان رہا ہے؟ اور یہ تو اس صورت میں ہوگا جب ان ہٹ دھرم خارجیوں کے اصول کو صحیح مان لیا جائے کہ سارے حکام اور محکومین کفار ہیں۔

جب شریعت اسلامیہ نے ادنی درجے کے انکار سے بھی ایک مسلمان سے راضی ہے یعنی دل سے برا جاننا، اگر ایسا کوئی کرتا ہے تو اسکا ایمان ثابت مانا جائے گا، اور دل سے نکیر کرنے والا ساکت ہی کے حکم میں ہوگا، اور ایسے شخص کے بارے میں شریعت نے کہا ہے کہ وہ کمزور ترین ایمان کے درجے میں ہوگا۔

پھر خوارج اور ان کے سردار سید فضل وغیرہ کو کیا اختیار بنتا ہے کہ وہ آ کر کہیں کہ جمہور امت مجہول الحال اور مرتد مانے جائیں گے، ان سے اسلام کا وصف چھن جائے گا، اور اپنے پیروکاروں کو نصیحت کرتے پھریں کہ مجہول الحال لوگوں کو مسلمان نہ سمجھا جائے !!!

ان خوارج کا یہ اصول اس سے بھی رد ہو جائے گا کہ آج تک کوئی ایسا عالم نہیں پیدا ہوا جس نے یہ جراءت کی ہو کہ کسی ایسے علاقے کو جہاں مسلمان رہتے ہوں اور وہاں اذان واقامت اور نمازیں قائم کی جاتی ہوں اور اس علاقے کی اکثریت مسلمان ہو اور ان پر کفر کا فتوی لگا دیا ہو، سوائے ان شاذ لوگوں کے

جن کی کوئی حیثیت نہیں ہے، اور میں کہتا ہوں کہ ایسے خوارج اگر نوح علیہ السلام کی عمر بھی پا جائیں تو بھی انہیں کسی عالم کا کوئی ایسا قول نہیں ملے گا جو اس کی تائید کرے۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایسے حروری اقسام کی کیا ضرورت ہے جس سے مسلمانوں کے خون کو حلال کیا جائے، اور آج کے خوارج کو کیوں ایسی بات سوجھی جس کے بارے میں کبھی کسی نے سوچا تک نہیں تھا؟

جواب: اس ہٹ دھرم خارجی کا مقصد دو وجہوں سے جانا جاسکتا ہے:

تمام اہل علم کے اقوال کی روشنی میں دیکھا جائے کہ اصلی دارالکفر میں رہنے والوں پر انہوں نے کیا حکم لگایا ہے۔

دوسرے یہ کہ سید فضل جیسے خارجی سرغنے کے قول کو دیکھا جائے کہ کس طرح اس نے دارالاسلام میں رہنے والے مسلمانوں کی تکفیر کرنے کی جراءت کی ہے۔

دونوں طرح کے اقوال کو سامنے لانے سے حقیقت واضح ہو جائے گی اور اس خارجی کے مقصد کا علم بھی ہو جائے گا، نیز یہ بھی پتہ چل جائے گا کہ اس نے یہ تینوں قسمیں کیوں گڑھی ہیں۔

پہلا: فقہائے ملت کے نزدیک عمومی قتل کا حکم:

امام شافعی نے کہا: دشمن اگر کسی پہاڑ، قلعہ، خندق یا کسی محفوظ جگہ میں قلعہ بند ہو جائے تو اسے توپ اور آگ (گولی) وغیرہ سے مارنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اگر ممکن ہو تو ان پر پانی بھی پھینک سکتے ہیں تا کہ اسی میں غرق ہو جائیں، یا اسکے کیچڑ میں پھنس جائیں، خواہ ان کے ساتھ انکے بیوی بچے ہوں، راہب ہوں یا نہ ہوں، اور اسکے جواز کی وجہ یہی ہے کہ وہ دارالاسلام نہیں ہے۔

جبکہ سید فضل نے دارالاسلام کے بارے میں عام حکم لگاتے ہوئے کہا: اور جہاں تک قتال کا تعلق ہے تو ایک مسلمان اپنے اسلام کی وجہ سے معصوم الدم ہے خواہ وہ کہیں بھی رہے دارالاسلام میں یا دارالکفر

میں ،کفار سے قتال کے وقت اسے قتل کرنا جائز نہیں ہے گرچہ ان کے بیچ ہی میں رہے،اور اسکی تمییز ممکن ہو،سوائے سخت ضرورت کے جیسے کہ کفار انہیں ڈھال بنا رہے ہوں ،لیکن اگر وہ اس طرح کفار کے ساتھ گھلے ملے ہوں کہ ان کی تمییز ممکن نہ ہو،تو ایسی صورت میں انکے قتل پر کوئی مواخذہ نہیں ہوگا۔

یہاں کوئی یہ نہ سمجھے کہ کفار سے مراد یہ اصلی کفار کو لے رہا ہے بلکہ یہاں کفار سے مراد عام مسلمانوں کو لے رہا ہے جنہیں یہ مرتد سمجھتے ہیں اور مسلمان سے مراد اپنے افکار پر قائم خوارج کو لے رہا ہے، جیسا کہ اسکی کتاب (الجامع) کے پڑھنے سے سمجھ میں آجائے گا۔

کیونکہ اس نے وضاحت کے ساتھ لکھا ہے اور اسکا مفہوم بھی بتایا ہے کہ یہاں کفار سے کون لوگ مراد ہیں،اور اختلاط کے بارے میں وضاحت کرتے ہوئے کہا: اور بعض لوگ یہ شرط لگاتے ہیں کہ مسلمان کفار سے بالکل الگ رہیں، اور چونکہ جولوگ کافر حکام کی تائید کرتے ہیں وہ اپنے لباس سے پہچان لئے جاتے ہیں، (یہاں آپ دیکھ سکتے ہیں کہ کفار سے کس کو مراد لے رہا ہے)،اور انکی فوج اور رہنے کی جگہ بھی محدد ہوتی ہے،اور یہ کسی سے بھی مخفی نہیں ہے،ہاں اگر ان کے بیچ میں مسلمان بھی رہتے ہوں،تو یہ لوگ یا تو ان کے ساتھ بالکل نہ رہتے ہوں اور صرف قتال کی حالت میں ان سے مل جاتے ہوں،اور یا تو انہیں میں سے ہوں اور ان پر باطن میں اسلام کا حکم لگایا جائے گا،اس طرح یہ اس مجبور کے حکم میں ہوگا جو اپنا ایمان چھپا کر ان کے بیچ میں رہتا ہے تا کہ ان کی جاسوسی کرے،اور ان سب کی حالت دو امور سے خالی نہیں ہے:

یہ کہ وہ کفار سے ممیز نہ ہوں تو ایسی صورت میں کسی طور بھی ان سے قتال کرنا منع نہیں ہے۔

اور یہ کہ مسلمان دشمنوں کی صف میں ہوں اور بظاہر ممیز بھی ہوں ،تو اسے انہیں ڈھال بنانے پر محمول کیا جائے گا۔

اور یہی اصول ان کے یہاں اس صورت میں بھی ہے جب ان کے نزدیک مرتد حکام،انکی فوج،

اور پولیس سے مسلمان ممیز ہو جائیں، تو ایسی صورت میں ان کے قتال سے بچا جائے گا سوائے سخت ضرورت کے وقت، ہاں اگر ایک ساتھ ملے ہوں اور بالکل ممیز اور ظاہر نہ ہوں، جیسے کہ دشمن کے ٹھکانے کو بم سے اڑانا ہو یا جیسے رفعت محجوب کے قتل کا حادثہ ہو، کہ اس وقت اسکی ریلی کے ساتھ مدارس کے بچے بھی تھے، اور انکی تمیز ممکن نہیں تھی، تو ایسی صورت میں ان کا قتل کرنا جائز ہو گا۔

ان تقسیموں سے قاری کو یہ سمجھ میں آگیا ہو گا کہ خوارج وقت کے سرغنہ نے روئے زمین پر کسی کے خون کو حرام نہیں چھوڑا، اس کے یہاں سب قتل کے مستحق ہیں یا تو ارتداد کی وجہ سے، یا ذمی ہونے کی وجہ سے یا پھر مجہول الحال ہونے کی وجہ سے، یا پھر ایسا مسلمان جو مرتدین کے بیچ میں رہتا ہو اور اسے بھی ضرورت کے وقت قتل کیا جا سکتا ہے، اب ان خارجی اصولوں کی روشنی میں مسلمان:

* یا تو ان کی نظر میں کفار مرتد ہیں
* یا پھر ایسے کفار ہیں جن کے عہد و پیمان کی کوئی اہمیت نہیں
* یا پھر ایسے لوگ ہیں جو مومن تو ہیں مگر مرتد کفار کے ساتھ رہنے کی وجہ سے بوقت ضرورت قتل کئے جا سکتے ہیں
* اور جہاں تک مجہول الحال لوگوں کی بات ہے تو انہیں بھی عدم تمییز کے وقت قتل کیا جا سکتا ہے کیونکہ انکا بھی اسلام ثابت نہیں ہے کہ جس کی وجہ سے انکا خون حرام ہو جائے۔

یہی وہ حروری اور خارجی اصول ہیں جنہیں افغانستان کے اندر عسکری خیموں میں مسلمان نوجوانوں کو پڑھایا جاتا ہے۔

ابو مصعب سوری سید فضل کی کتابوں کے بارے میں کہتا ہے: ان کی کتابوں نے عرب نوجوانوں کے عسکری خیموں میں انکی تربیت کیلئے بڑی مفید تھیں۔

جی ہاں اس کی انہیں کتابوں نے نوجوان ملت کو خارجیت کی طرف ڈھکیلا ہے اور وہ بھی مسلمانوں کو

کفار سمجھ کر قتل کرنے لگے ہیں بلکہ ان کے خون کو پانی سے بھی زیادہ سستا سمجھتے ہیں۔

اور اس سے یہ بھی سمجھ میں آرہا ہے کہ ان خوارج کے نزدیک مسلمانوں کا وہی حکم ہے جو دارالکفر میں اہل سنت کا حکم ہوتا ہے۔

اور آج کے خوارج یہی کر رہے ہیں، دارالاسلام کے اندر مسلمانوں کے قتل کو جائز قرار دے رہے ہیں یہ کہہ کر یہ اب دارالکفر میں بدل چکا ہے، اس طرح ان کا خون بھی حلال ہوگیا۔

ان خارجی اصولوں کے نہ جاننے کی وجہ سے بہت سے مسلمان حیرت کرتے ہیں کہ یہ خوارج ذو الخویصرہ کی نسل کے درندہ صفت لوگ کیسے لوگوں کی بھیڑ اور حکومتی محکموں کو بم سے اڑا دیتے ہیں، بلکہ دو سال پہلے عید الفطر کی رات میں بالکل مسجد نبوی کے بغل میں ان درندوں نے بم دھماکہ کیا تھا جہاں سے قبر نبوی چند قدم پر پڑتا ہے، اس دھماکے میں کئی مسلمان مارے گئے تھے جس میں سیکوریٹی فورسیز کے ساتھ عمرہ کیلئے آئے لوگ اور سڑکوں پر چلنے والے رہگزر بھی تھے۔

اسی طرح ان خارجیوں نے مسجد حرام کے پاس اجیاد کے علاقے میں بم دھماکہ کیا کہ رسول اللہ ﷺ سے قبل اور بعد میں کبھی کسی نے حرم پاک کو حلال نہیں سمجھا تھا، آپ ﷺ کیلئے صرف دن میں ایک گھنٹے کیلئے حلال کیا گیا تھا، یہ سب دیکھ کر لوگوں کو تعجب ہوتا ہے مگر جب ان کے اصولوں اور اقوال کو پڑھ لیں گے تو انکا تعجب ختم ہو جائے گا، کہ یہ تو ایسے بم دھماکوں سے جنت الفردوس کی خواہش رکھتے ہیں، اور ایسے سفاکانہ اور مجرمانہ اعمال کو یہ مقدس سمجھتے ہیں، جیسا کہ ان کے اجداد نے سیدنا علی بن ابی طالب سے کہا تھا: ہم نے آپ سے قتال کیا، اس کے ذریعے ہم اپنے رب سے اسکی خوشنودی اور رضا چاہتے ہیں۔

دور حاضر کے خارجی سرغنہ نے کہا: اور جہاں تک وہاں کے باشندوں کا تعلق ہے تو وہ مسلمان اور غیر مسلموں کے سے مل جل کر رہتے ہیں، اور یہ ملک پہلے دار اسلام تھا جہاں ایک مسلمان کی تمیز غیر مسلم سے ہو جاتی تھی، مگر وضعی قوانین کے بعد تمیز ممکن نہیں۔

اب اس سے زیادہ واضح بات نہیں ہوسکتی کہ مسلمانوں کو آپس میں ایک ساتھ رہنے سے بھی ان کے اسلام کے وصف کو چھین لیا ان خوارج نے۔

آئیں دو اقوال پر مزید نظر ڈال لیتے ہیں:

مسلم سماج کے بارے میں خارجی فرقہ ضحاکیہ کا کہنا ہے: یہ مخلوط مانے جائیں گے، ہم اسی کو مسلمان مانیں گے جس کے اسلام کا ہمیں پتہ چلے گا، اور جس کے اسلام کا پتہ نہیں چلے گا اس کے بارے میں توقف اختیار کریں گے۔

اور یہی بات آج کے خوارج بھی کہتے ہیں، پھر دونوں میں کیا فرق رہ جاتا ہے؟

ایک بہت ہی اہم تنبیہ:

یہ ساری باتیں مجہول الحال، اور ایک ساتھ مل جل کر رہنے والوں کے تعلق سے ہے اور اسی وجہ سے مسلم سماج کو انہوں نے کافر کہا ہے، لوگ مومن سے مجہول الحال ہو چکے ہیں، یہی سارے اسباب تھے جن کی وجہ سے انکے اجداد نے بھی حکام اور محکومین کی تکفیر کی تھی، اور آج معاصر خوارج بھی اسی وجہ سے تکفیر کر رہے ہیں۔

خلاصہ:

خوارج وقت کے سرغنہ سید فضل نے دارالاسلام میں رہنے والے مسلمانوں کے خون کو حلال کرنے کیلئے اصول وقواعد بنائے ہیں، اسکی کتابوں اور اقوال کا جائزہ لینے سے درج ذیل امور کا پتہ چلتا ہے:

کفار مرتدین:

یہ مختلف طرح کے لوگ ہیں، ان کی تعداد صرف اللہ ہی کو معلوم ہے، دوسرے اصلی کفار کے مقابلے ان سے قتال کرنا مقدم ہے، ان میں حکام اور انکی ماتحتی قبول کرنے والے سب داخل ہیں، ان کا قتل کرنا سب سے بڑا واجب ہے۔

اہل ذمہ:

ان کا کوئی عہد و پیمان باقی نہیں ہے؛ کیونکہ انہیں ایک کافر مرتد حاکم نے امان دیا ہے، اور کافر کے امان کا کوئی اعتبار نہیں، اور اسکا حتمی نتیجہ قتل ہے؛ اسلئے کہ یہ حربی کافر کے حکم میں ہو گئے۔

پھر اس کے بعد انہوں نے ایک بہت ہی قلیل تعداد میں لوگوں کیلئے اسلام کو صحیح ثابت مانا ہے، مگر ان کے خون کو حلال کرنے کیلئے بھی ان خوارج نے انکی دو قسمیں کر دی ہیں:

الف:- جو کفار کے ساتھ ملکر رہتے ہیں (یہاں کفار سے مراد مسلم حکام اور انکی رعایا ہے)، اور ان کی تمییز ممکن ہو تو ایسی صورت میں ان کا قتل جائز نہیں سوائے اس صورت میں جب انہیں ڈھال بنایا جائے۔

ب:- جو کفار کے ساتھ ملکر رہتے ہوں اور انکی تمییز ممکن نہ ہو، تو ایسی صورت میں انہیں قتل کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اس خارجی حروری اصول کو رد کیلئے آخر میں ایک آیت اور دو حدیثیں اور ایک نظری دلیل ذکر کرتا ہوں تاکہ یہ واضح ہو جائے کہ متقدمین خوارج کی طرح اس خونی تکفیری اصول کو آج کے معاصر خوارج بھی پکڑے ہوئے ہیں بلکہ اس پر سختی سے عمل کرتے ہیں۔

جہاں تک آیت کا تعلق ہے تو اس سے مراد اللہ تعالی کا یہ قول ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا ضَرَبْتُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَتَبَيَّنُوا وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ أَلْقَى إِلَيْكُمُ السَّلَامَ لَسْتَ مُؤْمِنًا﴾ ترجمہ: اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تم اللہ کے راستے میں سفر کرو تو خوب تحقیق کرلو اور جو تمھیں سلام پیش کرے اسے یہ نہ کہو کہ تم مومن نہیں۔

یہاں پر اللہ تعالی نے مجرد سلام پیش کرنے سے مسلمان ہونے کی دلیل مانی ہے، حالانکہ وہ شخص دار الحرب میں مجہول تھا، انہیں اسکی حالت کا علم نہیں تھا، پھر بھی اللہ تعالی نے ان کی سرزنش کی کیونکہ انہوں نے اللہ کے حدود کو پار کیا اور شخص معین پر جس حکم لگانے سے روکا تھا اس پر نہیں رکے، اور بہر حال

یہ ظلم ہے۔

اور جہاں تک حدیث کا تعلق ہے تو اس سے مراد رسول اللہ ﷺ کا یہ قول ہے:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ النَّبِيَّ ﷺ، أَيُّ الإِسْلَامِ خَيْرٌ؟ قَالَ: "تُطْعِمُ الطَّعَامَ، وَتَقْرَأُ السَّلَامَ عَلَى مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَمْ تَعْرِفْ".

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک دن ایک آدمی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کون سا اسلام بہتر ہے؟ فرمایا کہ تم کھانا کھلاؤ، اور جس کو پہچانو اس کو بھی اور جس کو نہ پہچانو اس کو بھی، الغرض سب کو سلام کرو۔

چنانچہ جب دار الاسلام ہو تو وہاں پر سلام ہر شخص سے کیا جائے گا خواہ آپ اسے جانتے ہوں یا نہ جانتے ہوں، کیونکہ یہ سلام اہل قبلہ مسلمانوں کیلئے خاص ہے، اور یہاں پر وجہ استدلال یہ ہیکہ کافر سے سلام میں پہل نہیں کیا جاتا ہے، جبکہ دار اسلام میں سب سے سلام میں پہل کیا جائے گا؛ کیونکہ یہ دار الکفر نہیں ہے، اور نہ ہی یہاں کسی اختلاط اور مجھول الحال کی کوئی تقسیم ہے، کیونکہ اصل اسلام ہے الایہ کہ اسکے برعکس ثابت ہو جائے، اور اسی لئے ہمیں کفار سے سلام میں پہل کرنے سے روکا گیا ہے۔

اور اسی طرح دوسری حدیث یہ ہے:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: "أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ، حَتَّى يَشْهَدُوا أَنْ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ، وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ، فَإِذَا فَعَلُوا، عَصَمُوا مِنِّي، دِمَاءَهُمْ، وَأَمْوَالَهُمْ إِلَّا بِحَقِّهَا، وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللَّهِ".

ترجمہ: سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”مجھے حکم ہوا ہے لوگوں سے لڑنے کا یہاں تک کہ گواہی دیں اس بات کی کہ کوئی معبود برحق نہیں سوائے اللہ کے اور

بیشک محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول ہیں اور قائم کریں نماز کو اور دیں زکوٰۃ کو۔ پھر جب یہ کریں تو بچالیا انہوں نے مجھ سے اپنی جانوں اور مالوں کو مگر حق کے بدلے اور حساب ان کا اللہ پر ہے۔"

اور جہاں تک دلیل نظری کی بات ہے تو ہم اس نفس پرست ہٹ دھرم خارجی سے کہیں گے کہ تم کسی ایسے معتبر عالم کا کوئی قول پیش کرو جس نے مسلمانوں کے علاقوں پر مجہول الحال اور اختلاط کا حکم لگایا ہو، اور اسکے بعد انکے خون کو حلال کیا ہو، اور بطور خاص جبکہ یہ مسئلہ جزئیات دین نہیں بلکہ شرک کے بعد سب سے بڑے گناہ سے متعلق ہے اور وہ ناحق ایک معصوم جان کے قتل کا مسئلہ ہے۔

یہی وہ اصول ہیں جنہیں لوگوں کو دھوکے میں رکھ کر تکفیری اور تفجیری عسکری ٹھکانوں پر تین دہائیوں سے نوجوانان ملت کو سکھایا جا رہا ہے، چنانچہ یہ نوجوان جب ایسے تکفیری تجربہ گاہوں سے واپس آتے ہیں تو اپنی جسموں پر خودکش بمبار مواد کو باندھنے سے پہلے اپنی عقلوں پر بم کی پٹی باندھ آتے ہیں اور انہیں زمین پر دھماکہ کرنے سے پہلے اپنے ذہنوں میں ایسے خارجی اصولوں کو لئے رکھتے ہیں، اور یہ قتل کرنے میں اتنے جری ہوتے ہیں کہ اپنے قریبی رشتہ داروں تک کو قتل کر دیتے ہیں اور اس سے نبی ﷺ کی پیشین گوئی پوری ہوتی ہے کہ یہ خوارج اہل اسلام کو قتل کریں گے اور بت پرستوں کو چھوڑ دیں گے۔

ستائیسواں اصول: متقدمین خوارج کے اصول اور انکی صفات میں سے لوگوں کو مومنین اور کافرین میں تقسیم کرنا ہے

متقدمین خوارج کے یہاں یہی اصول پایا جاتا ہے کہ لوگ یا تو کافر ہیں یا پھر مسلمان یا پھر مجہول الحال جیسا کہ بعض خوارج کے اقوال سے پتہ چلتا ہے۔

بالکل اسی طرح آج کے خوارج کے یہاں بھی یہی تقسیم پائی جاتی ہے۔

چنانچہ جب سید قطب نے اپنے پیروکاروں سے گوشہ نشینی اختیار کرنے اور مرتدین سے دور رہنے کی ہدایت کی تھی حتی کہ اللہ کے گھروں میں بھی ان سے دور رہنے کی تاکید کی تھی اس وقت تک بھی مسلمانوں کی یہ تیسری قسم یعنی مرتد کافر کی نہیں تھی جیسا کہ سید قطب نے تقسیم کیا تھا: مرتد، کافر اور مومن گروہ۔

چنانچہ اللہ تعالی کے اس قول کو اسی عقیدے کے مطابق سید قطب نے تفسیر کی ہے، ارشاد باری ہے: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ﴾ ترجمہ: بے شک وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسولوں کے ساتھ کفر کرتے ہیں۔ چنانچہ اس کی تفسیر میں سید قطب نے کہا ہے: ایمان ایک یونٹ ہے اس کے اندر حصے بکھرے نہیں ہو سکتے۔

شیخ عبداللہ دویش نے کہا: اہل سنت والجماعہ کا کہنا ہے کہ ایمان کی بہت سی شاخیں ہیں، اور جو یہ کہتے ہیں کہ ایمان ایک یونٹ ہے وہ اہل بدعت ہیں جیسے مرجئہ اور خوارج۔

عصر حاضر کا خارجی ابو قتادہ کہتا ہے: کیا یہ بہتر نہیں ہوگا کہ لوگوں کو دو قسموں میں بانٹ دیا جائے: ایک ایمان کے لشکر میں رہے جس کے اندر کوئی نفاق نہ ہو، اور دوسرا کفر کے لشکر میں رہے جس میں کوئی ایمان نہ ہو، اور یہ آزمائش، تکلیف اور مشقت کے بغیر کیسے ممکن ہوسکتا ہے؟

اس سے بھی پہلے بن لادن نے یہ بات کہی تھی کہ ان حوادث نے دنیا کو دو خیموں میں تقسیم کر دیا ہے:

ایک ایمان کا خیمہ جس میں کوئی نفاق نہیں ہے، اور دوسرا کفر کا خیمہ۔ اس لئے ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ اپنے دین کی مدد کیلئے نکل پڑے، ایمان کی ہوا چل پڑی ہے، باطل کا صفایا محمد ﷺ کے جزیرہ عرب ہی سے شروع ہوگا۔

اس طرح اس نے لوگوں کو دو قسموں میں بانٹ دیا: ایک وہ لوگ جو اسکی تکفیری نظریئے کی موافقت کرتے ہیں جنہیں یہ خالص اہل ایمان کہتا ہے، دشمنان دین کے ساتھ سمجھوتہ کر کے امریکہ میں اپنے گرگوں سے حملے کرواتا ہے پھر اسی کا بہانہ بنا کر دو دو مسلم ملک کو تباہ کر دیا جاتا ہے، اور جو اسکی تکفیری پلاننگ میں اسکی مخالفت کریں اور اس پر نکیر کریں تو اس کی نظر میں کفر کے خیمے میں رہتا ہے۔

کسی احمق کی بداعمالی اور مجرمانہ فعل کی موافقت نہ کرنے کی وجہ سے شریعت اسلامیہ نے کسی بھی مسلمان شخص کو نفاق یا کفر کے خیمے میں نہیں بھیجا ہے، ایسے احمقانہ اعمال جن کی نہ تو عقل ساتھ دے اور نہ ہی نقل اور جن کے اندر نہ ہی انجام کا خیال ہو، جو نرا پاگلوں کا کام ہو۔

ایمان کے ارکان ہیں، اسکی شاخیں اور اسکے راستے ہیں، جو ان سب کی تکمیل کرے گا اسی کا ایمان کامل ہوگا، چنانچہ اگر کوئی ایمان کے تقاضوں کو پورا کرتا ہو اور ابن لادن کے احمقانہ فعل سے متفق نہ ہو تو ایسی صورت میں ابن لادن کے اس تکفیری قاعدے کے مطابق وہ یا تو نفاق کے خیمے میں ہوگا یا پھر کفر کے خیمے میں، گرچہ وہ ایمان کی تمام شاخوں کو پورا کر رہا ہو۔

ایمان کی شاخیں اہل ایمان کے دلوں میں متفاوت ہوتے ہیں، اور یہی حال خود ایمان کا ہے، چنانچہ ممکن ہے کسی مومن کے دل میں اسکا ایمان پہاڑوں جیسا ہو، اور کسی کے دل میں بجھتا ہوا چراغ ہو، مگر اصلی ایمان اس کے پاس بھی باقی رہے، کیونکہ اس نے نواقض ایمان میں سے کسی ناقض کا ارتکاب نہیں کیا ہے، حدیث کے اندر آیا ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: "الإِيمَانُ بِضْعٌ وَسَبْعُونَ أَوْ، بِضْعٌ

وَسِتُّونَ شُعْبَةً، فَأَفْضَلُهَا قَوْلُ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَأَدْنَاهَا إِمَاطَةُ الأَذَى عَنِ الطَّرِيقِ، وَالْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِنَ الإِيمَانِ".

ترجمہ: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ایمان کی ستر پر کئی یا ساٹھ پر کئی شاخیں ہیں ان سب میں افضل لاَ اِلٰہَ اِلاَّ اللہ کہنا ہے اور ادنیٰ ان سب میں راہ میں سے موذی چیز کا ہٹانا ہے اور حیا ایمان کی ایک شاخ ہے۔"

اٹھائیسواں اصول: متقدمین خوارج کے اصول اور انکی صفات میں سے یہ بھی ہے کہ جو برائی نہ ہو اسے برائی اور جو نیکی نہ ہو اسے یہ نیکی بنا دیتے ہیں

نبی اکرم ﷺ نے تالیف قلب کیلئے لوگوں کے ساتھ جو فیاضانہ سلوک کیا تھا اسے بدبخت ذوالخویصرہ نے برائی بنا دیا، بلکہ اسے جور و ظلم میں شمار کیا، حالانکہ نبی اکرم ﷺ کی شخصیت تمام مخلوق میں سب سے زیادہ انصاف پرور ہے۔

اسی طرح متقدمین خوارج نے سیدنا علی کے تحکیم کو قبول کرنے سے انکار کیا، جبکہ یہ آپ نے بڑی نیکی کا کام کیا تھا کہ اس کی وجہ سے مسلمانوں کی جانیں بچائی تھی، مگر اس نیکی کو خوارج نے سب سے بڑی برائی میں بدل دیا، اور آپ سے مطالبہ کیا کہ اپنے نام کے ساتھ امیر المومنین کا لقب نکال دیں، کیونکہ آپ نے اہل شام سے مصالحت کرلی تھی اور مسلمانوں میں اتحاد چاہتے تھے، خونریزی سے انہیں بچانا چاہتے تھے مگر یہ خوارج اسے برائی سمجھتے تھے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں خوارج کے بارے میں کہا: ان کی دو ایسی مشہور خصوصیتیں ہیں جن کی وجہ سے یہ دیگر مسلمانوں سے بالکل الگ ہو جاتے ہیں، پہلی یہ ہیکہ یہ سنت سے خروج کرتے ہیں، چنانچہ جو برائی نہیں ہوتی اسے برائی بنا کر پیش کرتے ہیں اور جو نیکی نہیں ہوتی اسے نیکی بنا کر پیش کرتے ہیں، اور اپنی اسی پہچان کو ذوالخویصرہ نے نبی اکرم ﷺ کے سامنے اظہار کیا تھا یہ کہتے ہوئے: انصاف سے کام لو، کیونکہ آپ انصاف نہیں کر رہے ہو۔ یہاں تک کہ اس پر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تھا: تیری بربادی ہو، اگر میں انصاف نہیں کروں گا تو پھر کون کرے گا، میں برباد ہو جاؤں اگر انصاف نہ کروں۔

اس طرح اس خارجی نے عدم انصاف کی بات کہہ کر نبی اکرم ﷺ پر ایک طرف ظلم و ناانصافی کا

الزام لگایا تو دوسری طرف انصاف کرنے کا حکم دیکر نیکی کو برائی بنانے کا عقیدہ رکھا۔

اس تعلق سے خارجی مقدسی کہتا ہے: اس وقت بڑے بڑے اپنے کو عالم کہنے والے جہلاء سب سے بڑی جس خیانت کا ارتکاب کر رہے ہیں وہ ہیکہ نوجوانوں کو تکفیر مطلق کے باب کو سمجھنے اور سیکھنے سے منع کر رہے ہیں، سد ذریعہ اور فتنہ کا بہانہ بنا کر، یہ دراصل سب سے بڑے گمراہ ہیں اور دوسروں کو گمراہ کرنے والے ہیں۔

اس ظالم خارجی کے کلام کو غور سے دیکھیں کہ کس طرح اس نے تکفیر سے ڈرانے کو خاص طور سے نااہل نوجوانوں کو اس سے دور رہنے کی تلقین کرنے کو برائی بتا رہا ہے، جبکہ یہ بہت بڑی نیکی ہے، مگر اس حروری خارجی نے اسے خیانت بتا دیا بلکہ سب سے بڑی خیانت۔

اسی مقدسی سے یہ سوال کیا گیا: مسلمانوں کی سرزمین پر قابض یہودیوں سے مصالحت کرنا جائز نہیں ہے مگر جو ان سے مصالحت کرے اور سرزمین فلسطین کے اندر جہاد کرنے والی اسلامی تحریکوں کے ختم کرنے میں یہودیوں کا ساتھ دے اس کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟

اس پر جواب دیا: ان یہودیوں سے جو بھی معاہدات کئے جا رہے ہیں وہ سب کفریہ ہیں، بلکہ موجودہ مرتد حکومتوں کی طرف سے اگر ہے تو اس سے ان کے کفر میں مزید اضافہ ہوگا؛ کیونکہ یہ تو اللہ کی شریعت کو چھوڑ کر اور اولیاء اللہ مجاہدین سے لڑ کر پہلے ہی سے کافر ہیں۔

حالانکہ کمزوری کے وقت مسلمانوں کے خون کو روکنے کیلئے کفار سے معاہدات کرنا واجب ہو جاتا ہے بلکہ یہ کمزور مسلمانوں کے حق میں بہت بڑی نیکی مانی جائے گی، کیونکہ اس سے مسلمانوں کے خون کی حفاظت ہوتی ہے اور اسلام کی بقاء ہے، مگر اسی نیکی کو یہ خوارج برائی بلکہ سب سے بڑا کفریہ عمل مانتے ہیں۔

اس شبہے کا جواب:

مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان معاہدوں کو عقائد اور ولاء براء کا مسئلہ بنانا صحیح نہیں ہے، اس

پر کوئی شرعی دلیل نہیں ہے، یہودی ہوں یا کوئی دوسرے کافر، ان سے مصالحت کرنا مصالح اور مفاسد پر مبنی ہے، مسلمانوں کی کمزوری، اسلام کی حفاظت اور مسلمانوں کے خون کی حفاظت وغیرہ، مگر آج کے خوارج نے اسے برائی میں بدل دیا ہے۔

شروع ہی میں یہ بات آچکی ہے کہ آج کے خوارج اپنے اجداد کے مقابلے آگے ہیں، تو معلوم رہے کہ انہیں جگہوں میں سے ایک یہ بھی ہے۔

چنانچہ ایک بڑا خارجی ابومصعب زرقاوی ہے جو کہتا ہے: امت کو آج بہت زیادہ کتابوں کی ضرورت نہیں ہے، لائبریریوں کے اندر لاکھوں کتابیں پڑی ہوئی ہیں، آج انہیں ایسے مناروں کی ضرورت ہے جو انہیں راستہ دکھائے، ایسے نمونوں کی ضرورت ہے جو اپنے خون سے اپنی سرزمین کی سنچائی کریں، تا کہ اس سرزمین سے انکی اولاد کے اندر زندگی کی روح بیدار ہو۔

حالانکہ دین کی سمجھ حاصل کرنا اور علم سیکھنا خود نبی اکرم ﷺ کی زبانی نیکی اور بھلائی میں شمار کیا گیا ہے، آپ ﷺ فرماتے ہیں: ”مَنْ يُرِدِ اللَّهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ“ ترجمہ: جس شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ کرے اسے دین کی سمجھ عنایت فرما دیتا ہے۔

مگر اس بدبخت نے دینی علوم سیکھنے کو برائی بنا دیا ہے اور یہی خوارج کی پہچان ہے۔

اس خارجی زرقاوی کی نظر میں امت کو ایسے مناروں کی ضرورت ہے جس سے انکے خودکش بمباروں کو دھماکہ کرنے کیلئے راہ بتائے، اسے علماء کی ضرورت نہیں ہے جو انہیں دین سکھائیں، کس قدر گھٹیا سوچ ہے اس خارجی کی۔

اللہ تعالیٰ شیخ الاسلام ابن تیمیہ پر رحم فرمائے، آپ نے کس قدر دقت نظری سے استنباط کیا ہے؛ کیونکہ میں نے کسی بھی دوسرے عالم کو آج تک نہیں دیکھا جس نے خوارج کے تئیں اس نقطے کی طرف اشارہ کیا ہو، اگر کوئی خوارج کے تعلق سے آپ کے نفیس کلام کو اکٹھا کرنا چاہے تو وہ اس باب میں پوری ایک کتاب

جمع کرسکتا ہے، اور آپ کا کلام کتاب وسنت کے مطالعے اور خوارج کے حقائق کا نچوڑ ہے۔

انیتیسواں اصول: متقدمین خوارج کے اصول اور انکی صفات میں سے یہ بھی ہے کہ یہ اسی وقت نکلتے ہیں اور انکی کثرت ہوتی ہے جب امت کے اندر فتنہ وفساد کا ماحول ہوتا ہے

اس اصول پر دلیل آپ ﷺ کا یہ قول ہے: ''يَخْرُجُونَ عَلَى حِينِ فُرْقَةٍ مِنَ النَّاسِ''

ترجمہ: اور وہ گروہ اس وقت نکلے گا جب لوگوں میں پھوٹ ہوگی۔

اور یہی حقیقت ہے کہ یہ اسی وقت اپنا سر اٹھاتے ہیں جب امت کے اندر فتنہ پیدا ہوتا ہے چنانچہ سیدنا عثمان پر بلوائیوں نے فتنہ کھڑا کیا اور آپ کے خلاف خروج کیا، اسی وقت ان خوارج کا ظہور ہوا، اسی طرح سیدنا علی اور سیدنا معاویہ کے درمیان اختلاف اور واقعہ تحکیم کے وقت انہوں نے فتنہ کھڑا کیا، اور حکومت وقت کے خلاف خروج کیا، اور ہر جانب تباہی مچانے لگے، اور موجودہ دور میں بھی انکا خروج اسی وقت ہوا ہے جب امت مختلف پریشانیوں میں گھری ہوئی ہے۔

یہ اخوان المسلمین کی جماعت ہے جس نے زمانے سے فتنہ کھڑا کر رکھا ہے، اسلحہ اٹھا کر مسلمانوں ہی کو قتل کرنا، دھماکہ کرنا، تکفیر کرنا ان کا کام ہے، چنانچہ جس وقت یہودی صلیبی کافر دنیا مصر پر حملہ آور تھی اس وقت یہ مسلمانوں کے خون کو بہا رہے تھے۔ دشمن سرحد پر حملے کر رہا تھا اور یہ اندرون ملک سرکاری محکموں پر بم دھماکے کر رہے تھے، اور مسلمانوں کو قتل کر رہے تھے، اور یہ ان کے نزدیک فضیلت کا کام ہے جیسا کہ ان کے اقوال نقل کئے گئے کہ اصلی کافروں کے مقابلے مسلمانوں سے لڑنا انکے یہاں اولی اور افضل ہے۔

چنانچہ جس وقت یہود ونصاری سرزمین مصر میں حملے کر رہے تھے اور یمن کے اندر وہاں کی حکومت بغاوت کو ختم کر رہی تھی ان اخوانی خوارج نے دونوں ملکوں میں اپنے سروں کو اٹھانا شروع کر دیا، اور دونوں جگہوں پر خوف فتنہ پھیلایا، اور جس وقت الجزائر کے اندر انتخابات ٹال دیئے گئے اور ایک

افراتفری کا ماحول پیدا ہوگیا اس وقت بھی انہوں نے اس ماحول کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنا سر اٹھایا اور اسلحہ لیکر مسلمانوں کا خون بہانے نکل پڑے، اور خوب تباہی مچائی، یہی حال صومال میں ہوا، جب وہاں کے صدر کو ہٹادیا گیا تو وہاں بھی اس طرح کے خوارج نے اسلحہ اٹھالیا، اور مسلمانوں کو مارنے کاٹنے لگے، بلکہ یہ ایک عام جائزہ ہے کہ یہ خوارج ہمیشہ ایسے ہی بدامنی اور پرآشوب ماحول کے انتظار میں رہتے ہیں یا پھر اس طرح کا ماحول بنا کر اپنے بلوں سے نکلتے ہیں اور پھر مومنوں کو ہی ڈسنا شروع کردیتے ہیں، اور سامنے والے مسلمانوں کو یہ جانور اور چوپایہ کہتے ہیں یہی انکا عقیدہ ہے کوئی لسانی غلطی نہیں ہے۔

تیسواں اصول: متقدمین خوارج کے اصول اور انکی صفات میں سے ہر اس شخص کو قتل کر دینا ہے جو ان کی رائے سے متفق نہ ہو

امام طبری نے ذکر کیا ہے: شبیب خارجی کے ساتھیوں میں سے ایک شخص تھا جس کا نام مقاتل تھا، اسکا تعلق بنو تمیم سے تھا، اس نے کہا: کیا ہمارا یہ دین نہیں ہے کہ ہر اس شخص کو مار دیا جائے جو ہماری رائے کی مخالفت کرے، خواہ وہ ہم میں سے ہو یا نہ ہو؟ تو شبیب نے کہا: کیوں نہیں۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: یہ خوارج ہر اس مسلمان کو قتل کرنے کے قائل ہیں جو ان کی رائے سے اتفاق نہ رکھتا ہو، کیونکہ یہ عام مسلمانوں کے خون کو حلال سمجھتے ہیں۔

چنانچہ یہ خوارج پہلے قاعدہ بناتے ہیں، شرعی اصول بناتے ہیں پھر اسی پر احکام مرتب کرتے ہیں، چنانچہ جو بھی انکے قواعد اور اصولوں کی مخالفت کرتا ہے اسکے خون کو حلال کر لیتے ہیں، اور یہی حال آج کے خوارج کا بھی ہے کہ جو ان کی رائے سے متفق نہ ہو اس کے قتل کو جائز ٹھہراتے ہیں۔

آپ نے دیکھا ہوگا کہ اخوانی جماعت میں تنظیم خاص کے اصل ذمیدار سندی نے اپنے نائب سید فائز کو مجرد اختلاف کرنے سے اسے بھیانک طریقے سے قتل کر دیا، بایں طور کہ اس کے پاس ایک بند پیکٹ میں حلوی بھیجا جس کے اندر دھماکہ خیز بارود رکھ دیئے، چنانچہ اس نے جیسے ہی اس پیکٹ کو کھولا وہ پھٹ گیا اور فوراً وہیں وہ مر گیا، ساتھ ہی اسکے گھر والے بھی کچھ زخمی ہوئے اور کچھ مر گئے۔

یہاں پر اس حادثے کو لیکر تھوڑا ٹھہرتے ہیں تاکہ اخوانیوں کی نفاذ شریعت کا بھانڈا پھوڑ دیا جائے۔

آخر خفیہ تنظیم کے صدر نے اپنے نائب کو دھوکے سے کیوں قتل کیا؟

محمود عساف کہتا ہے: حسن بنا کی شہادت کے بعد تنظیم خاص کے صدر نے جماعت کی سربراہی کیلئے لالچ پیدا کی اور اسکے لئے انہوں نے مرشد ہضیبی سے دشمنی کر لی، اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ مرشد کے

احکام کی مخالفت کرنے لگے بلکہ مرکز عام پر جا کر دھرنا دیدیا۔

مورخ اخوانیت محمود عبدالحلیم نے (ایک جنونی قتل کا جرم) کے عنوان سے لکھا ہے: مرشد عام نے جب عبدالرحمن سندی کو تنظیم خاص کی صدارت سے ہٹادیا تو سندی نے اسے اپنے اوپر ظلم سمجھا اپنے اختیارات کا چھیننا اور سلب کرنا مان لیا، اور اسے پتہ تھا کہ اس کے نائب سید فائز اسکی بڑی مخالفت کرتے ہیں اسلئے ہوسکتا ہے انہیں کا ہاتھ رہا ہو، چنانچہ اس نے اس بندے کو قتل کرنے کی پلاننگ بنائی اور اسکے لئے ایک ڈبہ پیک کرکے ہدیہ کے نام پر اسکے پاس بارود بھیج دیا۔ جیسا کہ اوپر یہ واقعہ گزر چکا ہے۔

اور یہ ثابت ہوچکا ہے کہ اس بھیانک جرم کا ارتکاب تنظیم خاص کے صدر سندی ہی نے انجام دیا تھا، اور اسکی طرف سے ضمنی طور پر اعتراف بھی آچکا تھا۔

مگر اخوانی جماعت نے اس کے خلاف کارروائی کب اور کیوں کی؟

یہ عبدالرحمن سندی ہے جو خفیہ تنظیم کا صدر تھا، اس نے بہت فساد مچایا تھا، خون بہایا تھا، پھر بھی جماعت اور قیادت کے نزدیک آنکھوں کا تارا بنا رہا، مگر ایک واقعہ ایسا پیش آیا جس کی وجہ سے اسے دور کردیا گیا، اس وجہ کو یہاں بیان کرنا ضروری ہے تاکہ اس جماعت کے فریب سے ہر کوئی واقف ہوجائے کہ یہ جماعت کیسے مسلمانوں کے خون سے کھیلتی ہے۔

خلاصہ:

مورخ اخوانیت محمود عبدالحلیم نے مسلمانوں کے خون کو سستا سمجھنے پر لکھتے ہیں: سندی نے مرشد اول کے خلاف بغاوت کردی اور انکے گھر کا گھیرابندی کردی اور مستعفی نہ ہونے پر قتل کی بھی دھمکی دے ڈالی۔ اس کے بعد مرکز عام کی قیادت اکٹھا ہوئی اور اس خطرناک موضوع پر بحث کیا، اور یہ فیصلہ لیا گیا کہ تنظیم خاص کے صدر کو برخواست کردیا جائے، اور ساتھ ہی اسکے تین ساتھیوں کو بھی، مگر اس کے کیا اسباب ہیں ان اسباب کو مرکز نے راز میں رکھا، کیونکہ ان اسباب کو سامنے لانے سے جماعت کی برائی ہوتی اور

حکومت سے اسکا ٹکراؤ بڑھ جاتا۔

سندی جب مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیل رہا تھا خود حسن بنا کی زندگی میں، نقراشی پاشا کو دھوکے سے قتل کروایا، اور بڑے بڑے فتنے پیدا کئے، مگر اس قتل کو جماعت نے قتل خطا کہہ کر اسے دبا دیا اور اسکے اعتماد میں کوئی کمی نہیں آئی، سب کی طرف سے وہ مقبول بنا رہا، اور اپنے عہدے پر باقی رہا، اور جب اپنے ہی ایک ساتھی اور جماعت کے ایک نمایاں شخص کو قتل کر دیا جسے اسکا دایاں ہاتھ بھی سمجھا جاتا تھا، یعنی سید فائز اور اسکے بعض گھر والوں کو مار دیا گیا، مگر اس پر بھی زیادہ سے زیادہ اسے عہدے سے ہٹا دیا گیا۔

مگر جب اس نے جماعت کے مرشد بننے کیلئے مقابلہ کیا، اور مرشد سے مستعفی ہونے کیلئے کہا اور مطالبہ کیا کہ یہ کوئی بادشاہت نہیں ہے کہ مرتے دم تک کرسی نہ چھوڑا جائے تو پھر اس وقت جماعت کی قیادت کے ناک بھوں چڑھنے لگے، ان کی رگیں پھولنے لگیں، اور فورا اسے جماعت سے بے دخل کر دیا گیا، واہ کتنی بڑی سزا دی گئی بیچارے کو!!

پھر بھی یہ اخوانی شب و روز چیختے رہتے ہیں کہ حکومت الٰہیہ کا مطالبہ کرتے ہیں! اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿أَتَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ أَنْفُسَكُمْ وَأَنْتُمْ تَتْلُونَ الْكِتَابَ أَفَلَا تَعْقِلُونَ﴾ ترجمہ: کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو، حالانکہ تم کتاب پڑھتے ہو، تو کیا تم نہیں سمجھتے؟

اس جماعت نے اللہ کی شریعت نہ تو اپنی دعوت میں نافذ کیا اور نہ ہی اپنی تنظیم کے اندر نافذ کیا، اور نہ ہی اپنے ممبران کے گھروں میں نافذ کیا، اور نہ ہی اپنے چھوٹے سماج میں نافذ کیا، اسلئے یہ بات یقینی طور پر کہی جاسکتی ہے کہ ایسی دھوکے باز جماعت ملک کے اندر کبھی بھی شریعت نافذ نہیں کر سکتی۔

یہ جماعت جو ایک معصوم مسلمان کے قاتل کے جرم پر پردہ ڈالے جس نے ناحق قتل کیا ہو، پھر

اس پر خاموش رہے اور اسکے قتل کے اسباب کو اس لئے نہ بیان کرے کہ اس سے حکومت سے تعلقات میں بگاڑ آجائے گا، ایسی دھوکے باز اور مکار جماعت حکومت میں آنے کے بعد کیا کر سکتی ہے۔

شروع ایام میں عراق کے اندر القاعدہ تنظیم نے جو بعد میں داعش کے نام سے بدنام ہوا، ایک بیان جاری کیا جس کے اندر الحزب الاسلامی کے تمام ممبران کے قتل کا فتوی دیا چنانچہ صراحت کے ساتھ اعلان کیا کہ الحزب الاسلامی کے تمام ممبران اور قائدین کفار اور مرتدین ہیں، یہ جہاں بھی پائے جائیں انہیں قتل کر دیا جائے، یہ جماعت دین اسلام اور مسلمانوں کیلئے جس قدر خطرہ ہے اس ملعون جماعت کو ختم کرنے ہی میں بھلائی ہے، چنانچہ انہیں جہاں پاؤ پھانسی دیدو۔ اسلئے ہم اس جماعت کے ممبران کو پندرہ دنوں کی مہلت دیتے ہیں تاکہ وہ توبہ کرلیں اور اس جماعت سے اپنی براءت کا اظہار کرلیں، اسکے بعد انہیں جہاں بھی ملیں گے قتل کر دیا جائے گا، اسکے بعد مہلت نہیں دی جائے گی، اور اس مہلت کے بعد انہیں جو بھی ہمارے پاس لائے گا اسے اچھا انعام ملے گا۔

لہذا آپ دیکھ سکتے ہیں کہ خوارج اپنے مخالفین کے قتل کرنے پر متفق ہیں، البتہ آج کے خوارج متقدمین خوارج سے چار قدم آگے ہیں بایں طور کہ انہوں نے مسلمانوں کو قتل کرنے پر انعام بھی رکھ دیا ہے۔

الحزب الاسلامی کے ممبران مسلمان ہیں پھر بھی انکے خون کو حلال جانا انہوں نے۔

اور یہ جزائر میں خوارج کا سرغنہ ہے (قطع الرقاب لمن خرج یوم الانتخاب) کے عنوان سے اپنے پیروکاروں کو اجازت دے رہا ہے کہ اس فتوے کی جو بھی مخالفت کرے اور انتخابات میں حصہ لے اسے گولی مار دو، اور حقیقت میں ہوا بھی وہی کہ ان سفاک درندوں نے بہتوں کو گولی ماردی۔

اسی طرح مجھے ابو الیقظان کے نام سے ایک آڈیو رکارڈنگ ملی ہے جو سیریا کے اندر القاعدہ کا ممبر ہے، وہ اپنے ساتھیوں کو ابھار رہا ہے کہ ہمارے راستے میں جو بھی ملے اسے گولی سے بھون دو، حالانکہ القاعدہ کی طرح بہت سارے جنگجو جماعتیں نصیریوں اور رافضیوں سے لڑ رہی ہیں، اور ایک جگہ کہتا ہے کہ

حرکتہ احرار الشام کا کوئی بھی ممبر مل جائے اس کے سر میں گولی مار دو اور کہدو کہ ابوالیقظان نے مجھے تیرے قتل کا فتوی دیا ہے، اسکا گناہ میرے سر ہوگا۔

سبحان اللہ! ان کے نزدیک انسانی خون کس قدر ارزاں ہے، جو دنیا طلبی کی خاطر آپس میں لڑ رہے ہیں اور ایک دوسرے کا سر کاٹ رہے ہیں، اس طرح کا فتوی دینے والا کوئی وحشی ہی ہوسکتا ہے سخت دلی اور جہالت میں جسکی کوئی مثال نہیں ہوگی۔

القاعدہ اور احرار الشام کے درمیان دراصل اختلاف کی وجہ یہ بنی کہ احرار نے ترک فوج کو سیریا کے اندر آنے کی اجازت دیدی اور ان کا ساتھ بھی دیا، جبکہ القاعدہ نے یہ سمجھا کہ یہ ارتداد ہے اور ارتدار قتل کو واجب کرتا ہے۔

اس باب میں خلاصہ یہ ہیکہ خوارج کو اگر کسی مسلمان سے ادنی بھی اختلاف ہوجائے تو اس بنیاد پر وہ اپنے مخالف کی تکفیر کرتا ہے اور پھر اسکے خون کو حلال کرلیتا ہے، خواہ وہ حکمران ہوں، حکومتی اہلکار ہوں، علماء ومفتیان کرام ہوں، فوج اور سیکوریٹی فورسیز ہوں، جس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ یہ بھی اپنے اجداد کے نقش قدم پر ہیں۔

اکتیسواں اصول: متقدمین خوارج کے اصول اور انکی صفات میں سے مسلمانوں کا اجتماعی قتل بھی ہے، اور یہ قتل بغیر تمیز کے ہوتا ہے

معصوم خون کو حلال سمجھنا یہ متقدمین خوارج کے اصولوں میں سے ہے، مگر یہ اصول اس سے زیادہ خاص ہے، یعنی اجتماعی قتل کا اصول، اور یہ قتل میدان جنگ کے علاوہ رہائشی علاقوں میں ہوتا ہے جہاں کسی کی کوئی تمیز نہیں کی جاتی ہے، اسلئے کہ ان خوارج کے ذہنوں میں بات بیٹھی ہوئی ہے کہ مسلمان حکام کی اطاعت کر کے مرتد ہو جاتے ہیں اور انکا قتل کرنا واجب ہے، بلکہ اصلی کفار سے جنگ کرنے کے مقابلے میں ان کا قتل کرنا زیادہ بہتر ہے، چنانچہ یہ مسلمانوں کو اسی اصول پر قتل کرتے ہیں کبھی انفرادی شکل میں ہوتا ہے اور کبھی اجتماعی شکل میں۔

ملطی نے محکمہ کے بارے میں کہا: خوارج کا پہلا فرقہ محکمہ ہے جو اپنی تلواروں کو لیکر بازاروں میں نکل جاتے ہیں اور لوگوں کے بیچ میں کھڑے ہو کر لاحکم الا اللہ پکارتے ہیں پھر تلوار چلانا شروع کر دیتے ہیں، اور مارتے مارتے مار دیتے جاتے ہیں، چنانچہ اس فرقے کا کوئی بھی تلوار لیکر نکلتا ہے تو واپس نہیں آتا ہے وہ قتل کر کے قتل ہو جاتا ہے، یہ فرقہ بہت ہی خطرناک ہے، جب تک اس فرقے کے افراد موجود تھے لوگ ہمیشہ گھبرائے رہتے تھے، مگر الحمد للہ اس وقت یہ موجود نہیں ہیں۔

یہاں ایک لطیف نکتہ یہ ہے کہ آج کے خوارج قتل کرنے میں اپنے اجداد سے دو وجہوں سے مشابہت رکھتے ہیں:

الف:- اجتماعی قتل اور وہ بھی بغیر تمیز کے، ان کے اجداد تلواروں سے اجتماعی قتل کرتے تھے، اور آج کے خوارج خودکش کار اور خودکش بمبار کے ذریعے قتل کرتے ہیں۔

ب:- ان کے اجداد جب تلوار لیکر نکل جاتے تھے تو جب تک قتل نہیں ہو جاتے تھے قتل کرتے

رہتے تھے، بالکل اسی طرح آج کے خوارج ہیں کہ یہ بھی خودکش بمبار کارلیکر نکلتے ہیں اوراپنے پیچھے وصیت نامہ لکھ جاتے ہیں جسے بعد میں انٹرنٹ پر شائع کیا جاتا ہے۔

سبحان اللہ! کس قدر مشابہت ہے دونوں میں! مگر پھر بھی بہت سے لوگ ایسے پائے جاتے ہیں جو ان کے حق میں شرعی اصطلاح خوارج یا کلاب النار استعمال نہیں کرتے ہیں۔

اورامام طبری کا یہ قول کچھ صفحات پہلے گزر چکا ہے: خوارج جب عراق سے نکلے تو مدائن کی طرف چلے گئے، اور راستے ہیں، عورتوں اور بچوں کو قتل کرتے رہے، حتی کہ حاملہ عورتوں کے پیٹ کو چیر دیا، اورایسی ایسی حرکتیں کیں کہ ویسا کسی نے نہیں کیا ہوگا۔

چنانچہ یہ اجتماعی قتل متقدمین خوارج کا اصول ہے، بالکل اسی اصول پر عمل کرکے آج کے خوارج بھی مساجد تک میں اجتماعی قتل کرتے ہیں، اورانہیں آباد کرنے کی بجائے منہدم کرتے ہیں، اسکے اندر خونریزی اورقتل کرتے ہیں، اسی طرح بازاروں اور سرکاری محکمہ جات میں جہاں لوگوں کی بھیڑ زیادہ ہوتی ہے، کہ ایک خارجی کتنا جاکر دسیوں اورسینکڑوں کو قتل کرتا ہے، اوراس درندگی اورسفاکی کیلئے حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ (ہم مشرکین پر رات میں چھاپا مارا کرتے تھے)۔

جب کہ یہ خوارج یہ نہیں بتاتے کہ یہ حدیث اوراس طرح کی دوسری حدیثیں جہاد شرعی کیلئے ہیں اورکفار کے حق میں ہیں، ان سے کوئی پوچھے کہ دارالاسلام میں کون سا شرعی جہاد اورکس سے جہاد کررہے ہو؟ اور پھر مرنے والوں میں اکثر بچے اور بزرگ ہوتے ہیں، اوروہ لوگ ہوتے ہیں جو یقینی طور پر مسلمان ہوتے ہیں۔

اوراس باب میں اخوان المسلمین کی جماعت تمام خارجی جماعتوں سے آگے ہے، کیونکہ دورحاضر میں اسی جماعت نے بارودی خودکش بمبار عام اسلام میں پہلی بار تیار کئے جس سے انہوں نے صرف مسلمانوں کو مارا، انہوں نے پہلی بار خودکش بمبار کارتیار کئے، اورکیاہی برا شخص ہے جس نے ایسی تباہی والی

چیز مسلمانوں کے حق میں ایجاد کیا، اور اسی سے دور حاضر میں اجتماعی قتل کیا جاتا ہے، عشماوی کہتا ہے:
میرے پاس ایک دوست نے آ کر کہا جو علم کیمیا میں ماہر ہے: ہمارے پاس ایسے کیمکل مواد موجود ہیں
جس کے اندر بارودی دھماکہ خیز مواد ملا دیں تو اس کے اندر دھماکہ بہت ہی زوردار ہوگا۔

چنانچہ میں نے اس کا تجربہ کیا، اس کے لئے ۸ / میٹر کا پتھر لیا، اور اس پر ایک وہی بارود کی تھیلی رکھ دی، پھر اسے اڑادیا، دیکھتے ہی دیکھتے وہ بھاری بھرکم پتھر ریزہ ریزہ ہوگیا، گویا کہ وہ پاؤڈر ہو، اس میں کچھ بھی باقی نہیں رہ گیا، اس کا نتیجہ بہت ہی خطرناک نکلا، چنانچہ اسی طرح کی ایک تھیلی تیار کرنے کیلئے میں کہہ دیا جس کی کمیت تقریبا ۱۰/ سے ۱۵/ کلو ہو، پھر اسے ایک ایسی جگہ رکھنا تھا جسے میں نے بتا رکھا تھا۔

اور مزید کہتا ہے: عورتوں مردوں اور بچوں میں کوئی تمیز نہ کرنا اور لوگوں کو خودکش کار بم سے قتل کرنے کی اسکیم صلاح شادی کی قیادت میں قسم الانشاء نے ایجاد کی تھی، جس نے حارۃ الیہود نامی علاقے میں ۵-۶-۱۹۴۸ء کو ایک گاڑی کو دھماکے سے اڑایا تھا، پھر اس کے بعد اسی جگہ ۱۹-۷-۱۹۴۸ء کو رمضان مہینے میں دوبارہ بم دھماکہ کیا مگر اس حادثے میں دھماکہ کرنے والا بھی مارا گیا، اور ساتھ ہی کئی راہگیر بھی مارے گئے جن کا کوئی قصور نہیں تھا۔

سابق مصری وزیر اعظم ابراہیم پاشا کے قتل کی کوشش کے بارے میں محمود صباغ کہتا ہے:
پلان یہ تھا کہ ابراہیم پاشا کی گاڑی کو مصطفی کمال اپنی گاڑی سے ٹکرائے گا جس کے اندر بارودی دھماکہ خیز مواد ہوں گے اور اس ٹکراؤ سے دونوں گاڑیاں سواریوں کے ساتھ تباہ ہو جائیں گی۔

خودکش بمبار: احمد رائف نے خفیہ تنظیم کے ممبر سعد حجاج سے خودکش بمبار کے تعلق سے کہتا ہے: یہ خود کش بمبار کی ایجاد اخوانی جماعت ہی کی سوچ ہے، اور اس کو اٹھانے والا میں ہی تھا، اور میں نے ہی عبد الناصر اور موت دونوں کو ایک ساتھ گلے لگایا تھا۔

دھماکہ خیز مواد کی تیاری کے تعلق سے محمود صباغ نے کہا: وہ دھماکہ خیز مواد جو بازاروں میں نہیں

ملتے ہیں جیسے بارود کی روئی، ٹائم بم گھڑیاں وغیرہ، تو ایسی چیزوں کو بنانے کیلئے ان لوگوں نے باقاعدہ ایک فیکٹری بنارکھی تھی، جو عسکری کالج میں کیمیاء کے استاذ علام محمد کی نگرانی میں چلتی تھی، اور جس کے اندر کام کرنے والے تمام لوگ خفیہ فدائی تنظیم کے کارکنان ہوتے تھے، بظاہر اس فیکٹری کو اینٹ بنانے والی فیکٹری بتایا جاتا تھا مگر اسکے اندر خطرناک اور بے انتہا مہلک بارود بنانے کا کام ہوتا تھا۔

اور بعد میں چل کر القاعدہ، داعش، جماعۃ الجہاد اور الجماعۃ الاسلامیۃ جیسی تمام دہشت گرد تنظیموں نے دھماکہ خیز مواد اور خودکش بمبار وغیرہ بنانے میں اخوانی جماعت ہی کا طریقہ اپنایا ہے۔

اور پچھلے تین صدیوں میں بلاد توحید نے قتل وخونریزی، عمارتوں کو منہدم کرنے اور بم دھماکہ کرنے جیسے بہت سے خارجی تباہیوں کو جھیلا ہے، بلکہ داعش اور القاعدہ کی طرف سے تو معاملہ یہاں تک پہونچ گیا کہ یہ درندے اللہ کے گھروں میں بھی بم دھماکہ کرنے لگے، اور ان کی وجہ پورے عالم اسلام میں بم دھماکے ہونے لگے، ان خوارج کے مشہور مہلک خودکش بمبار دھماکوں میں ہم سب کے محبوب امیر محمد بن نایف کے قتل کی کوشش تھی۔

یہاں کے سکوریٹی فورسیز میں سے توحید کے شیروں نے بن لادن اور ظواہری کے دم چھلوؤں کے بہت سے ایسے بلوں اور بھٹوں کا انکشاف کیا ہے جہاں یہ سفاک درندے دھماکہ خیز مواد تیار کرتے تھے، اور جہاں تک داعش کا تعلق ہے تو ان کے بارے میں جو بھی بیان کریں کوئی حرج نہیں ہے۔

اب یہ بات دلیلوں سے ثابت ہو چکی ہے کہ ہر خارجی اپنے جسم پر خودکش بمبار باندھتا ہے مگر جب اس پر دائرہ تنگ ہو جاتا ہے تو خود ہی کو اڑا لیتا ہے، اور اس طرح کے بہت سارے واقعات اسی ملک میں پیش آچکے ہیں، چنانچہ القاعدہ تنظیم کے ایک ممبر العوفی نے مسجد نبوی کے قریب ہی خود کو اڑا لیا تھا جب اسے اپنے پکڑے جانے کا خوف ہوا۔

اور یہ بہت ہی پر لطف بات ہے کہ ان خوارج نے جس خودکش حملوں کو جائز قرار دیکر اسے

اپنا رکھا ہے اس قاتل سوچ کی بنیاد بت پرست جاپانیوں اور سری لنکائیوں نے ڈالی تھی:

اس طرح کے خودکش حملے دوسری عالمی جنگ کے موقع پر اس وقت سامنے آئے جب جاپانی لڑاکو پائلٹوں نے اپنے جہازوں کو امریکی بحری بیڑوں پر گراتے تھے جن کے اندر دھماکہ خیز مواد بھرے ہوتے تھے، اسے اس وقت جاپانی زبان میں کامیزی عمل کہا جاتا تھا، اسی طرح کا عمل سری لنکا میں علاحدگی پسندوں نے بھی اختیار کیا تھا جنہیں بعد میں تمل ٹائیگر سے جانا گیا۔

اس طرح اس عمل میں ان کے سلف جاپان اور سری لنکا کے بت پرست ہیں۔

اگر کوئی آکر کہے کہ ان کے اجداد کے یہاں اجتماعی قتل میں اور آج کے خوارج کے اجتماعی قتل میں کیا فرق ہے؟

جواب: کوئی فرق نہیں ہے بس طریقہ استعمال میں فرق ہے، انکے اجداد نے تلوار کا استعمال کیا اور آج کے خوارج خودکش بمبار بیلٹ اور خودکش بمبار کار کا استعمال کرتے ہیں۔

بتیسواں اصول: متقدمین خوارج کے اصول اور انکی صفات میں سے مسلم سماج کی تکفیر عام کرنا ہے

خوارج خواہ متقدمین ہوں یا معاصر سب کے یہاں تکفیر عام پائی جاتی ہے، اور اسلام صرف اسی کیلئے یہ ثابت مانتے ہیں جو انکی موافقت کرے۔

مبرد نے [الکامل] کے اندر نقل کیا ہے کہ بنو ہاشم کے ایک مولی نے نافع بن ازرق کے پاس آ کر کہا: مشرکین کے بچے دوزخ میں ہوں گے، اور جو ہماری مخالفت کرے وہ مشرک ہے، اور ان کے بچوں کے خون ہمارے لئے حلال ہیں۔

چنانچہ جو بھی ان خوارج کی مخالفت کرے گا وہ مشرکین میں شمار ہوگا، اور جہاں تک معاصر خوارج کے یہاں تکفیر عام کا تعلق ہے تو اخوانی جماعت کو اس میں سبقت حاصل ہے، اور اس برائی کا دروازہ کھول کر اس جماعت نے امت کے اندر خوب تباہی مچائی ہے۔

اور عشماوی کا کلام ابھی گزرا ہے کہ: اس طریقے سے عقیدے کا پڑھنا ہمارے لئے ایک نئی چیز ہے، جس سے سمجھ میں آتا ہے کہ کس قدر لوگ دین سے دور ہو چکے ہیں، بلکہ اگر دیکھا جائے تو وہ حقیقت میں مسلمان ہی نہیں رہ گئے، اور اس طرح کے احساس وشعور سے بہت ہی خطرناک اور مہلک نتائج برآمد ہوتے ہیں جن میں سے ایک یہ ہیکہ لوگوں کو کافر سمجھا جائے، ان کے ہاتھ کا ذبیحہ نہ کھایا جائے، اور نہ ہی ان سے شادی بیاہ کا معاملہ رکھا جائے۔

اور اسکی بہت سی مثالیں پائی جاتی ہیں خود انہیں خوارج کی زبانی جو یہ اعتراف کرتے ہیں کہ انکی تنظیم کے اندر جو بھی فکری خلل پیدا ہوا وہ سید قطب کی منحرف فکر کی وجہ سے ہوا ہے، اور ان میں چند مشہور اقوال کا ذکر ذیل میں کر رہا ہوں:

القاعدہ تنظیم کے حروری مورخ ابومصعب سوری نے کہا: سید قطب کی کتاب (معالم) اور انکے فکر ہی نے حاکمیت اور عزلت نشینی اور علاحدگی کی سوچ اور فکر کو پیدا کیا ہے، اور جس کی وجہ سے قائم حکومتوں پر مرتد اور کافر ہونے کا حکم لگایا گیا ہے، اور ان کے خلاف جہاد کا حکم دیا گیا اور اسی فکر نے اس جہاد کیلئے راستے طے کئے ہیں۔

اور یہ (جماعۃ التکفیر والھجر ۃ) کا امیر مصطفی شکری ہے جو اخوانی جماعت کا ممبر بھی رہ چکا ہے، اور اسی وجہ سے جیل بھی جا چکا ہے، پھر اسکے اندر مزید سختی پیدا ہوئی اور بالکل تکفیری بن گیا اور اپنے سابقہ تمام جماعتوں کی تکفیر کردی چنانچہ یہ کہتا ہے: لا الہ الا اللہ کہنا اور اسلامی شعائر کی پابندی کرنا ہی صرف مسلمان ہونے کیلئے کافی نہیں ہے بلکہ ضروری ہے کہ وہ جماعت (جماعۃ التکفیر والھجر ۃ) سے یا داعش سے منسوب ہوجائے۔ یہ ایک یقینی شرط ہے۔

تکفیر عام کے تعلق سے مقدسی کا ایک مشہور فتوی ہے جو اسکے ویب سائٹ پر موجود ہے، وہ اپنے فتوے میں کہتا ہے: میرے بھائی! یہ جان لو کہ جتنے طاغوتی حکومتوں کی فوج، پولیس اور سیکوریٹی فورسیز ہے سب مرتد ہیں، کیونکہ یہی لوگ ان طاغوتی حکام کی مدد کرتے ہیں، اور انکی حکومتوں کو باقی رکھنے میں سہارا بنتے ہیں، اور یہ بہت سارے کفریہ اعمال کا ارتکاب کرتے ہیں۔

مسلم سماج کی تکفیر عام کے تعلق سے سید فضل کے قول کو بھی میں نے نقل کیا ہے کہ کس طرح یہ صرف اسی کو مسلمان مانتے ہیں جو انکی تائید کرتے ہیں باقی کو کافر مرتد سمجھتے ہیں۔

ان کے اس تکفیر عام کی تردید چند وجوہات سے کی جاسکتی ہے:

پہلی وجہ:

اسلام، ایمان، کفر ونفاق کے مسائل دین کے عظیم مسائل میں شمار ہوتے ہیں، کیونکہ اللہ تعالی نے ان کے ساتھ سعادت وشقاوت اور جنت ودوزخ کے استحقاق کو جوڑ رکھا ہے، اسلئے ایسے مسائل میں

انہیں علماء کو جانا چاہئے جو علمائے ربانیین اور راسخین میں شمار ہوتے ہیں۔

دوسری وجہ:

مسلمانوں کی تکفیر کرنے سے بہت خطرناک امور مرتب ہوتے ہیں، اسکی وجہ سے ان کلیات خمسہ کا ضیاع ہوتا ہے جن کی حفاظت پر تمام شریعتیں متفق ہیں، اور جوکہ خون بہانے اور اسے حلال سمجھنے کا سبب ہے، بلکہ ان خوارج نے اسے اپنے فاسد عقیدے کے مطابق تقرب الی اللہ کا ذریعہ سمجھ رکھا ہے، اور اسی کی وجہ سے مسلمانوں کے مال وزر اور عزت وآبرو کو حلال سمجھ لیا ہے، جس سے امن وامان کی تباہی اور خوف وہراس کا سماں پیدا ہوتا ہے۔

تیسری وجہ:

ایک مسلمان کے اندر اصل یہ ہیکہ اسکا اسلام باقی رہے گا یہاں تک کہ شرعی دلیل سے وہ زائل ہوجائے۔

چوتھی وجہ:

شریعت کے اندر کسی ایک مسلمان کی بھی تکفیر کرنے کی ممانعت آئی ہے، اور اس پر وعید ہے، پھر ایسا شخص جو لاکھوں مسلمانوں کی تکفیر کرتا ہو اسکا کیا حال ہوگا! حدیث میں آیا ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: "إِذَا قَالَ الرَّجُلُ لِأَخِيهِ يَا كَافِرُ فَقَدْ بَاءَ بِهِ أَحَدُهُمَا".

ترجمہ: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جب کوئی شخص اپنے کسی بھائی کو کہتا ہے کہ اے کافر! تو ان دونوں میں سے ایک کافر ہوگیا۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، أَنَّهُ قَالَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ: "لَا تَرْجِعُوا بَعْدِي كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ".

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں فرمایا: ”میرے بعد کافر مت ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو۔“

ابن الوزیر نے کہا: تکفیر محض سمعی ہے عقل کا اس میں کوئی دخل نہیں ہے، اور کفر کیلئے قطعیت کے ساتھ سمعی دلیل ہی کی ضرورت ہے، اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

تینتیسواں اصول: متقدمین خوارج کے اصول اور انکی صفات میں سے جمعہ وجماعت کا ترک کرنا ہے

خوارج کا ایک فرقہ بیہسیہ کا کہنا ہے: اگر حاکم کافر ہے تو رعایا بھی کافر ہے! وہ ملک بھی دارالشرک ہوگا اور وہاں کے سارے لوگ مشرک ہیں۔ وہاں نماز نہیں پڑھی جائیگی مگر اسی کے پیچھے جسے تم جانتے ہو۔

اور سلف حروری خارجی عقیدے کو جمعہ جماعت کے ترک کرنے سے پہچانتے تھے، چنانچہ ابونعیم فضل بن دکین نے اسماعیل بن سمیع بیہسی خارجی کے بارے میں کہا: وہ مسجد ہی کے بغل میں چالیس سال تک رہا مگر کسی جمعہ اور جماعت میں نہیں دیکھا گیا۔

اور اسی لئے بعض سلف اپنے عقیدے میں اس بات کی صراحت کرتے ہیں کہ جو جماعت کی پابندی کرتا ہے وہ خوارج کے منہج سے بری اور پاک ہے، چنانچہ عبداللہ بن مبارک نے اہل سنت کے عقیدے کے ضمن میں کہا: جو ہر نیک اور فاجر کے پیچھے نماز پڑھنے کا قائل ہو، حاکم کے خلاف خروج کا قائل نہ ہو، بلکہ اس کے لئے اصلاح کی دعاء کرے، ایسا شخص خوارج کے عقیدے سے پورے طور پر بری اور پاک ہے۔

یہی وجہ ہے کہ سید قطب جمعہ اور جماعت کے ساتھ نماز نہیں پڑھتے تھے، علی عشماوی نے کہا: جمعہ کی نماز کا جب وقت ہوا تو میں نے سید قطب سے کہا: چلئے جمعہ کی نماز کیلئے چلتے ہیں، مگر اس وقت پہلی بار مجھے یہ معلوم ہوا کہ سید قطب جمعہ کی نماز نہیں پڑھتے ہیں، اور آگے کہا: سید قطب یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ اگر خلافت نہیں ہے تو جمعہ بھی نہیں ہے، چنانچہ وہ خلافت کے بغیر جمعہ کو نہیں مانتے تھے۔

بالکل یہی بات خارجی ابوقتادہ نے کہی ہے، چنانچہ اس نے (مساجد ضرار) کے نام سے ایک رسالہ

لکھا ہے، اور اس بات کی صراحت کی ہے کہ جتنی بھی مساجد اسکے مخالف لوگوں کی ہیں وہ سب مسجد ضرار ہیں، وہاں نماز پڑھنے سے روکا ہے۔

اور یہ مقدسی کہتا ہے: اور جتنے طواغیت کے نائبین امام ہیں انکے پیچھے ہم نماز پڑھنا جائز نہیں سمجھتے؛ کیونکہ وہ بھی انہیں میں سے ہیں وہ ہم میں سے نہیں ہیں، ان کے پیچھے نماز پڑھنے سے ہم روکتے ہیں اور جو پڑھ لے اسے اعادہ کرنے کا حکم دیتے ہیں۔

مگر ہمارے زمانے کے خوارج اپنے اجداد سے چار قدم آگے ہیں؛ کیونکہ انہوں نے مساجد کو ترک کرنے کے ساتھ ساتھ انہیں گرانے کا بھی حکم دیتے ہیں یہ کہہ کرکہ یہ مسجد ضرار ہیں، چنانچہ ابوقتادہ کہتا ہے: اور مسجد ضرار کے مفہوم میں ہر مسجد شامل ہوگی جسے طواغیت نے بنوایا ہوگا تاکہ اس میں ان کا نام لیا جائے۔

لیکن اس فتوی کی سنگینی کو خود انہیں جماعتوں میں سے عبدالمنعم مصطفی نامی ایک شخص نے واضح کردیا ہے چنانچہ وہ کہتا ہے: کمزور اور واہیات قسم کے شبہات وگمان کی بنیاد پر مسلمانوں کی مسجدوں پر انہوں نے مسجد ضرار کا حکم لگا دیا ہے اور یہ کہ ان میں نماز پڑھنا جائز نہیں ہے، مگر اس پر کوئی دلیل ان کے پاس نہیں ہے۔

اس سے مسلمانوں کے سلوک وعبادات پر بہت برا اثر پڑا؛ جمعہ وجماعت کو چھوڑ دیا گیا، مسجدوں کو ترک کردیا گیا، یہاں تک کہ یہ ایک عام سی بات ہوگئی کہ اگر آپ کسی سے سوال کریں گے کہ مسجدوں میں جمعہ وجماعت کیوں چھوڑ دیا حالانکہ مسجد تو آپکے پڑوس میں ہی ہے تو وہ بڑی آسانی سے آپ کو جواب دے دے گا: یہ مسجد ضرار ہے، اس میں نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔

یہاں پر ایک بہت ہی کٹر خارجی کا بیان نقل کرنا مناسب سمجھتا ہوں جس نے اپنے رسالے میں صرف تکفیر حکام اور جمعہ وجماعت چھوڑنے ہی پر مسئلے کو مرکوز کیا ہے، یہ القاعدہ کا مفکر مانا جانے

والا مطیری ہے جو ریاض کے اندر ایک بم دھماکے میں ہلاک ہو چکا ہے، وہ اپنے رسالے میں کہتا ہے:

"بلا شبہ پانچ وقتوں کی نماز اسلام کے عظیم ظاہری شعائر میں سے ہے، مگر جب معاملہ دارالکفر کا ہو اور درباری علماء لوگوں کو شبہے میں ڈال کر اسے دار اسلام بتانے کی کوشش کریں حالانکہ ان ملکوں میں زندیق و طاغوت حکومت کرتے ہوں تو ایسی صورت میں ان ملکوں کے اندر نماز کے قیام سے چند حقیقی مفاسد مرتب ہوتے ہیں۔

ان مفاسد میں سے چند کا ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے:

-اس سے لازم آئے گا کہ طاغوتی حکومت شرعی نظام پر قائم ہے، گویا ضمنی طور پر کفر کا اقرار بلکہ اس سے صریح رضامندی کا پتہ چلتا ہے۔

-مساجد ضرار میں کفار سے ملنا جلنا ہو گا۔

اور بلا شبہ دارالکفر کی مسجدوں میں مومن اور کافر سب اکٹھا ہوتے ہیں، ان کے درمیان تمیز ممکن نہیں، بلکہ ان مسجدوں میں نماز پڑھنے کیلئے طاغوتی فوج کے کافر و مرتد بھی حاضر ہوتے ہیں۔

اسی طرح ایک اور اہم بات پر تنبیہ کرنا چاہتا ہوں، اور وہ یہ ہیکہ بعض لوگ کافر موذن کے پیچھے اذان کے کلمات دہراتے ہیں، اور اس کی اذان کو صحیح مانتے ہیں، حالانکہ اسکی اذان صحیح نہیں ہے؛ اسلئے کہ اس نے پہلی ہی شرط کو پورا نہیں کیا ہے اور وہ اسلام ہے، اسی طرح چوتھی شرط جو کہ عدالت ہے۔

اس خارجی نے مزید آگے کہا: بلا شبہ دارالکفر میں جمعہ کی نماز پڑھنے سے متعدد شرعی مخالفات کا ارتکاب لازم آتا ہے ان میں سے چند کا ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے:

-اس سے لوگوں کو شبہ ہو گا کہ یہ دارالاسلام ہے، جبکہ معاملہ اس کے برعکس ہے۔

-یہ نماز طاغوتی حاکم کی اجازت سے قائم کی جاتی ہے جو اس ملک پر قابض ہے۔

-اس کے اندر ایک کافر حاکم کی مدد کیلئے دعاء کی جاتی ہے۔

-ان کے اندر اس بات کی اجازت نہیں ہوتی ہے کہ توحید اور تکفیر طاغوت پر گفتگو کی جائے۔
-بلکہ وہاں یہ بھی اجازت نہیں ہے کہ دوسرے ملکوں میں مسلمانوں کی مدد کیلئے دعاء کی جائے۔
-ان خطبوں اور نمازوں پر امام مسجد ماہانہ تنخواہ حاصل کرتا ہے۔
غور کریں کیسی کیسی علتیں لکھی ہیں جمعہ جماعت چھوڑنے کیلئے، شاید ابلیس بھی ایسی علتیں لانے سے عاجز آجائے۔
بہرحال اس سے یہ واضح ہے کہ ان خوارج نے حکام کی تکفیر کر کے مساجد کو ترک کر دیا ہے۔

چونتیسواں اصول: متقدمین خوارج کے اصول اور انکی صفات میں سے مسلمانوں کی عورتوں کو حلال سمجھنا اور انہیں لونڈی بنانا بھی ہے

خارجی فرقہ بیہسیہ نے قتل اور غلام بنانے کو جائز کہا ہے۔ادیان وفرق کی کتابوں میں اس پر بہت سے واقعات مل جائیں گے،اور یہ خوارج کا عمومی منہج ہے۔

یعقوبی نے نقل کیا ہے کہ نجدہ بن عامر حنفی حروری نے عبد اللہ بن زبیر کے دور میں یمامہ کے علاقے میں خروج کیا تھا، پھر وہاں سے طائف کی طرف گیا، وہاں ایک لڑائی میں سیدنا عثمان بن عفان کی پوتی (عمرو بن عثمان بن عفان کی بیٹی) خوارج کے پاس بطور لونڈی موجود تھیں، تو اس خارجی نے انہیں ایک لاکھ درہم میں خرید لیا اور انہیں عبد الملک کے پاس بھیج دیا۔

اللہ ان خوارج کا برا کرے، یہ کس طرح داماد رسول خلیفہ راشد کی بیٹی کو لونڈی بنا لیتے ہیں؟!

اور آج کے خوارج بھی اپنے اجداد کے نقش قدم پر چل رہے ہیں، چنانچہ ابوعبیدہ نام کا ایک خارجی جو جزائر کا ہے، کہتا ہے: آپریشن کے دوران اگر عورتیں ہاتھ آجائیں تو انہیں مال غنیمت میں شمار کیا جائے گا، مجاہدین انہیں لیکر زوابری اور انکے حفاظتی دستوں کے پاس آئیں گے، یہ کوئی دس لوگ ہیں، یہ سب ملکر ان عورتوں کو حلال کریں گے پھر جماعت کے باقی ممبران کو دیں گے۔

ایک رسالہ جزائر کے خوارج کا جو ابو بصیر کی طرف بھیجا گیا جس کے اندر جزائر کے حالات کی عکاسی کی گئی ہے، کہتے ہیں: گمراہ فرقوں کے ایسے فتاوے سامنے آرہے ہیں جن کے اندر جزائری قوم کی تکفیر کی جارہی ہے، ان کے بال بچوں کے قتل اور غلام لونڈی بنانے کو جائز بتایا جارہا ہے، مختصر یہ کہ اب مرتد حکام سے جنگ کی بجائے وہاں کی عوام سے جنگ کرنا پڑے گا۔

یہ ابوقتادہ خارجی ہے جو اہل جزائر کی عورتوں کو لونڈی بنانے کے اپنے عقیدے کو چھپا رہا ہے

چنانچہ کہتا ہے: اس وقت اہل جزائر نے یہ سمجھ لیا یہ حکومت اسلامی حکومت نہیں ہے، اور جزائری فوج کی جہالت کے عذر کا کوئی وجود نہیں، جزائر کی سرزمین پر اس حکومت کی طرف سے جتنے بھی فوجی ہیں سب کافر مشرک ہیں، مخلد فی النار ہیں، ان کا خون حلال ہے، ان کی آبرو حلال ہے، ہاں ان مرتدین کی عورتوں کے بارے میں اختلاف ہے۔

دکتور محمد فیفی جو کہ خارجی افکار کے لوگوں کو جیل میں بند نصیحت کرنے والوں میں سے تھے بلکہ لجنۃ المناصحہ کے ایک ممبر ہیں کہتے ہیں کہ افغانستان سے واپس آئے ایک خارجی نے کہا: وہاں پر تکفیری خیموں میں لوگوں کو یہ کہتے سنتا تھا کہ وہ دن کب آئے گا جب ہم سعودی خواتین کو لونڈی بنا پائیں گے؟

اور جہاں تک اخوان المسلمین جماعت کا تعلق ہے تو اس کے سربراہوں میں سے کسی سے میں نے کوئی ایسا قول کہتے نہیں دیکھا جس میں اس بات کی صراحت ہو کہ مسلمانوں کی عورتوں کو لونڈی بنا سکتے ہیں۔

پینتیسواں اصول: متقدمین خوارج کے اصول اور انکی صفات میں سے ایسی چیز پر تکفیر کرنا جو باعث تکفیر نہ ہو

یہ اصول تکفیر کے اصول میں داخل ہے، مگر چونکہ متقدمین اور معاصرین سارے خوارج کا اس پر اتفاق ہے کہ وہ ایسی چیزوں پر تکفیر کرتے ہیں جو باعث تکفیر نہیں اسی لئے اس اصول کو الگ مستقل عنوان سے بیان کر دیا۔

ایسی چیزوں پر تکفیر جو باعث تکفیر نہ ہو اس میں تکفیر کی تین صورتیں داخل ہوں گی:

۱- کسی مشروع اور مندوب امر پر تکفیر کرنا، اس میں آج کے اور کل کے دونوں طرح کے خوارج متفق ہیں۔

۲- کسی امر مباح پر تکفیر کرنا۔

۳- کسی معصیت پر تکفیر کرنا۔

ان تین قسموں میں سے ہر ایک پر متقدمین اور معاصر دونوں خوارج کی طرف سے مثالیں موجود ہیں، چنانچہ کہا جائے گا:

کسی مشروع امر کے سبب تکفیر کرنا جیسے خوارج نے سیدنا علی کی تکفیر کی تھی، چنانچہ جو بھی آثار اس سلسلے میں وارد ہیں ان سے یہی پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے سیدنا علی کی تکفیر محض اس لئے کی تھی کہ آپ نے انسانوں کو اللہ کے دین میں فیصل بنالیا، اور آپ نے اپنے نام کو امیر المومنین سے ہٹالیا۔

مگر جب سیدنا ابن عباس نے دونوں کی مشروعیت کتاب اللہ اور سنت رسول سے ثابت کر دی تو بہت سارے خوارج اپنے عقائد سے پھر گئے ان کی تعداد دو ہزار کے قریب بتائی جاتی ہے، اور اس وقت آپ نے خوارج سے جو مناظرہ کیا تھا اسے مبحث کے شروع میں بیان کیا گیا ہے۔

اور جہاں تک معصیت کی بنیاد پر ان کے تکفیر کا مسئلہ ہے تو یہ بہت ہی مشہور ہے، اور تمام مورخین اور تمام فرقے اس بات پر متفق ہیں کہ خوارج کے تمام فرقے معصیت کی بنا پر تکفیر کرتے ہیں، سوائے نجدات فرقہ کے، اور موجودہ دور کے خوارج اور اباضیہ اپنے اجداد ہی کے نقش قدم پر ہیں، چنانچہ یہ بھی کسی مشروع امر اور معصیت پر تکفیر کرتے ہیں، بلکہ اپنے اجداد سے بھی آگے نکل چکے ہیں، اور یہ مباحات میں بھی تکفیر کرنے لگے ہیں، کیونکہ انکے اجداد کے یہاں اسطرح کی مثال مجھے نہیں ملتی ہے۔

اور یہ بات گزر چکی ہے کہ اخوانی جماعت نے نقراشی پاشا کی تکفیر محض اس لئے کر کے اسے قتل کیا تھا کیونکہ اس نے اس جماعت پر پابندی لگادی تھی، چنانچہ محمود عساف کہتا ہے: اس نے انکی جماعت پر پابندی لگادی اور انکے سر براہوں کو قید کر دیا، اور انکی پراپرٹی پر قبضہ کرلیا، یہ ایک کھلی خیانت تھی جس کی سزا شرعاً قتل ہے، اور اسکا قتل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر واجب ہوگیا تھا، اور اخوان المسلمین کی تنظیم خاص کے بعض نوجوان اراکین کی طرف سے یہی ہوا بھی۔

مزید آگے کہا: کسی ایسے مسلمان ایک شخص یا جماعت کی ملامت نہیں کی جاسکتی جو کسی ایسے شخص کو قتل کر دے جس نے کفر کا ارتکاب کیا ہو، یا کفریہ فیصلہ کیا ہو، گر چہ وہ خود کو مسلمان سمجھے۔

یہ اس بات میں صراحت ہے کہ یہ لوگ ایسی چیزوں پر بھی تکفیر کرتے ہیں جو باعث تکفیر نہ ہو، کیونکہ اگر حاکم وقت کسی جماعت پر پابندی لگانے ہی کو مناسب اور بہتر سمجھتا ہے تو یہ کوئی ایسا مسئلہ نہیں ہے کہ اس کی بنیاد پر اسکی تکفیر کر دی جائے۔

اور جہاں تک معصیت کی بنیاد پر تکفیر کا مسئلہ ہے تو گر چہ معاصر خوارج مسلمانوں کی تکفیر صریح سے بچتے ہیں مگر پھر بھی اس باب میں ان سے غلطیاں ہوئی ہیں۔

چنانچہ سید قطب نے کہا: اسلام ایک منہج حیات ہے، جو اسکی پیروی کرے گا وہ مومن ہے اور اسے اللہ کے دین میں مانا جائے گا، اور جو دوسرے دین کی اتباع کرے گا خواہ وہ ایک ہی بار کیوں نہ ہو،

تو گویا اس نے ایمان کا انکار کر دیا، اور اللہ کی الوہیت پر ظلم کیا اور اللہ کے دین سے خارج ہو گیا خواہ وہ کتنا ہی اس بات کا اعلان کرے کہ وہ عقیدے کا احترام کرتا ہے اور وہ مسلمان ہے۔

اور سید فضل کہتا ہے: یہ قابل غور ہے کہ بعض ممالک جو اپنے اسلامی ہونے کا دعوی کرتے ہیں، کتاب وسنت پر چلنے اور شرعی حدود کے نفاذ کرنے کی بات کرتے ہیں، مگر چونکہ وہ سودی بینکوں کو اجازت دیتے ہیں، کہ وہ ان ملکوں میں کام کریں، یہی چیز ان ممالک کی تکفیر کیلئے کافی ہیں۔ یعنی سود کی بنا پر تکفیر کی جائے گی۔

اور بہت سارے لوگ سود کی بنا پر تکفیر کرتے ہیں، ان میں بن لادن بھی ہے، جو خلیجی احداث کے موقع پر اپنے ایک ناصحانہ مذکرے میں کہتا ہے: سب سے خطرناک چیز شرک باللہ ہے جو وضعی قوانین اور قانون سازی میں پائی جاتی ہے، جہاں حرام چیزوں کو حلال کیا جاتا ہے، انہیں میں سے سود کو حلال کرنا ہے، جو تمام ملکوں میں پھیلا ہوا ہے، یہ پورے ملک کی بات ہے، حتی کہ حرمین میں سودی بینکوں کی بھیڑ لگی ہوئی ہے۔

اسکے ساتھ ہی بن لادن نے ملک فہد کی تکفیر کی تھی ان کے کسی ایک کپڑے کی وجہ سے جس میں صلیب کی نشانی ظاہر ہو رہی تھی، چنانچہ انہیں کے تعلق سے شیخ عبد العزیز بن باز سے مخاطب ہو کر کہتا ہے: اور جب بادشاہ نے صلیب کو اپنے سینے پر لٹکا کر دنیا کے سامنے خوشی خوشی ظاہر ہوا، تو اس وقت تم لوگوں نے اس کے عمل کی تاویل کی، اور اسے جائز قرار دیا، جبکہ یہ صریح کفر ہے، کیونکہ بظاہر وہ اس سے خوش اور راضی ہے اور اس عمل کو اس نے اپنے اختیار سے کیا ہے۔

اس کا جواب کئی وجوہات سے دے سکتے ہیں:

یہ واقعہ دراصل ایک قلادہ سے عبارت ہے جسے ملک فہد نے برطانیہ کے اپنے ایک زیارت کے دوران حاصل کیا تھا، اسے ممالک کے روساء کی آپسی مجاملت اور خاطر مدارات کہہ سکتے ہیں، کیونکہ یہ

رواج ہے کہ جب کوئی سرکاری مہمان آئے تو اس کی عزت وخاطر تواضع میں اسے میڈل اور دوسرے انعام وغیرہ بھی دیئے جاتے ہیں، یہی معاملہ شاہ فہد کے ساتھ بھی ہوا تھا، اور کسی قلادے میں جسے شاہ فہد کو پہنایا گیا صلیب کا نشان تھا، اسی کی بنیاد پر بن لادن نے ان کی تکفیر کردی۔

اور کافر کی طرف سے ہدیہ قبول کرنے میں کوئی شرعی ممانعت نہیں ہے، بلکہ اللہ کے رسول ﷺ نے بھی کفار سے ہدیہ قبول کیا ہے۔

اور جہاں تک اس ہدیہ پر صلیب کے نشان کا تعلق ہے تو اس کے پہننے سے آدمی کافر نہیں ہو جائے گا، بلکہ اگر اسے جان بوجھ کر پہنا ہے تو زیادہ سے زیادہ وہ گنہگار ہوگا، فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ جو کفار کا لباس پہنے، جیسے زنار لٹکائے یا اپنے سینے پر صلیب لٹکائے تو یہ حرام ہے، اس کی وجہ سے کافر نہیں ہوگا۔

پھر اس شخص پر کیا حکم لگائیں گے جو بلا قصد وارادے کے ایسے لباس کو پہنا ہو۔

مقدسی سے سوال کیا گیا: اگر کوئی مسلمان مرد کسی مرتد عورت سے یا کوئی مسلمان عورت کسی مرتد سے شادی کرتا ہے تو کیا اس سے آدمی مرتد ہو جائے گا کیونکہ اس نے ایک حرام شرمگاہ کو حلال کیا ہے؟ تو اس پر کہا: جی ہاں، اس سے وہ مرتد ہو جائے گا، کیونکہ اس نے ایک حرام کام کا ارتکاب کیا ہے اور اسکے اندر تکفیر کے تمام شروط پائے جاتے ہیں، اور موانع بھی منتفی ہیں۔

جب کہ گرچہ یہ مناسب نہیں کہ کوئی مسلمان عورت کسی کافر سے شادی کرے لیکن اگر کسی نے ایسا کرلیا ہے تو یہ نواقض اسلام میں شمار نہیں ہوگا۔ بلکہ یہ ایک حرام عمل ہوگا۔

اور ایسے حرام کام کا ارتکاب کرنے والے مسلمان گنہگار قیامت کے دن اللہ کی مشیئت کے تحت ہوں گے، اگر وہ بغیر توبہ کے مرگئے ہوں گے، اللہ اگر چاہے گا تو انہیں عذاب دے گا اور اگر چاہے گا تو معاف کر کے جنت میں ڈال دے گا۔

اور خود نبی اکرم ﷺ نے گنہگار مسلمانوں کے ساتھ ویسا سلوک کبھی نہیں کیا جس طرح کا سلوک دین

اسلام سے خارج ہونے والے مرتدین کے ساتھ کیا، اور اسکی سب سے بڑی دلیل شرعی حدود کا نفاذ ہے، چنانچہ ایسے کبیرہ گناہوں کیلئے شریعت نے حد مقرر کر دیا ہے اسے دین اسلام سے خارج نہیں کیا ہے، اور ہر جرم کی سزا بھی الگ الگ ہے، چوری پر ہاتھ کاٹا جاتا ہے، شراب پینے پر کوڑے لگائے جاتے ہیں، اسی طرح غیر شادی شدہ زانی پر بھی کوڑے لگائے جاتے ہیں، لیکن اگر یہ گناہ کبیرہ کفر کا موجب ہوتے تو ان سب کو قتل کر دیا جاتا۔ اور ماعز اسلمی اور غامدیہ والے قصوں میں اس پر بڑی صراحت آئی ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدِ افْتَرَىٰ إِثْمًا عَظِيمًا﴾ ترجمہ: بے شک اللہ اس بات کو نہیں بخشے گا کہ اس کا شریک بنایا جائے اور وہ بخش دے گا جو اس کے علاوہ ہے، جسے چاہے گا اور جو اللہ کا شریک بنائے تو یقینا اس نے بہت بڑا گناہ گھڑا۔

اور جہاں تک مباح امور پر تکفیر کا تعلق ہے تو یہ ہمارے زمانہ کے خوارج کے مضحکات اور مذاق میں سے ہے، چنانچہ مقدسی کہتا ہے: اور جہاں تک ایسی نشانیوں کو لٹکانے کا تعلق ہے اگر اس نے اپنے اختیار سے لٹکایا ہے بغیر کسی تاویل کے تو یہ صرف معصیت ہی نہیں بلکہ دین اسلام سے نکالنے والا کفر بھی ہے، ایسے شخص کو کفار ومشرکین کی صفوں میں شامل کیا جائے گا، اور آخرت میں ان کا معاملہ اولیاء الشیطان کے ساتھ ہوگا۔

اسی طرح کا فتوی یہ بھی ہے کہ جو اپنے ملک کا جھنڈا اٹھائے گا وہ بھی کافر اور مرتد ہے، ہامان، فرعون اور ابی بن خلف کے ساتھ وہ دوزخ میں ہوگا، اسلئے کہ اس نے نواقض اسلام کا ارتکاب کیا ہے، جو خوارج کے یہاں ناقابل معافی جرم ہے، اسکا خون حلال ہے، حالانکہ آغاز اسلام سے لیکر آج تک ایسے جھنڈے بلند کئے جاتے رہے ہیں مگر تاریخ میں کسی نے بھی آج تک اسے کفر کا سبب نہیں مانا ہے۔

اسی طرح یہ فوج کی بھی تکفیر کرتے ہیں قسم کھانے کی وجہ سے، اور یہ قسم اور حلف برداری فوج اور

پولیس کے تمام افراد کرتے ہیں، چنانچہ اس نے فوج کی تکفیر کے اسباب گناتے ہوئے کہا ہے: چاہے وعدہ ہو یا عہد و پیمان یا قسم اور حلف برداری جسے فوج کے عام افراد کرتے ہیں یا اتفاق عام جسے یہ سب ظاہر کرتے ہیں، سب تکفیر کے اسباب ہیں۔

اور مباحات کی وجہ سے انکی تکفیر کی مثالوں میں سے وہ ادارتی قوانین ہیں جو ہمارے ملکوں میں رائج ہیں، اور جن کا شرعی مسائل سے کوئی تعلق نہیں ہے، اور نہ ہی وہ ان مسائل میں آتے ہیں جن میں وحی کے بغیر فیصلے کئے جاتے ہیں، انہیں میں سے بعض کا یہ کہنا ہے: سعودی عورتوں میں شادی نہ ہو پانے کی فیصد بہت بڑھ چکی ہے، اس کی وجہ سعودی قانون ہے کہ وہ سعودی حدود سے باہر کسی سے شادی نہیں کرسکتی، اور اسی طرح کوئی سعودی مرد کسی غیر سعودی عورت سے شادی نہیں کرسکتا مگر اس وقت جب اسکی عمر کافی دراز ہو جائے اور شاہی اجازت کے بعد جسکی کوئی شرعی قانون نہیں۔

حالانکہ ایسے قوانین کا شریعت، اور کفر و ایمان سے کوئی تعلق نہیں ہے، اگر حاکم وقت مناسب سمجھتا ہے تو اس طرح کے قانون بنا سکتا ہے، اسے زیادہ سے زیادہ مباح امور میں شمار کرسکتے ہیں۔

یہ خلیفہ راشد عمر بن خطاب ہیں، آپ کو خبر ملتی ہے کہ بعض صحابہ نے کتابیہ عورت سے شادی کی ہے تو آپ انہیں منع کردیتے ہیں اور کہتے ہیں: اللہ کی قسم! میں ان دونوں کو ذلیل کر کے جدا کردوں گا۔

علامہ محمد امین شنقیطی نے کہا: کون سا نظام وضعی ہے جسکی وجہ سے تکفیر کی جاسکتی ہے اور کون سا نظام اسکا متقاضی نہیں ہے اس تعلق سے تفصیل جاننا ضروری ہے۔

اور اسکی تفصیل یہ ہیکہ ایسے نظاموں کی دو قسمیں ہیں: ایک اداری اور دوسرا شرعی، جہاں تک اداری نظام کا تعلق ہے تو اس سے مراد وہ قوانین ہوتے ہیں جن کی روشنی میں معاملات کو منضبط کیا جاتا ہے ایسے اصولوں اور ضابطوں کے مطابق جو شریعت کے مخالف نہ ہوں، تو ایسے نظام میں کوئی حرج نہیں ہے، صحابہ نے ایسے نظام بنائے تھے اور صحابہ کے بعد بھی دوسروں نے ایسے نظام بنائے تھے، اور خود سیدنا عمر

بن خطاب نے ایسے بہت سارے کام کئے جو نبی اکرم ﷺ کے زمانے میں نہیں تھے، جیسے کہ فوجیوں کیلئے دفتر بنوانا جس میں سب کا نام درج کرنا، اور یہ جاننے کیلئے کہ کون حاضر ہے اور کون غائب، اسی طرح سیدنا عمر بن خطاب نے صفوان بن امیہ کے گھر کو خرید کر اسے مکہ میں جیل بنا دیا، جبکہ آپ ﷺ نے اور ابوبکر نے اسے جیل نہیں بنایا تھا، چنانچہ ایسے اداراتی امور جن سے شریعت کی مخالفت نہ ہوتی ہو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، اور جیسے کہ سرکاری اہلکاروں کے کاموں کو منضبط کرنے کیلئے قوانین بنانا اس طور پر کہ شریعت کے مخالف نہ ہو، تو یہ ایسے وضعی قوانین ہیں جن میں کوئی حرج نہیں ہے، مصلحت عامہ کی خاطر ایسے وضعی قوانین بنائے جاسکتے ہیں۔

اسی طرح مباح امور کی وجہ سے تکفیر کرنے کی مثال ان کا یہ فتوی ہے کہ مصری حکومت کے تحت اجرت پر کام کرنا کفریہ ہے، یعنی جو لوگ مصری حکام کے تحت کام کریں گے وہ کافر ہو جائیں گے۔

دراصل یہ فتوی اس وقت سامنے آیا جب مصری حکومت نے غزہ کے بارڈر پر دیوار بنانا شروع کیا، اس کی وجہ یہ ہے کہ مصر ایسی حکومت ہے جس کو ان تکفیری خارجی جماعتوں کی دہشت گردی کو سب سے زیادہ جھیلنا پڑا ہے، چناچہ ان تکفیری جماعتوں کو جب سیناء کے اندر مصری فوج نے دوڑا دوڑا کر مارا ہے تو یہ سب بھاگ کر غزہ پٹی میں گھس گئے، جہاں ان خارجیوں نے سرنگ بنا رکھے ہیں، جب مصری حکومت نے یہ دیکھا تو بارڈر پر دیوار کھڑی کر دی تا کہ ان تکفیری خوارج سے مصری مسلمانوں کو محفوظ رکھا جاسکے۔

اور یہ فتوی مقدسی کا ہے ان مزدوروں کے بارے میں جو اس دیوار کی تعمیر میں کام کرتے تھے، جن کا مقصد اپنے گھر کو کسی طرح چلانا تھا، انہیں کیا پتہ کہ یہ کام کرنا جائز ہے یا ناجائز، چنانچہ مقدسی سے جب سوال کیا گیا: ان مزدوروں کا کیا حکم ہے جو غزہ اور مصر کے بارڈر پر فولادی دیوار کی تعمیر میں کام کرتے ہیں؟ تو اس نے جواب دیا: ان مزدوروں کو معلوم ہے کہ غزہ میں مسلمان محصور ہیں، اور انہیں یہ بھی پتہ ہے کہ اگر یہ دیوار بن جاتی ہے تو غزہ کے مسلمان تباہ ہو جائیں گے، اور انہیں یہ بھی پتہ ہے کہ انکی حکومت اس

حصار میں یہودیوں کے ساتھ ہے اور اہل غزہ کے مٹانے میں ان کا ساتھ دے رہی ہے، بطور خاص مجاہدین کے مٹانے پر، اس بنا پر یہ سارے مزدور کافر اور مرتد ہیں کیونکہ یہ بھی مسلمانوں کے خلاف دشمنوں کی مدد کرنے میں شریک ہیں۔

اور جہاں تک کسی مشروع امر کی بنا پر تکفیر کا تعلق ہے تو اس پر معاصر خوارج کے یہاں بہت سی مثالیں مل جائیں گی، یہاں چند مثالیں درج ذیل ہیں:

ابن لادن نے کہا: وہ حکام جو ہمارے مسائل اقوام متحدہ یا امریکہ کے واسطے سے حل کرنا چاہتے ہیں، جن میں سب سے اہم فلسطینی مسئلہ ہے، جیسا کہ امیر عبداللہ بن عبدالعزیز کی طرف سے بیروت میں پہل کیا گیا، اور اس کی تمام عرب نے موافقت بھی کی، جس میں شہداء کے خون کو بیچا گیا، یہود و امریکہ کی مرضی کی خاطر اور انکی مدد کیلئے سرزمین فلسطین کو بیچا گیا، یہ سارے حکام اللہ اور اسکے رسول کے خائن ہیں، دین اسلام سے خارج ہیں اور امت مسلمہ کے ساتھ غداری کی ہے۔

اسکا جواب چند وجوہات سے دیئے جاسکتے ہیں:

۱- ابن لادن کو یہ سمجھنا چاہیئے کہ عالم اسلام کے قلب اور امت اسلامیہ پر کافر حکومتیں نظریں گڑائے ہوئی ہیں، اور امت مسلمہ اس وقت اپنے کمزور ترین حالات سے دو چار ہے، ایسی صورت میں مذاکرات کی بات کرنا کس طرح اللہ اور اسکے رسول کی خیانت ہوگی، کیا دشمن کو بھڑکا کر مزید تباہی کا سامان کیا جائے، جس طرح تم لوگوں نے افغانستان کے ساتھ کیا، صلیبیوں کو بلا کر وہاں کی اینٹ سے اینٹ بجوادی، مگر پھر بھی خوارج نصیحت نہیں پکڑتے، بلکہ ان تکفیری خوارج کی یہ پوری کوشش ہے کہ دشمنوں کو بلاد حرمین تک پہونچادیں، اور ان کے اس خبیث مقصد کو اگلے صفحات میں ہم ضرور واضح کریں گے، مگر اللہ تعالی نے ان خبیث ارادوں کو ناکام بنادیا اور بلاد توحید وسنت کو وہاں کے حکمرانوں کی حکمت اور علماء کے قیمتی مشوروں سے محفوظ رکھا، اس نقطے پر مزید گفتگو آئندہ آئے گی۔

۲- جب دشمنوں کی کثرت ہو اور وہ مسلمانوں کے مقابل میں زیادہ طاقتور رہوں تو اس موقعے پر یہ شرعی قاعدہ ہے کہ ایسی صورت میں مسلمانوں اور اسلامی حکومت کی حفاظت کرنا سب سے اہم ہے، اس وقت دشمن سے مصالحت کی جاسکتی ہے، حتی کہ ایسے شروط بھی رکھے جاسکتے ہیں جس سے مسلمانوں کو تکلیف ہی کیوں نہ پہونچے، اور یہ خود نبی اکرم ﷺ کی سنت ہے، اور یہ چیز مسلمانوں کی کمزوری کے وقت واجب ہوجاتی ہے، تاکہ مسلمانوں کی جان ومال اور عزت وآبرو کی حفاظت کی جاسکے۔

۳- ابن لادن نے خود اپنے بیان میں الجزیرہ کے اندر اس بات کا اقرار کیا ہے کہ مغرب کے ساتھ معاہدہ کیا جاسکتا ہے، بلکہ اس کے لئے باقاعدہ بھیک مانگا ہے، اور یہی چیز اسکے دوست ایمن ظواہری نے کیا ہے چنانچہ ابن لادن نے کہا: آپ لوگوں (ناٹو یعنی یورپ اور امریکہ) کی بات ماننے میں کوئی حرج نہیں ہے کہ ایک لمبا معاہدہ کیا جائے، جس کے اندر عادلانہ شروط ہوں، اور جنہیں ہم پورا کریں گے، کیونکہ ہم ایسی قوم ہیں جس پر اللہ جھوٹ اور غداری کو حرام کیا ہے، تاکہ اس معاہدے سے دونوں اطراف کے لوگ امن واستقرار کے ساتھ رہیں، اور عراق وافغانستان کی ہم دوبارہ تعمیر کرسکیں جنہیں جنگوں نے تباہ کردیا ہے۔

آخر خادم حرمین کی طرف سے کیا جانے والا پہل امت کے ساتھ خیانت اور کفر وارتداد اور بن لادن اور ظواہری کا پہل عقلمندی اور حکمت کیونکر ہوسکتی ہے؟! کیا شریعت میں ایک ہی مسئلے میں دو حکم آیا ہے؟ کیا اس کا کوئی جواب ہے؟

۴- آخری بات یہ کہ ملک عبداللہ نے معاہدہ کیلئے پہل کیا تھا، اور وہ حاکم وقت تھے، یہ ان کے لئے جائز تھا، جبکہ ابن لادن اور ظواہری کی حیثیت ایک سرکش رعایا سے زیادہ کچھ بھی نہیں ہے، شرعی طور پر انہیں یہ حق کیسے پہونچ گیا کہ وہ کسی ملکی سربراہ سے معاہدہ کریں؟

ابن قدامہ نے کہا: اور جہاد کا حق حاکم وقت کے پاس ہے، رعایا پر واجب ہے کہ وہ حاکم وقت کی

اطاعت کریں اور اسکے فیصلے کو مانیں۔

چھتیسواں اصول: متقدمین خوارج کے اصول اور انکی صفات میں سے مخالف کے ساتھ سختی سے پیش آنا ہے

متقدمین خوارج کے اصول میں سے ہے کہ وہ اپنے مخالفین کے ساتھ سخت دلی سے پیش آتے تھے بلکہ قتل کرنے میں بھی وہ درندگی کا مظاہرہ کرتے تھے، حتی کہ یہ معصوموں کو موت اور قتل ہوتے دیکھ کر اور انہیں عذاب میں تڑپنے سے لذت محسوس کرتے ہیں، ان سے ان پر رحمت وشفقت کی کوئی جھلک دکھائی نہیں دیتی، یہ نہ تو کسی چھوٹے بچے پر رحم کھاتے ہیں اور نہ ہی بڑوں پر مہربان ہوتے ہیں، اور نہ ہی کسی عورت کا احترام کرتے ہیں، یہاں تک کہ حاملہ عورتوں کے پیٹ چیر دیتے ہیں، اس تعلق سے کچھ باتیں میں نے پہلے نقل کردی ہے۔

امام طبری نے ٦٨ھ کے واقعات کے تحت کہا: خوارج جب عراق سے نکلے تو مدائن کی طرف چلے گئے، اور راستے میں عورتوں اور بچوں کو قتل کرتے رہے، حتی کہ حاملہ عورتوں کے پیٹ کو چیر دیا، اور ایسی ایسی حرکتیں کیں کہ ویسا کسی نے نہیں کیا ہوگا۔

خوارج کا حال یہی ہے کہ وہ چاہے پہلے کے ہوں یا معاصر زمانے کے ہوں درندوں کیطرح سفاک بن کر نکلتے ہیں اور بلاتفریق معصوموں کا خون بہاتے ہیں، جس سے واضح ہے کہ مسلمانوں کا خون بہانا ان خوارج کا دین ہے چاہے متقدمین خوارج ہوں یا معاصر۔

کتب تاریخ نے ان کی درندگی کے بہت سے واقعات نقل کئے ہیں انہیں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ خوارج ایک بار نکلے تو راستے میں انہیں ایک شخص ملا جس کا نام سماک بن یزید تھا، اسکے ساتھ اسکی ایک بیٹی بھی تھی، خوارج نے اسے پکڑ کر قتل کرنے لگے تو اس معصوم لڑکی نے فریاد کیا: اے مسلمانو! میرے والد دماغی مریض ہیں، انہیں قتل نہ کریں، اور جہاں تک میرا تعلق ہے تو میں ایک معصوم چھوٹی

لڑکی ہوں، میں نے آج تک کوئی فحش کام نہیں کیا ہے، اور نہ ہی اپنے پڑوسن کو تکلیف پہونچائی ہے، اور نہ ہی میں نے آج تک کسی برائی کی خواہش کی ہے، مگر پھر بھی ان درندوں نے اسے نہیں چھوڑا، چنانچہ جب اسے قتل کرنے کیلئے سامنے آئے تو وہ ان درندوں سے خوف کھا کر گری اور مرگئی، پھر ان درندوں نے اسے اپنی تلواروں سے ٹکڑے کر دیئے۔

آپ دیکھ رہے ہیں کہ اس درندہ صفت قوم کے لئے یہ کافی نہیں ہوا کہ وہ لڑکی ان درندوں کے خوف اور دہشت سے گر کر مرگئی، انہوں نے اپنی لذت پوری کرتے ہوئے اسے تلواروں سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔

اسی طرح بالکل آج کے خوارج ہیں بلکہ کچھ قدم آگے ہی ہوں گے، اسکی بہت ساری مثالیں ہیں، چنانچہ مصر کے اندر ۲۰۱۱ کے بعد ہونے والے حادثوں میں ایک ویڈیو وائرل ہوئی تھی جس میں دکھایا گیا تھا کہ اخوانی جماعت کے کچھ درندوں نے وحشیانہ انداز میں دو نوجوانوں کو گولی مار کر ایک ٹنکی سے نیچے گرایا پھر اسے چھت سے نیچے زمین پر پھینک دیا، ان درندوں نے صرف چھت پر گرنے کو کافی نہیں سمجھا بلکہ نیچے پھنیک کر لذت اٹھائی۔

اسی طرح کچھ لوگوں نے ایک ویڈیو وائرل کی تھی جس میں دکھایا گیا ہے کہ اسکندریہ کے اخوانی مظاہرین میں سے کچھ درندوں نے ایک چھت پر چڑھ کر ایک نوعمر لڑکے کو نیچے پھینک دیا، جنہیں بعد میں مصری پولیس نے گرفتار کیا، وہ بڑی بڑی داڑھی والے تھے، اور کالے جھنڈے لئے ہوئے تھے، جو اخوانیوں اور معزول صدر کی حمایت میں مظاہرہ کر رہے تھے، بعد میں پتہ چلا کہ یہ درندے اخوانی ممبر تھے جنہوں نے بڑے پتھر سے کچھ لوگوں کو کچل کر مارا تھا اور کچھ نوجوانوں کو چھت سے زمین پر پھینکا تھا۔

اور جہاں تک القاعدہ اور اسکی شاخ داعش وغیرہ کا تعلق ہے تو ان سفاک تنظیموں نے اس طرح کے بہت سے جرائم کا ارتکاب کیا ہے، انہیں جرائم میں بریدہ کے گورنر شیخ عثمان کا قتل بھی ہے، جو ان کے

کھیت میں گھس گئے اور انہیں پکڑ کر ان کے سر کو جسم سے جدا کر دیا، اسکے بعد انکے سر کو جسم پر رکھ دیا، ان سفاک مجرموں کو بعد میں گرفتار کیا گیا جن میں ایک کا تعلق خود مقتول کا بھانجہ تھا، بہر حال تنیوں کو قصاصاً قتل کر کے انہیں کیفر کردار تک پہونچا دیا گیا۔

اور یہ بات بھی گزر چکی ہے کہ جزائر کے وحشی تکفیری درندے کس طرح بچوں اور عورتوں کو قتل کرتے تھے اور حاملہ عورتوں کے پیٹ کو چیر دیتے تھے، اور انکا مثلہ کر دیتے تھے، اور ان واقعات کا یہ درندے خود اعتراف کرتے ہیں۔

ان تکفیری تنظیموں کا ایک لمبے وقت تک رہنے والا قائد جس نے بعد میں انہیں ترک کر کے خود کو محفوظ کرلیا، اس کا نام مصطفی کرطالی ہے، کہتا ہے: جماعت کے اندر پہلے کسی بھی غلطی پر محاکمہ ہوتا تھا ملزم اپنا دفاع کرتا تھا، اسکی دلیلیں سنی جاتی تھیں، مگر بعد میں کسی بھی شخص کے عقیدے پر شبہ کر کے اسے قتل کر دینا ایک عام بات ہوگئی بلکہ امیر سریہ کو یہ عام اجازت مل گئی کہ وہ کسی بھی مشتبہ شخص کو بلا تحقیق قتل کر دے، میرے ساتھ ایک حادثہ ہوا جس کی وجہ سے میں نے ان تنظیموں کو چھوڑ دیا، وہ یہ کہ ایک شخص نے کہا کہ حدیث میں آتا ہے کہ اگر لوگ جماعت کے ساتھ ہوں تو کھانے میں پہل امیر کرے گا، مگر ایک دوسرے شخص نے اسکے برعکس کہا کہ سب ایک ساتھ کھا سکتے ہیں، جماعت نے اس سے سمجھا کہ یہ حدیث کی شان میں گستاخی کر رہا ہے اور اسکی سزا یہ پائی کہ اسے قتل کر دیا جائے، چنانچہ اس بندے کو ذبح کر دیا گیا، بغیر کسی فتوی اور محاکمہ کے، اور نہ ہی اسے اپنے دفاع میں کچھ کہنے کی اجازت دی گئی۔

یہ مافیا گروہ ہے مثلاً یہ اپنا نام موت کاستہ رکھتے ہیں اور بالکل وہی کام کرتے ہیں یعنی قتل اور غارت گری، نہ کوئی دینی مقصد ہوتا ہے اور نہ کوئی دنیوی، ان درندوں نے شراربہ علاقے میں دو کنوؤں کو لاشوں سے پاٹ رکھا تھا، وہ معصوموں کی لاشیں تھیں جنہیں بلا کسی شرعی وجہ کے قتل کیا گیا تھا۔

یہ انہیں میں سے ایک فرد کی گواہی ہے جو القاعدہ کی شاخ میں رہتا تھا، وہ کہتا ہے کہ یہ مجرم

مافیاؤں کی جماعت ہے، جو نہ کسی دین کو مانتی ہے اور نہ ہی کسی ملت اور شریعت کو۔

اور جہاں تک داعش کا تعلق ہے تو اس کے بارے میں بہت کچھ لکھا جاچکا ہے، اس درندہ صفت سفاک تنظیم نے تمام تکفیری تنظیموں کا ریکارڈ توڑ دیا ہے، ان کے قیامت خیز سفاکیوں کو دیکھ کر بچے بوڑھے ہوجائیں گے۔

انسانیت اور رحمت جیسے الفاظ ان کی ڈکشنریوں میں بالکل نہیں ہیں، یہ خون بہانے اور موت کی محفل رچانے کے سوا کچھ نہیں جانتے۔

سوشل میڈیا میں ایک ویڈیو وائرل ہوئی جو روسی زبان میں ہے، اسے داعش نے ابو اسید ازبکی کی قیادت میں بنایا ہے، اس کے اندر ملک شام کے ایک گروپ کو دکھایا گیا ہے، ان میں سے بہت سے لوگوں کو درختوں کی تنوں پر سولی دی جاتی ہے، ان میں کچھ بچے بھی ہیں، اس وحشیانہ عمل کو عراقی بارڈر پر شامی صوبے دیر الزور کی ایک بستی ابوحمام میں انجام دیا گیا، بغدادی کے درندوں نے جہاں ایک ہی شام میں سینکڑوں معصوموں کو تڑپا تڑپا کر مارا ہے، یہاں کے لوگوں نے داعش کو کھدیڑنے میں نمایاں کارنامہ انجام دیا ہے، اسی لئے یہاں کے لوگوں پر داعشی حملہ زیادہ ہوا، صرف ایک ہی قبیلے کے سات سو لوگوں کو ان داعشیوں نے ذبح کیا ہے جو سب سنی مسلمان تھے۔

ابھی حال ہی میں جس اردنی پائلٹ معاذ کساسبہ کو جلایا گیا وہ ابھی ذہن سے اوجھل نہیں ہوا ہے، اب میں اس بحث کو ایک بڑے داعشی مجرم کے کلام پر ختم کرتا ہوں، وہ کہتا ہے: جان لو! میری فوج عراق میں ہے، شام میں بھی ہے، یہ بھوکے شیر ہیں، ان کا مشروب انسانی خون اور انکے ساتھی اور ہمدم انسانی لاشیں ہیں، یہ انسانی خون سے زیادہ لذیذ کسی چیز کو نہیں سمجھتے۔

اس سفاک مجرم درندے کے کلام پر غور کریں کہ کس طرح یہ مسلمانوں سے حقد اور بغض رکھتا ہے:

۱- بھوکے شیر۔

۲-ان کا مشروب انسانی خون۔

۳-ان کا ہمدم انسانی لاشیں۔

۴-یہ انسانی خون سے زیادہ لذیذ کسی چیز کو نہیں سمجھتے۔

سب سے خبیث انسان یہودیوں کے بارے میں بھی ایسا کبھی سننے میں نہیں آیا کہ وہ انسانوں کو اس نظریئے سے دیکھتے ہوں گے۔

تاریخ اسلام میں آغاز سے لیکر آج تک یہ نہیں دیکھا گیا کہ کسی جماعت نے خلافت کا دعوی کیا ہو اور کمزور مسلمانوں کی مدد کا وعدہ بھی کیا ہو مگر اسکے نزدیک نمازیوں کا خون سب سے زیادہ عمدہ مشروب رہا ہو اور اسکا بہترین ساتھی اور ہمدم انسانی لاشیں ہوں۔

اللہ انہیں تباہ کرے، شیطان نے انہیں دھوکہ دیا اور یہ دھوکے میں مست ہیں۔

اور جہاں تک اس نے بھوکا شیر کہا ہے تو اسے معلوم رہے کہ ہمیشہ کتے ہی بھوکے رہتے ہیں، اور یہی وصف ان درندوں کیلئے مناسب ہے جیسا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں دوزخی کتا کہا بھی ہے۔

الحمدللہ، ان بھوکے کتوں کی کمر توڑ کر رکھ دی گئی ہے، اور اب یہ غاروں اور جنگلوں میں پناہ لیتے پھر رہے ہیں۔

سینتیسواں اصول: متقدمین خوارج کے اصول اور انکی صفات میں سے اپنے اعمال واقوال کو پراسرار رکھنا ہے

یہ صفت متقدمین خوارج میں بھی پایا جاتا ہے، چنانچہ وہ بھی کسی خفیہ جگہ کے اندر چھپ کر میٹنگ کرتے تھے، اور باتوں کو راز میں رکھنے کی آپس میں تلقین کرتے تھے، امام طبری کہتے ہیں: خوارج نے ایک دوسرے سے ملاقات کی اور اسکے لئے انہوں نے عبداللہ بن وہب راسبی کے گھر کو چنا تھا، وہاں پر شریح بن اوفی عبسی نے کہا: یہاں سے مدائن چلتے ہیں، زید بن حصین نے کہا: اگر تم گروپ کی شکل میں نکلو گے تو پکڑ لئے جاؤ گے، اسلئے تنہا تنہا نکلو اور چھپ کر نکلو، مدائن میں تمہیں روکنے والے موجود ہیں، تم لوگ نہروان چلے جاؤ، اور اہل بصرہ کے اپنے بھائیوں سے مراسلہ کرتے رہنا۔

بالکل اسی طرح اخوانی جماعت نے دور حاضر میں پراسراریت کو ایجاد کیا ہے، چنانچہ اس کے لئے اس نے باقاعدہ ایک خفیہ مسلح تنظیم کی بنیاد بھی ڈالی، جسے خود حسن بنا نے جماعت کے آغاز ہی میں بنایا تھا، چنانچہ یہ ایک ساتھ دو بیعت کرتے تھے: ایک عام بیعت جو ہر ممبر سے کیا جاتا تھا اور دوسرا خفیہ بیعت جو صرف اس فدائی خفیہ تنظیم کا ممبر بنتا تھا، اسکی بیعت ایک مجہول شخص لیتا تھا، اور اسکی ایک شرط یہ بھی ہوتی تھی کہ وہ اپنے حساب پر ایک ریوالور خرید لے گا۔

محمود جامع کہتا ہے: اخوانی جماعت کے قائد حسن بنا یہ جانتے تھے کہ اس دعوت کے دشمنوں میں انگریز، یہود اور وہ مصری حکام ہیں جو سامراج کے اشاروں پر ظلم ڈھاتے ہیں، وہ کہتے تھے کہ جماعت کا طاقتور ہونا ضروری ہے، ایسی طاقت کہ اسے آسانی سے ختم نہ کیا جاسکے، اسی لئے حسن بنا نے اخوان المسلمین کی ایک خفیہ فدائی مسلح تنظیم بنانے کی ترکیب سوچی اور یہ کہ اسے بالکل راز میں رکھا جائے، اور اس کے ارکان بڑی دقت سے چنے جائیں، اور اسکے لئے اہم پروگرام کئے جائیں، اور انکی ٹریننگ بالکل جدید

ٹکنالوجی اور جنگی ٹکنیک کے مطابق ہو، انہیں گوریلا جنگ اور اسی طرح بم دھماکہ کرنے اور دستی بم پھینکنے کی اچھی ٹریننگ دی جائے۔

اس باب میں کئی رسالے تالیف کئے گئے جو اپنے پیروکاروں کو سریت اور پراسراریت پر ابھارتے ہیں، انہیں میں سے ایک رسالہ (الدعوة والتنظيم بين السرية والجهر) کے نام سے ہے، جس میں اسکا مولف سعد عاملی کہتا ہے: اس حالت میں جہادی جماعتیں مجبور تھیں کہ وہ اپنی دعوت اور اپنے مبادیات اور مناہج کو خفیہ رکھیں، تاکہ طاغوتوں کو پتہ نہ چل جائے، کیونکہ وہ ابھی ابتدائی مراحل سے گزر رہی تھیں، یعنی دعوتی اور تنظیمی دور سے، اور یہ دونوں دور پراسراریت کا تقاضہ کرتے ہیں، تاکہ بنیاد مضبوط ہوجائے جہاں سے آگے چل کر علی الاعلان دعوت کا کام شروع کرنا ہے۔

اس حروری خارجی دعوے کا جواب یہ ہیکہ خفیہ دعوت کا حکم نبی اکرم ﷺ کو کچھ ایام کیلئے دیا گیا تھا، اور یہ حکم الہی تھا، حالات کا تقاضہ یہی تھا، کیونکہ اس سے مسلمانوں کی جانوں کی حفاظت مقصود تھی، اور وہ اس وقت کافروں کا سامنا کر رہے تھے، جبکہ یہ لوگ ایک مسلم ملک کے اندر یہ خفیہ کام کر رہے ہیں، گرچہ یہ اسے کافر سمجھیں مگر معتبر اہل سنت علماء کافر نہیں مانتے ہیں۔

پھر جلد ہی وہ سریت کا مرحلہ ختم ہوگیا اللہ تعالی کے اس قول کے ذریعے: ﴿فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ﴾ ترجمہ: پس اس کا صاف اعلان کر دے جس کا تجھے حکم دیا جاتا ہے اور مشرکوں سے منہ پھیر لے۔

اور آج اسی خفیہ فدائی تنظیموں کی دین ہے کہ خودکش بمبارکاروں اور خود بمباربیلٹوں اور داعشیوں کی کمی نہیں ہے، ہزاروں ٹن بارود یہی داعشی تنظیمیں خرید کر بمباری کر رہے ہیں اور انسانی جانوں کو مار رہے ہیں، جبکہ ہر صورت میں یہ پراسراریت نبوی حکم کے مخالف ہے، آپ ﷺ نے فرمایا ہے: علانیہ امور کو لازم پکڑو اور پراسراریت سے دور رہو۔

اڑھتیسواں اصول: متقدمین خوارج کے اصول اور انکی صفات میں سے خروج کے وقت زمین میں فساد مچانا اور یہ اس وقت زیادہ واضح ہو کر سامنے آتا ہے جب یہ کسی خطے میں قابض ہو جاتے ہیں

عبداللہ بن شداد کی حدیث گزر چکی ہے جو اس بات کی تاکید ہے، ابن شداد نے سیدہ عائشہ سے کہا: اللہ کی قسم! حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس وقت تک ان کے پاس اپنا کوئی لشکر نہیں بھیجا جب تک انہوں نے مذکورہ معاہدے کو ختم نہ کر دیا انہوں نے ڈاکے ڈالے، لوگوں کا خون ناحق بہایا، اور ذمیوں پر دست درازی کو حلال سمجھا۔

خوارج کی یہی پہچان ہے کہ وہ راستوں کو پر خطر بناتے ہیں، خون بہاتے ہیں، اور ذمیوں کو قتل کرتے ہیں، اور یہ سب فساد فی الارض میں داخل ہے، یہ کبھی بھی اصلاح نہیں چاہتے۔

وہب بن منبہ نے کہا: اگر اللہ کبھی خوارج کو حکومت دے دیتا تو یہ زمین پر صرف فساد مچاتے، راستوں کو پر خطر کرتے، بیت اللہ کا حج روک دیتے، اور اسلام سے لوگ دوبارہ جاہلیت کی طرف پلٹ جاتے، اور جا کر پہاڑوں میں پناہ لے لیتے جیسا کہ پہلے زمانہ جاہلیت میں رہتے تھے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اسی خارجی خصلت کی تاکید کرتے ہوئے کہا: اگر انہیں ثابت قدمی حاصل ہو جائے تو یہ زمین میں صرف فساد مچائیں گے، راستوں کو پر خطر کر دیں گے اور اسلام سے لوگ دوبارہ جاہلیت کی طرف پلٹ جائیں گے۔

اور آج کے خوارج کے تعلق سے اس باب میں کچھ کہنے کی ضرورت ہی نہیں ہے، اخوانی جماعت نے ذمیوں اور مسلمانوں کا جس طرح خون بہایا ہے، سرکاری محکمہ جات کو جس طرح بموں سے اڑایا ہے بلکہ دینی مدرسوں کو جلا کر خاک کر دیا ہے، جیسا کہ جزائر کے اندر جامعہ خروبہ کے ساتھ پیش آیا کہ وہاں کے شعبہ

دینیات کے دفتر میں آگ لگا دی گئی اور تمام دستاویزات کو جلا دیا گیا۔

اب ایسے فساد کے بعد کس طرح کے فساد کی ضرورت ہے؟! اسکے بعد القاعدہ اور داعش نے بھی اسی روش کو اپنایا اور مسجدوں تک میں بم دھماکے کئے، بلکہ ان درندوں نے مسجد نبوی کے قرب وجوار میں بم دھماکے کئے، جو قبر نبوی کے بالکل قریب تھا، کہ جہاں پر سلف آواز بلند کرنے سے منع کرتے تھے اور آج کے خوارج وہاں بم دھماکے کررہے ہیں، اسی طرح کے مجرمانہ عمل کا ارتکاب کعبہ کے قریب کیا جو کہ چند میٹر کی دوری پر تھا، وہ جگہ جسے اللہ تعالی نے ہمیشہ کیلئے حرام کردیا ہے، مگر اللہ تعالی نے ان کی چالوں کو ناکام بنادیا، اور اللہ فسادیوں کے عمل کو پسند نہیں کرتا، اور اسکا پتہ اس طرح چلا کہ ایک شخص نے سیکوریٹی گارڈ کو آکر بتادیا کہ حرم کے قریب ہی ایک گھر میں کچھ مشتبہ افراد بیٹھے ہوئے ہیں، چنانچہ جب انکا محاصرہ کیا گیا تو ان میں سے دو کو قتل کردیا گیا اور تیسرے نے خود کو بم سے اڑا لیا۔

انتالیسواں اصول: متقدمین خوارج کے اصول اور انکی صفات میں سے جہاد کیلئے نہ جھنڈا لینے کی شرط ہے اور نہ ہی حاکم سے اجازت کی شرط ہے

جہاد کے تعلق سے متقدمین خوارج کے منہج کا مطالعہ کرنے سے درج ذیل امور واضح ہوتے ہیں:

۱- ان کا مزعومہ جہاد بلاد مسلمین سے باہر نہیں نکلتا ہے، چنانچہ ان کا تمام جہاد وقتال سرزمین اسلام پر ہوتا ہے، شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے کہا: یہ ضروری ہے کہ ہم شرعی جہاد کو سمجھیں جس کا کہ ہمیں اللہ اور اسکے رسول نے حکم دیا ہے، اور بدعتی جہاد کو سمجھیں جو گمراہوں کا جہاد ہے، جو شیطان کی پیروی میں جہاد کرتے ہیں، اور وہ اس گمان میں ہوتے ہیں کہ وہ اللہ کی اطاعت کر رہے ہیں، جیسے کہ اہل بدعت اور خواہشات نفس کے بندوں کا جہاد، جیسے کہ خوارج وغیرہ کا جہاد جو مسلمانوں کے خلاف جہاد کرتے ہیں، بلکہ انہوں نے تو صحابہ اور تابعین کے خلاف اپنا مزعومہ جہاد کیا ہے جیسا کہ انہوں نے سیدنا علی اور انکے ساتھیوں سے جہاد کیا تھا۔

سبحان اللہ! ایسا لگتا ہے کہ آپ عصر حاضر کے خوارج کو مخاطب کر رہے ہوں، ان مختصر الفاظ میں آپ نے کتنی باتیں کہہ دی ہیں!

۲- یہ جہاد اور قتال کیلئے عدد کی شرط نہیں لگاتے ہیں، اگر ہم خلیفہ راشد سیدنا علی کے خلاف انکے مزعومہ جہاد کو نکال دیں جس کے اندر یہ چند ہزار کی تعداد میں تھے، تو ان کا اکثر مزعومہ جہاد چند خوارج پر مشتمل ہے، بلکہ کبھی تو یہ دس کی تعداد میں بھی ہوتے ہیں، جو فساد کا جھنڈا اٹھائے چلے آتے ہیں، اور اسکی وجہ یہ ہیکہ انہوں نے اسی کو سب سے بڑا فریضہ سمجھ لیا ہے، اور مارنے اور مرنے ہی کو سب سے بڑی نیکی مان لیا ہے، حالانکہ یہ انکی بدگمانی اور خوش گمانی ہے۔

”بصرہ کے اندر خوارج جب اکٹھا ہوئے تو بعض نے بعض سے کہا: کاش ہم اللہ کی راہ میں نکلتے،

ہمارے ساتھیوں کے نکلے. بہت وقت ہوگیا،ہمیں بھی چاہئے کہ ہمارے علماء اللہ کی زمین میں نکل جائیں، اورلوگوں کیلئے روشنی بن کر رہیں، انہیں دین کی دعوت دیں، اور ہمارے تقوی اوراجتہاد والے بھی نکلیں اورشہید ہو کر اپنے رب سے جا کر مل جائیں جہاں زندہ رہ کر عنداللہ رزق حاصل کریں''۔

چنانچہ ان خوارج کے یہاں اصل مقصد قتل کرنا ہے، جبکہ نصوص کے مطابق شرعی جہاد کا اصل مقصد یہ ہیکہ تا کہ اللہ کا کلمہ بلند ہو جائے، جیسا کہ اس حدیث میں آیا ہے:

عَنْ أَبِي مُوسَى، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، مَا الْقِتَالُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ؟ فَإِنَّ أَحَدَنَا يُقَاتِلُ غَضَبًا وَيُقَاتِلُ حَمِيَّةً، فَرَفَعَ إِلَيْهِ رَأْسَهُ، قَالَ: وَمَا رَفَعَ إِلَيْهِ رَأْسَهُ إِلَّا أَنَّهُ كَانَ قَائِمًا، فَقَالَ: "مَنْ قَاتَلَ لِتَكُونَ كَلِمَةُ اللَّهِ هِيَ الْعُلْيَا فَهُوَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ".

ترجمہ: سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! اللہ کی راہ میں لڑائی کی کیا صورت ہے؟ کیونکہ ہم میں سے کوئی غصہ کی وجہ سے اور کوئی غیرت کی وجہ سے جنگ کرتا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف سر اٹھایا، اور سر اسی لیے اٹھایا کہ پوچھنے والا کھڑا ہوا تھا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اللہ کے کلمے کو سر بلند کرنے کے لیے لڑے، وہ اللہ کی راہ میں (لڑتا) ہے۔

۳- یہ جہاد کیلئے نہ تو جھنڈے کی شرط لگاتے ہیں اور نہ ہی حاکم سے اجازت لینے کی؛ اسلئے کہ یہ حکام کو کافر سمجھتے ہیں، اور یہ جہاد کو انہیں مرتد حکام سے شروع کرنا چاہتے ہیں۔

یہی حال معاصر خوارج کا ہے جو مسلمان ملکوں میں اپنا سارا جہاد کرتے ہیں، چنانچہ دس بیس اوباش کٹہ بندوق لیکر اکٹھا ہو جاتے ہیں اور خود کو مجاہد سمجھنے لگتے ہیں۔

یہی کام اخوانیوں نے مصر میں کیا، کہ وہاں کی مسلم حکومت کے خلاف جہاد کا اعلان کر دیا حالانکہ

فلسطین میں یہودیوں کے خلاف اس وقت جہاد کی ضرورت زیادہ تھی ،اور وہ چند قدموں کی دوری پر تھے، لیکن ان کا سارا جہاد مصری حکومت اور وہاں کی مسلم عوام کے خلاف آج تک چل رہا ہے۔

اور یہ ان کا سرغنہ مودودی ہے جو اپنے رسالوں میں چیخ چیخ کر کہتا ہے: ہماری دعوت کا اصل مقصد طاغوتوں کے خلاف جہاد کرنا ہے، زبان اور تلوار ہر ذرائع سے۔

بلکہ ان خوارج کے یہاں صرف ایک آدمی بھی جہاد کا اعلان کرسکتا ہے، چنانچہ القاعدہ تنظیم کے شرعی کمیٹی کا ممبر فارس زہرانی کہتا ہے: ان طاغوتوں کے خلاف جہاد کرنا فرض عین ہے، یہ ہر شخص تنہا اپنا فریضہ انجام دے سکتا ہے، بطور خاص ایسے لوگ ان موقعوں کو تلاش کریں جب ان طاغوتوں کو مارنے کا اچھا لمحہ میسر آئے۔

اور عنقریب ان کے اس مزعومہ جہاد کے مواخذات کی تردید آئے گی۔

چالیسواں اصول: متقدمین خوارج کے اصول اور انکی صفات میں سے یہ بھی ہے کہ یہ اپنی دعوت کو خلافت اور اقتدار میں منحصر کر دیتے ہیں

تاریخ اسلامی کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان خوارج نے متعدد بار اپنے وہمی خلافت کا اعلان کیا ہے کبھی اپنے مزعومہ خلافت مہدیہ کے ذریعہ، یا کبھی گمراہ خارجی فرقوں کے ذریعے، اور یہ سب سے زیادہ خلافت کیلئے تڑپتے ہیں، مگر نہ تو ان کے پاس کوئی اسکے لئے نظام ہوتا ہے نہ ہی کوئی واضح دستور، اور یہ صفت انکی تاریخی ہے، وہب بن منبہ نے کہا: خوارج میں سے کسی پر بھی کبھی امت نے اتفاق نہیں کیا ہے، اگر اللہ انہیں ثابت قدمی عطا کر دیتا تو یہ صرف فساد مچاتے، اور ان میں سے دس یا بیس آدمی جمع ہو کر خلافت کا دعوی کرنے لگتے۔

ذیل میں ان کے کچھ دعوؤں کا ذکر کر رہے ہیں اور وہ بھی تاریخی کتابوں کے حوالے سے کہ کس طرح انہوں نے خلافت کا دعوی کیا ہے:

۱- عبدالملک کے دور میں شبیب خارجی نے دعوی کیا مگر اسے خلافت نہ مل سکی۔

۲- ۱۴۰ھ میں اباضیہ کے سرغنہ عبدالاعلی بن سمح معافری نے خلافت کا دعوی کیا، چار سال تک اسکی خلافت چلی پھر اسے منصور نے ۱۴۴ھ میں قتل کروایا۔

۳- امام طبری نے کہا: "لما خرج الخوارج فی زمن علی اجتمعوا فی بیت الراسبی ، وخطب فيهم عبدالله بن وهب، ثم قال مرة بن سنان الأسدي: يَا قوم، إن الرأي مَا رأيتم، فولوا أمركم رجلا مِنْكُمْ، فإنه لا بد لكم من عماد وسناد وراية تحفون بِهَا، وترجعون إِلَيْهَا فعرضوها عَلَى زَيْد بن حصين الطَّائِيّ فأبى، وعرضوها عَلَى حُرْقُوص بن زهير فأبى، وعلى حمزة بن سنان وشريح بن أوفى العبسي فأبيا،

وعرضوها عَلَى عَبْد الله ابن وهب، فَقَالَ: هاتوها، أما وَاللَّهِ لا آخذها رغبة فِي الدُّنْيَا، وَلا أدعها فرقا من الموت فبايعوه''۔ ترجمہ: سیدنا علی کے زمانے میں جب خوارج نے خروج کیا تو راسبی کے گھر میں وہ اکٹھا ہوئے، عبداللہ بن وہب نے ان کے درمیان خطاب کیا، اسکے بعد مرہ بن سنان اسدی نے کہا: اے لوگو! میری رائے بھی وہی ہے جس کا فیصلہ تم نے کرلیا ہے، اب اپنے اندر سے ایک شخص کو اپنا امیر چن لو، کیونکہ تمہارا بھی ایک ستون اور جھنڈا ہونا ضروری ہے، جو تمہارا سہارا بنے گا اور جس کی طرف تم رجوع کروگے، چنانچہ ان لوگوں نے امارت کو زید بن حصین طائی پر پیش کیا جس نے انکار کردیا، پھر حرقوص بن زہیر پر پیش کیا تو اس نے بھی انکار کردیا، پھر عبداللہ بن وہب پر پیش کیا تو اس نے کہا: ٹھیک ہے، میں راضی ہوں، مگر سن لو! اللہ کی قسم! میں اسے کسی دنیاوی رغبت کی وجہ سے نہیں لے رہا ہوں اور نہ ہی موت کے ڈر سے چھوڑ رہا ہوں، چنانچہ ان لوگوں نے اس سے بیعت کرلی۔

یہ کچھ تاریخی حوالے تھے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خوارج کس طرح کرسی اور اقتدار کے بھوکے ہوتے ہیں، اور اس کیلئے اس قدر جلدی مچاتے ہیں کہ خلیفہ اور مسلم حاکم کے ہوتے ہی خلافت کا اعلان کرنے لگتے ہیں۔

حالانکہ ان کی نظروں سے اللہ کے رسول ﷺ کی یہ حدیث اوجھل نہیں ہوگی:

عَنْ عَرْفَجَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ، يَقُولُ: "مَنْ أَتَاكُمْ وَأَمْرُكُمْ جَمِيعٌ عَلَى رَجُلٍ وَاحِدٍ يُرِيدُ أَنْ يَشُقَّ عَصَاكُمْ أَوْ يُفَرِّقَ جَمَاعَتَكُمْ فَاقْتُلُوهُ".

ترجمہ: سیدنا عرفجہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے: ''جو شخص تمہارے پاس آئے اور تم سب ایک شخص کے اوپر جمے ہو۔ وہ چاہے تم میں پھوٹ ڈالنا اور جدائی تو اس کو مار ڈالو۔''

مگر فتنوں کے وقت عقلیں چھن جاتی ہیں، اور فتنوں کے ساتھ جب بدعت کو جوڑ دیا جائے تو پھر ان

فتنہ پروروں کے بارے میں پوچھو ہی مت کہ وہ کس وادی میں اور کس ملت پر ہلاک اور تباہ ہوتا ہے، رسول اللہ ﷺ نے فتنوں کے وقت عقلوں کے چھن جانے کے تعلق سے ایسی ہی خبر دی ہے جیسا کہ اس حدیث میں آیا ہے:

عَنِ الْأَشْعَرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ إِنَّ بَيْنَ يَدَيْ السَّاعَةِ الْهَرْجَ قَالُوا وَمَا الْهَرْجُ قَالَ الْقَتْلُ قَالُوا أَكْثَرُ مِمَّا نَقْتُلُ إِنَّا لَنَقْتُلُ كُلَّ عَامٍ أَكْثَرَ مِنْ سَبْعِينَ أَلْفًا قَالَ إِنَّهُ لَيْسَ بِقَتْلِكُمْ الْمُشْرِكِينَ وَلَكِنْ قَتْلُ بَعْضِكُمْ بَعْضًا قَالُوا وَمَعَنَا عُقُولُنَا يَوْمَئِذٍ قَالَ إِنَّهُ لَتُنْزَعُ عُقُولُ أَهْلِ ذَلِكَ الزَّمَانِ وَيُخَلَّفُ لَهُ هَبَاءٌ مِنْ النَّاسِ يَحْسِبُ أَكْثَرُهُمْ أَنَّهُمْ عَلَى شَيْءٍ وَلَيْسُوا عَلَى شَيْءٍ.

ترجمہ: سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت سے پہلے ''ہرج'' واقع ہوگا لوگوں نے پوچھا کہ ''ہرج'' سے کیا مراد ہے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قتل، لوگوں نے پوچھا اس تعداد سے بھی زیادہ جتنے ہم قتل کر دیتے ہیں؟ ہم تو ہر سال ستر ہزار سے زیادہ لوگ قتل کر دیتے تھے! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس سے مراد مشرکین کو قتل کرنا نہیں ہے بلکہ ایک دوسرے کو قتل کرنا مراد ہے لوگوں نے پوچھا کیا اس موقع پر ہماری عقلیں ہمارے ساتھ ہوں گی؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس زمانے کے لوگوں کی عقلیں چھین لی جائیں گی اور ایسے بیوقوف لوگ رہ جائیں گے جو یہ سمجھیں گے وہ کسی دین پر قائم ہیں حالانکہ وہ کسی دین پر نہیں ہوں گے۔

اور متقدمین خوارج کے اس شبہے کی تجدید اخوانی جماعت نے کی ہے، کیونکہ بیعت کے ضروریات میں سے یہ بھی ہے کہ خلافت کا اعادہ کیا جائے ان کے گمان کے حساب سے، اسی طرح زینب غزالی کا حسن بنا سے بیعت کرنا، سید قطب کا اپنے پیروکاروں کو جمعہ و جماعت اور مسجدوں کے ترک کرنے کی دعوت دینا، نیز شعوری گوشہ نشینی اختیار کرنے کیلئے کہنا یہاں تک کہ اللہ تعالی انکی مزعومہ خلافت قائم

کردے۔

اسی طرح مودودی کا بھی اپنے پیروکاروں کو اپنی مزعومہ خلافت کے قیام کیلئے دعوت دینا بھی اسی طرف ایک قدم ہے۔

قیام خلافت کا شبہ خوارج کا ہمیشہ سے رہا ہے اور اسی کو بنیاد بنا کر یہ تکفیر و تفجیر کرتے ہیں، اور آج کے خوارج اسی کی وجہ سے تین بڑے شرعی مخالفات کا ارتکاب کررہے ہیں، جو کہ غضب الہی کا سبب ہیں، مگر انہیں کا ارتکاب کرکے یہ جنت الفردوس کی امید لگاتے ہیں، اور وہ تینوں مخالفات درج ذیل ہیں:

قتل نفس یعنی خودکشی۔

معصوم مسلمان کے خون کو حلال سمجھنا۔

ذمیوں کا خون بہانا۔

خلاصہ:

اسی عقیدے کو پی کر یہ خوارج ہزاروں ٹن بارود اپنے جسموں پر باندھ کر نکلتے ہیں، اور اپنی عقلوں پر پٹی پہلے ہی سے باندھے ہوئے ہوتے ہیں، پھر گھروں کو منہدم کرتے ہیں، بچوں کو ذبح کرتے ہیں، حاملہ خواتین کے پیٹ کو چیرتے ہیں، یہ دعوی کرتے ہوئے کہ یہ مرتدین کی بیویاں ہیں، پھر دارالاسلام ہی میں خود کو بموں سے اڑا لیتے ہیں، اور خودکشی کرکے کیفر کردار کو پہونچ جاتے ہیں، اس طرح یہ موہوم مقصد کیلئے معصوم خونوں کو بہاتے ہیں۔

یہ علی معبدی ہے جو ریاض بم دھماکے کے حادثے میں گرفتار کیا گیا، دھماکہ کرنے کے اسباب بتاتے ہوئے کہا کہ ہم اسلامی حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں۔

اسی تعلق سے خارجی ابوقتادہ کہتا ہے: اور دیار ارتداد (اس سے دارالاسلام مراد لے رہا ہے) میں جہادی تحریکوں کا واحد سبب مسلمانوں کو ایک لڑی میں پرونا ہے یعنی ضائع شدہ خلافت کو واپس لانا ہے،

کیونکہ خلافت کے خاتمے کے بعد اب یہ امت امت کہلانے کے لائق نہیں ہے۔

یہ داعش ہے جو پہلے چند افراد پر مشتمل ایک چھوٹی سی تنظیم تھی، پھر دولۃ العراق بن گئی، پھر دولۃ العراق والشام بن گئی، پھر اس نے خلافت کا اعلان کر دیا، اور ایک مجہول النسب والعین والحال آدمی سے بیعت کرلیا، اور خلافت کے مسند پر اسے بٹھا دیا۔

اس سے واضح ہوا کہ اخوانی جماعت ہی نے اس اصول کو ایجاد کیا ہے اور اسی نے اس شبہے کو زندہ کیا ہے جسے موجودہ جہادی تنظیمیں لے کر چل رہی ہیں اس پر تفصیلی رد آگے آئے گی۔

اکتالیسواں اصول: متقدمین خوارج کے اصول اور انکی صفات میں سے اس شخص کی تعریف کرنا ہے جس کی اللہ اور اسکے رسول نے مذمت کی ہو، اور اس شخص کی مذمت کرنا ہے جس کی اللہ اور اسکے رسول نے تعریف کی ہو

عبدالرحمن بن ملجم اور اسکے ساتھیوں کا معاملہ یہی تھا جیسا کہ امام طبری نے نقل کیا ہے:

"كان من حديث ابن ملجم وأَصْحَابه أن ابن ملجم والبرك بن عَبْدِ اللَّهِ وعمرو بن بكر التميمي اجتمعوا، فتذاكروا أمر الناس، وعابوا عَلَى ولاتهم، ثُمَّ ذكروا أهل النهر، فترحموا عَلَيْهِم، وَقَالُوا: مَا نصنع بالبقاء بعدهم شَيْئًا! إخواننا الَّذِينَ كَانُوا دعاة الناس لعبادة ربهم، والذين كَانُوا لا يخافون فِي اللَّه لومة لائم، فلو شرينا أنفسنا فأتينا أئمة الضلالة فالتمسنا قتلهم، فأرحنا مِنْهُمُ البلاد، وثأرنا بهم إخواننا!"۔

ترجمہ: ابن ملجم اور اسکے ساتھیوں کا معاملہ یہ تھا کہ ابن ملجم، برک بن عبداللہ اور عمرو بن بکر تمیمی نے اکٹھا ہو کر لوگوں کے معاملات پر گفتگو کی اور حکام پر طعن و تشنیع کیا، اہل نہروان کو یاد کیا اور ان کیلئے رحمت کی دعائیں کیں، اور کہا: اب ان کے بعد ہم رہ کر کیا کریں گے! وہ ہمارے بھائی تھے جو لوگوں کو اللہ کی عبادت کی طرف دعوت دیتے تھے اور جو اللہ کی راہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتے تھے، اب اگر ہم بھی اپنی جانوں کو فروخت کر دیں اور موجودہ گمراہ حکام کے پاس جا کر انہیں قتل کر دیں تاکہ ان سے ملک وملت کو راحت مل سکے، اور دوسری طرف ہمارے بھائیوں کیلئے انتقام بھی ہو جائے گا۔

یہاں شاہد یہ ہیکہ کس طرح یہ اپنے ان خارجی ساتھیوں کو جو قتل کر دیئے گئے تھے انہیں عبادت الہی

کا داعی کہتے ہیں اور یہ کہ وہ اللہ کی خاطر کسی کی ملامت سے خوف نہیں کھاتے تھے، اور پھر خلفائے راشدین اور دیگر مسلمانوں کی مذمت کرتے ہیں۔

امام شاطبی نے خوارج کے بارے میں کہا: ان لوگوں نے اس شخص کی مذمت کی ہے جس کی اللہ اور اسکے رسول نے مدح سرائی کی ہے، اور جن کی مدح اور ثنا پر سلف صالح کا اتفاق ہے، اور ان خوارج نے ان لوگوں کی مدح سرائی کی جن کی مذمت پر سلف صالح کا اتفاق ہو چکا ہے، جیسے عبد الرحمن بن ملجم کی تعریف، کہ جو سیدنا علی کا قاتل ہے، جس کے بارے میں سلف کا کہنا ہے کہ اسی کے بارے میں یہ نازل ہوئی ہے: ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ يُعۡجِبُكَ قَوۡلُهُۥ﴾ ترجمہ: اور لوگوں میں سے بعض وہ ہے جس کی بات تجھے اچھی لگتی ہے۔ کیونکہ یہ سیدنا علی کے تعلق سے نازل ہوئی ہے، اور ان لوگوں نے ایسا کر کے جھوٹ کہا، اللہ انہیں برباد کرے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: ان خوارج نے خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یہ جائز کر دیا ہے کہ آپ ظلم کر سکتے ہیں، اپنی سنت میں بھٹک سکتے ہیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت اور متابعت کو واجب نہیں کیا، انہوں نے قرآن کی تو تصدیق کی مگر ان کے اپنے گمان میں سنت کی مخالفت کی ان روایتوں میں جو ظاہر قرآن کے خلاف ہو۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: اس بارے میں سب سے پہلے جو لوگ بھٹکے ہیں وہ خوارج ہیں، کہ انہوں نے یہ فیصلہ کر لیا کہ اللہ کی کتاب اور اسکی سنت کو وہی پکڑنے والے ہیں اور سیدنا علی اور سیدنا معاویہ دونوں اور ان دونوں کی فوج سب اہل معصیت اور اہل بدعت ہیں، اسی لئے انہوں نے ان مسلمانوں کے خون کو حلال کیا۔

اللہ ان کا برا کرے، کیسے یہ اللہ کے نیک بندوں کو اہل معصیت سمجھ رہے ہیں، اہل بدعت مان رہے ہیں، ایسے نیک لوگوں کے تعلق سے کس قدر یہ گھٹیا تقسیم ہے!

سابق مصری وزیر اعظم نقراشی کے قتل پر اخوانیوں کی خوشی کو بیان کرتے ہوئے قرضاوی نے کہا:
نقراشی کے قتل پر عام طور سے اخوانیوں کو بڑی خوشی ہوئی، عبدالمجید (جس نے قتل کیا تھا) نے اخوانیوں کی عزت واپس کر دی، اور یہ ثابت کر دیا کہ اخوانیوں کا خون زہریلا ہے، اور جو بھی ان پر ظلم کرے گا اسکا انجام یہی ہوگا۔

آگے قرضاوی نے ایک مسلمان حاکم کے اس سفاک قاتل کو امام کے لقب سے یاد کیا ہے، اوراسکی تعریف میں قصیدہ پڑھا ہے:

عبدالمجید تحیة و سلام — أبشر فإنک للشباب إمام

سممت کل کلب بعده — ولکل کلب عندنا سمام

ترجمہ: عبدالمجید تم کو میری طرف سے سلام ہو، تم خوش رہو، تم نوجوانوں کیلئے امام ہو، تم نے اسکے بعد ہر کتے کو زہر آلود کر دیا، اور ہمارے یہاں ہر کتا زہر آلود ہے۔

اوراسی طرح کی تعریف ابن لادن نے کی تھی ان درندوں کی جنہوں نے بلاد حرمین میں بم دھماکے کئے تھے اوراس میں ہلاک ہوئے تھے، جس میں اس نے خود اعتراف کیا ہے کہ اس دھماکے پر پہلا ابھارنے والا شخص یہی تھا، چنانچہ یہ بدبخت دھماکہ کرنے والوں کے حق میں کہتا ہے: ہم نے نوجوانوں کو ابھارا کہ ایک حرمین کے غاصب دشمن کو نکالنے کیلئے آگے بڑھو، چنانچہ بعض نوجوانوں نے میری بات پر لبیک کہا، انہیں میں سے کچھ نوجوان یہ تھے: (خالد السعید، عبدالعزیز المعثم، ریاض ہاجری، مصلح شمرانی)، اللہ سے امید ہے کہ یہ بندے شہید ہوں گے، انہوں نے امت کا سر بلند کیا ہے، ہم ان نوجوانوں کو عظیم ہیرو سمجھتے ہیں، مجاہدین مانتے ہیں، جنہوں نے ہمارے رسول کے نقش قدم پر چل کر دکھایا ہے، ہم نے انہیں ابھارا اور انہوں نے ہماری بات پر لبیک کہا۔

کس قدر ان خوارج کے دل ایک دوسرے کے مشابہ ہیں!

اس حادثے کے بارے میں کبار علماء کمیٹی کا فتوی نقل کرنا مناسب سمجھتا ہوں:

اس عمل کو حرام ٹھہرانے اور اس پر دلیلوں کے نقل کرنے کے بعد کہا: کمیٹی یہ فیصلہ کرتی ہے کہ یہ ظلم بہت بڑ گناہ ہے، بھیانک جرم ہے، خیانت اور غداری ہے، جان ومال اور امن واستقرار کی حرمتوں کی پامالی ہے، ایسا کوئی فاجر وفاسق ہی کرسکتا ہے، جسکے دل میں حقد وحسد اور ظلم وزیادتی بھری ہوئی ہو، اسکی حرمت اور جرم ہونے پر کسی مسلمان کا اختلاف نہیں ہے، اس کی حرمت پر بہت سی آیتیں اور حدیثیں ہیں۔

بالکل اسی طرح شیخ احمد شاکر نے نقراشی کے قاتلوں کو خوارج کہا جبکہ قرضاوی نے انہیں امام کہا!

جی، یقیناوہ گمراہی میں امام ہے۔

اور ابن لادن بم دھماکہ کرنے والوں کے بارے میں کہہ رہا ہے کہ وہ عظیم ہیرو ہیں، مجاہدین ہیں جو ہمارے رسول کی اتباع کررہے ہیں۔

یعنی بالکل متقدمین خوارج کی طرح آج کے خوارج بھی موجودہ نیک لوگوں کی مذمت کررہے ہیں، اور فاجر قاتلوں کی تعریف کررہے ہیں۔

بیالیسواں اصول: متقدمین خوارج کے اصول اور انکی صفات میں سے باطل تک پہونچنے کیلئے تھوڑا حق کا اظہار کرنا اور حق کو باطل کے ساتھ گڈ مڈ کرنا ہے

اور اس بارے میں سیدنا علی کی منقبت بیان کی جاتی ہے کیونکہ آپ ہی نے سب سے پہلے خوارج کی اس صفت پر تنبیہ کی تھی، جب خوارج نے اپنا یہ مشہور پروپیگنڈا پھیلایا تھا: (لاحکم الا اللہ) اس وقت آپ نے اس تعلق سے ایک مشہور جملہ کہا تھا: یہ تو ہے حق بات مگر اس سے باطل کا ارادہ ہے۔

بالکل اسی طرح آج کی اخوانی جماعت ہے کہ حق والے الفاظ کا استعمال کر کے باطل تک پہونچنے کی کوشش کرتے ہیں، یہ ان بیعتوں کو اپنی گردنوں سے اتار پھینکتے ہیں جو ان پر واجب ہیں اور ملک کے اندر ملک بنانے کیلئے آپس میں ایک دوسرے سے بیعت کرتے ہیں۔

اسامہ بن لادن اپنی ایک آڈیو میں کہتا ہے: رب السماوات والارض کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ امریکہ اور امریکہ میں رہنے والے امن وامان کبھی نہیں پاسکتے جب تک ہم فلسطین میں امن سے نہ رہنے لگیں اور جب تک کافر فوجیں ارض محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یعنی جزیرہ عرب سے نکل نہ جائیں۔

پھر اس مشہور قسم کے بعد ان تکفیریوں اور خارجیوں نے مسلم ممالک کے اندر بم دھماکے کرنا شروع کردیئے، چنانچہ انہوں نے ریاض، عمان، رباط، صنعاء اور قاہرہ میں دھماکے کئے، اس طرح ان کی قسم پوری ہوگئی، کہ ان کا معاملہ بالکل حوثیوں کی طرح ہے جو نعرہ امریکہ کے خلاف لگاتے ہیں اور حملہ یمنی اور سعودی عوام پر کرتے ہیں، گویا مرگ بر امریکہ کا مطلب ان کے یہاں مرگ بر مسلمان ہے۔

اس طرح ہم کہہ سکتے ہیں کہ آج کے خوارج نعرہ کفار کے خلاف لگاتے ہیں اور مسلم ممالک کے اندر جا کر مسلمانوں کو مارتے ہیں، جس طرح مجوسیوں کی نسل حوثی ہیں جو امریکہ اور اسرائیل کے خلاف نعرہ لگاتے ہیں اور قتل اہل سنت مسلمانوں کو کرتے ہیں۔

مسلمانوں پر شفقت کے نام پر یہ خوارج مسلمانوں ہی کو مارتے ہیں، خودکش دھماکوں کے ذریعے جو کسی فرد میں تمیز نہیں کرتے، یہ آج کے خوارج کا حال ہے۔

ساتھ ہی یہ ایسے عقائد کی طرف دعوت بھی دیتے ہیں جنہیں انسانی فطرت قبول کرے، تا کہ جن نوجوانوں کو یہ اپنی جال میں پھنساتے ہیں وہ ان سے شروع ہی میں نہ بدک جائیں۔

چنانچہ ایک معاصر خارجی سرغنہ مقدسی (ملۃ إبراھیم) کے نام سے ایک رسالہ لکھتا ہے، اور اس کے اندر ملت حنیفیہ پر گفتگو کرتا ہے، جس پر تبصرہ گزر چکا ہے۔

ملت حنیفیہ کی دعوت برحق ہے، مگر اس رسالے کے اندر جو زہر ڈالا گیا ہے وہ اصل ہے، یعنی خارجیت اور بغاوت اور حکام کے خلاف انقلاب کی دعوت دی گئی ہے، خواہ اسکے لئے کتنے ہی معصوموں کی جانیں چلی جائیں۔

ایک دوسرا خارجی کہتا ہے: جہادی تحریکوں پر واجب ہے کہ وہ اب امت مسلمہ کو اپنے جہاد میں شریک کریں تا کہ اقتدار حاصل ہو سکے، اور امت مسلمہ اس وقت تک ساتھ میں نہیں آسکتی جب تک وہ ہمارے نعروں کو اچھی طرح سمجھ نہیں پائے گی۔

اس لئے جہادی تحریکوں پر ضروری ہے کہ وہ اب حکومت الہیہ اور حاکمیت نیز ولاء و براء کے نعروں ہی پر بھروسہ نہ کریں، کیونکہ امت اسلامیہ کی اکثریت ان نعروں کو نہیں سمجھ رہی ہے۔ اسلئے وہ قربانی دینے کیلئے بھی تیار نہیں ہے۔

میں سمجھتا ہوں ایسے نعروں کو سامنے لانا چاہئے جو لوگوں میں معروف ہو اور وہ انہیں اچھی طرح سمجھتے ہوں، تا کہ ہم اپنی دعوت کو آگے بڑھا سکیں، پچاسوں سال سے امت جس نعرے کو اچھی طرح سمجھتی ہے وہ ہے جہاد اسرائیل کا نعرہ، اور اب جہاد امریکہ کیلئے بھی امت تیار ہو جائے گی کیونکہ امریکی عالم اسلامی کے قلب میں موجود ہیں، ان کے خلاف امت کھڑی ہو جائے گی۔

اس لئے اب انہیں نعروں کا استعمال کر کے جہادی تحریکوں کو سامنے آنا چاہئے تاکہ مسلمانوں کے تینوں مقامات مقدسہ کو آزاد کرا سکیں: کعبہ، مسجد نبوی اور مسجد اقصی، ان کے ناموں پر امت اکٹھا ہو جائے گی اور ہم ان کا استعمال اپنی مرضی سے کر سکیں گے۔

اب کیا اس سے بھی بڑا ثبوت چاہئے کہ یہ تکفیری اور تفجیری قاتل تحریکیں کس طرح اپنے باطل مقاصد اور اقتدار کیلئے حق کا استعمال کرتی ہیں، اللہ تعالی ابوالحسن علی بن ابی طالب سے راضی ہو، یہ آپ کی بہت بڑی منقبت ہے کہ آپ نے خوارج کے اس اصول اور انکے اس بد خصلت سے تنبیہ فرما دی۔

تینتالیسواں اصول: متقدمین خوارج کے اصول اور انکی صفات میں سے ہے کہ وہ اللہ اور اسکے رسول کے بارے میں سمجھ بہت کم رکھتے ہیں

اسی اصول اور صفت کی طرف حدیث کے اندر اشارہ کیا گیا ہے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ان خوارج کے بارے میں فرمایا ہے کہ وہ قرآن کو پڑھیں گے مگر وہ انکی حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی جہالت کو واضح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ان کی خارجی بدعت کسی زندقہ والحاد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ کتاب وسنت کے اندر قلت فہم اور گمراہی کی وجہ سے ہے، چنانچہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: خوارج دین اسلام سے ایسے ہی نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتی ہے، اور نبی اکرم ﷺ نے ان سے قتال کرنے کا حکم دیا ہے، اور صحابہ نیز تمام علمائے اسلام ان کے خلاف جنگ کرنے پر متفق بھی ہیں، اور اس تعلق سے دسیوں حدیثیں نبی اکرم ﷺ سے ثابت ہیں، ان سب کو امام مسلم نے نقل کیا ہے، جن میں سے تین حدیثوں کو امام بخاری نے بھی روایت کیا ہے، اور یہ صحیح ہے کہ یہ جھوٹ نہیں بولتے تھے، بلکہ سچ بولنے میں معروف ہیں، یہاں تک کہ کہا جاتا ہے کہ ان کی روایت کردہ حدیثیں صحیح روایتوں میں شمار ہوتی ہیں، مگر یہ جاہل قوم ہے، یہ اپنی خارجیت کی بدعت میں گمراہ ہوگئے، ان کی خارجی بدعت کسی زندقہ والحاد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ کتاب وسنت کے اندر قلت فہم اور گمراہی کی وجہ سے ہے۔

اس طرح اجداد اور آج کے معاصر خوارج میں پوری مطابقت واضح ہوجاتی ہے کہ جس طرح ان کے متقدمین اجداد شریعت سے ناواقف تھے اور جہالت تامہ کا شکار تھے بالکل اسی طرح یہ بھی ہیں، خواہ آج کے خوارج اپنی عبارتوں کو خوبصورت بنالیں مگر لفظ لفظ گواہی دیتا ہے کہ یہ شریعت سے ناواقف ہیں۔

چنانچہ کوئی بھی انکی کتابوں کا مطالعہ کرے گا تو اس پر یہ صفت بالکل واضح ہوجائے گی کہ یہ اللہ کی

مخلوق میں سب سے جاہل قوم ہے، اپنی عبارتوں کو خواہ کتنا ہی خوبصورت بنالیں مگر لفظ لفظ گواہی دیتا ہے کہ یہ شریعت سے ناواقف ہیں۔

مثلاً ایک خارجی مسلمانوں کے عام رہائش گاہوں میں رہنے والے مسلم سیکورٹی گارڈوں اور انکے ساتھ کام کرنے والے مسلمانوں کے قتل پر اس حدیث سے استدلال کرتا ہے:

عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، أَنّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ بَعَثَ سَرِيَّةً إِلَى خَثْعَمٍ، فَاعْتَصَمَ نَاسٌ بِالسُّجُودِ، فَأَسْرَعَ فِيهِمُ الْقَتْلَ، فَبَلَغَ ذَلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَمَرَ لَهُمْ بِنِصْفِ الْعَقْلِ وَقَالَ: "أَنَا بَرِيءٌ مِنْ كُلِّ مُسْلِمٍ يُقِيمُ بَيْنَ أَظْهُرِ الْمُشْرِكِينَ"، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَلِمَ؟ قَالَ: "لَا تَرَايَا نَارَاهُمَا"۔

ترجمہ: سیدنا جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ خثعم کی طرف ایک سریہ روانہ کیا، (کافروں کے درمیان رہنے والے مسلمانوں میں سے) کچھ لوگوں نے سجدہ کے ذریعہ پناہ چاہی، پھر بھی انہیں قتل کرنے میں جلدی کی گئی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر ملی تو آپ نے ان کو آدھی دیت دینے کا حکم دیا اور فرمایا: "میں ہر اس مسلمان سے بری الذمہ ہوں جو مشرکوں کے درمیان رہتا ہے"، لوگوں نے پوچھا: اللہ کے رسول! آخر کیوں؟ آپ نے فرمایا: "(مسلمان کو کافروں سے اتنی دوری پر سکونت پذیر ہونا چاہیئے کہ) وہ دونوں ایک دوسرے (کے کھانا پکانے) کی آگ نہ دیکھ سکیں"۔

(اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب مسلمان کفار کے درمیان مقیم ہوں اور مجاہدین کے ہاتھوں ان کا قتل ہو جائے تو مجاہدین پر اس کا کوئی گناہ نہیں، اور "دونوں ایک دوسرے کی آگ نہ دیکھ سکیں" کا مطلب یہ ہے کہ حالات کے تقاضے کے مطابق مشرکین کے گھروں اور علاقوں سے ہجرت کرنا ضروری ہے کیونکہ اسلام اور کفر ایک ساتھ نہیں رہ سکتے۔ آدھی دیت کا حکم اس لیے دیا کیونکہ باقی آدھی کفار کے ساتھ

رہنے کی وجہ سے بطور سزا ساقط ہوگئی۔ مترجم)۔

بہر حال اس حدیث کا تعلق ان لوگوں سے ہے جو مشرکوں کے دیار میں رہتے ہوں، مگر جو دیار مسلمین میں رہتے ہوں ان سے اس حدیث کا کوئی تعلق نہیں، کیا یہ سیکوریٹی گارڈ کسی کافر ملک میں رہتے تھے جس پر انہوں نے بم دھماکے کیئے، اور ساتھ میں وہاں جو کافر تھے وہ ذمی تھے؟!

اس حدیث کے بارے میں ابن حزم کہتے ہیں: اللہ کے رسول ﷺ نے جو یہ کہا ہے کہ "میں ہر اس مسلمان سے بری الذمہ ہوں جو مشرکوں کے درمیان رہتا ہے" تو اس سے مراد دارالحرب ہے۔

یقیناً یہاں رہنے والے سب اللہ اور اسکے ذمہ میں تھے، خواہ وہ سیکوریٹی گارڈ ہوں یا کام کرنے والے مزدور، وہ کسی کافر ملک میں نہیں تھے، وہ دارالاسلام میں تھے، مسلمانوں کا ملک تھا۔

اگر ایسا نہ بھی تو بھی سیکوریٹی گارڈوں اور مزدوروں کا قتل کرنا کسی بھی طرح جائز نہیں ہے، اسی سے انکی جہالت کا پتہ چلتا ہے۔

ایک دوسرا خارجی حکام کے خلاف خروج کرنے اور حاکم کی مخالفت کرنے پر اس بات سے استدلال کرتا ہے کہ مقتدیوں کیلئے امام کی مخالفت کرنا جائز ہے۔

اس سے بڑی جہالت کیا ہوگی، کہ حکام کے خلاف خروج کرنے کی مذمت اور حرمت والی دسیوں صریح نصوص کو چھوڑ کر اس قیاس سے استدلال کر رہا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہیکہ اگر امام پانچویں رکعت کیلئے کھڑا ہو جائے تو مقتدی کیلئے جائز ہے کہ اسکی اقتدا نہ کرے!! اسی طرح رعایا بھی اپنے حاکم کی مخالفت کر سکتی ہے، اور اسکے خلاف خروج کر سکتی ہے، اگر وہ غلطی کرے، اور شریعت ترک کر دے!!

ان خارجیوں نے اپنی جہالت کا اعتراف کر لیا ہے۔

چنانچہ ابو مصعب سوری کہتا ہے کہ اسے یہ خبر ملی ہے کہ جزائر کے وحشی (خوارج کو مراد لے رہا ہے)، جو حکام کے خلاف لڑ رہے ہیں، وہ جہاد کی وجہ سے پہاڑوں پر تیمم کرنے کو جائز ٹھہرا رہے ہیں جبکہ وہاں

چشمے کثرت سے موجود ہیں۔

ایک طرف اپنی جہالت کا اقرار کررہے ہیں دوسری طرف خروج کیلئے اسی طرح کے مسئلے سے استدلال بھی کررہے ہیں۔

چوالیسواں اصول: متقدمین خوارج کے اصول اور انکی صفات میں سے حکم لگانے میں عجلت سے کام لینا ہے

یہ صفت ان کے جد کبیر ذوالخویصرہ کے اندر پائی جاتی تھی جو ان کی تکفیری جماعت کا بانی ہے، چنانچہ امام ذہبی کہتے ہیں: اس بدبخت نے ظلم کی صفت ایسی عظیم شخصیت پر جاری کرنے میں عجلت سے کام لیا جو اللہ کی مخلوق میں سب سے زیادہ انصاف پسند ہے، اگر یہ بدبخت تھوڑا بہت غور وفکر سے کام لیتا اور رسول اللہ ﷺ سے اسکی حکمت کے بارے میں سوال کرتا تو ضرور اسکی حکمت بتاتے۔

اسی طرح یہ واقعہ بھی حکم لگانے میں ان خوارج کی عجلت پسندی کی تاکید کرتا ہے، چنانچہ مبرد نے [الکامل] کے اندر نقل کیا ہے کہ بنوہاشم کے ایک مولی نے نافع بن ازرق کے پاس آکر کہا: مشرکین کے بچے دوزخ میں ہوں گے، اور جو ہماری مخالفت کرے وہ مشرک ہے، اور ان کے بچوں کے خون ہمارے لئے حلال ہیں، تو اس پر نافع نے کہا: تم کافر ہوگئے۔ تو اس پر جواب دیا: اگر اس پر میں کتاب اللہ سے دلیل نہ دے پایا تو تم مجھے قتل کردینا۔

اس قصے سے پتہ چلا کہ خوارج کے اصول میں سے ہے کہ وہ مجرد رائے میں اپنی مخالفت کرنے والوں کی تکفیر کرنے میں دیر نہیں کرتے۔

خارجی سرغنہ نے اپنی کتاب [الکواشف الجلیۃ فی تکفیر الدولۃ السعودیۃ] کے اندر حکام، وزراء اور فوج و پولیس سب کی تکفیر کرنے کے بعد لکھتا ہے: یہ چند اوراق تھے جنہیں میں نے عجلت پسندی میں جمع کیا ہے، کیوں کہ میرے پاس وقت کی قلت ہے، اس میں زیادہ وقت نہیں دے سکا اور نہ ہی کوئی خاص محنت کی ہے۔

سبحان اللہ! معاملہ اس قدر سنگین ہے کہ جس میں یہ اللہ کے عظیم مخلوق اہل توحید کی تکفیر کررہا ہے، وہ

بھی بلادتوحید کے رہنے والوں کی جوعقیدے میں سب سے زیادہ سالم ہیں، گرچہ بہتوں کو یہ پسند نہ آئے، پھر بھی یہ بدبخت ان کی تکفیر اس قدر عجلت میں کررہا ہے اورقلت وقت کی شکایت بھی کررہا ہے، نیز یہ کہ اس نے اس بارے میں مطالعہ بھی زیادہ نہیں کیا، اوراسکا ذہن دوسری چیزوں میں مشغول ہے!

پینتالیسواں اصول: متقدمین خوارج کے اصول اورانکی صفات میں سے بات اچھی مگر کردار برا ہے

ان کے اس صفت پر حقائق اور آثار سب دلالت کرتے ہیں، جہاں تک آثار کا تعلق ہے تو ان کے بارے میں بہت ساری حدیثیں ہیں جن میں ایک حدیث یہ بھی ہے:

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، وَأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، قَالَ: سَيَكُونُ فِي أُمَّتِي اخْتِلَافٌ وَفُرْقَةٌ، قَوْمٌ يُحْسِنُونَ الْقِيلَ وَيُسِيئُونَ الْفِعْلَ، يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ، يَمْرُقُونَ مِنَ الدِّينِ مُرُوقَ السَّهْمِ مِنَ الرَّمِيَّةِ، لَا يَرْجِعُونَ حَتَّى يَرْتَدَّ عَلَى فُوقِهِ، هُمْ شَرُّ الْخَلْقِ وَالْخَلِيقَةِ، طُوبَى لِمَنْ قَتَلَهُمْ وَقَتَلُوهُ، يَدْعُونَ إِلَى كِتَابِ اللَّهِ وَلَيْسُوا مِنْهُ فِي شَيْءٍ، مَنْ قَاتَلَهُمْ كَانَ أَوْلَى بِاللَّهِ مِنْهُمْ". قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، مَا سِيمَاهُمْ؟ قَالَ:" التَّحْلِيقُ".

ترجمہ: سیدنا ابوسعید خدری اور انس بن مالک رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "میری امت میں اختلاف اور تفرقہ ہو گا، کچھ ایسے لوگ ہوں گے، جو باتیں اچھی کریں گے لیکن کام برے کریں گے، وہ قرآن پڑھیں گے لیکن وہ ان کے حلق سے نیچے نہ اترے گا، وہ دین سے اسی طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر شکار سے نکل جاتا ہے، وہ (اپنی روش سے) باز نہیں آئیں گے جب تک تیر سوفار (اپنی ابتدائی جگہ) پر الٹا نہ آجائے، وہ سب لوگوں اور مخلوقات میں بدترین لوگ ہیں، بشارت ہے اس کے لیے جو انہیں قتل کرے یا جسے وہ قتل کریں، وہ کتاب اللہ کی طرف بلائیں گے، حالانکہ وہ اس کی کسی چیز سے کچھ بھی تعلق نہیں رکھتے ہوں گے، جو ان سے قتال کرے گا، وہ لوگوں میں سب سے زیادہ اللہ سے قریب ہو گا" لوگوں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! ان کی نشانی کیا ہو گی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا: ”سر منڈانا“۔

اور جہاں تک حقائق حال کا تعلق ہے تو ان کے مطالبات، دعوؤں اور انکے اقوال کو اگر دیکھا جائے تو بہتر اچھا ہے کہ یہ نفاذ شریعت کی بات کرتے ہیں، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر، مسلمانوں کی مدد اور عدل کی بات کرتے ہیں، مگر ان کے کردار بالکل برعکس ہیں، انتہائی غیر انسانی ہیں، یہ لوگوں کو نفاذ شریعت کی دعوت دیتے ہیں اور سب سے پہلے خود اسکی مخالفت کرتے ہیں، چنانچہ یہ حرام خونوں کو بہاتے ہیں، یہ نصوص کی تعظیم کی دعوت دیتے ہیں اور خود عہد و پیمان کے ساتھ غداری کرتے ہیں، یہ اپنے غدارانہ اور بزدلانہ جرائم کا نام بدر کبری اور بدر صغری اور مبارک آپریشن جیسے ناموں سے یاد کرتے ہیں، جبکہ ایسے سفاکانہ اعمال کو یہ دیارِ توحید میں انجام دے رہے ہوتے ہیں۔

ان کے افعال کا موازنہ اگر ان کے اعمال سے کرنا ہے تو صرف جزائر کے اندر انکے سفاکانہ جرائم پر ایک نظر ڈال لیں پتہ چل جائے گا۔

چھیالیسواں اصول: متقدمین خوارج کے اصول اور انکی صفات میں سے غداری کرنا ہے

غداری سب سے قبیح صفت ہے، اس تعلق سے بہت ساری حدیثیں وارد ہیں، اور اتفاق سے اکثر حدیثیں جہاد کے باب میں آتی ہیں۔

اور غداری کرنا جس طرح متقدمین خوارج کے صفات میں شامل ہے بالکل اسی طرح آج کے معاصر خوارج میں بھی یہ صفت پائی جاتی ہے، چنانچہ اگر ان کے قتل وخونریزی کے تمام واقعات پر نظر ڈالیں گے تو پائیں گے کہ سب غداری ہی کا نتیجہ ہیں، کہ یہ کس طرح غافل اور معصوم لوگوں پر بم دھماکے کرتے ہیں جو امن وامان سے رہ رہے ہوتے ہیں انہیں جا کر فساد اور فتنوں میں مبتلا کرتے ہیں، اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ بلکہ انسانیت کے ساتھ غداری کرتے ہیں، انہیں نہ کتاب اللہ کا خوف ہے اور نہ ہی احادیث رسول کا کہ ہر دوجگہ عہدو پیمان کے نصوص بھرے پڑے ہیں، بس انہوں نے ایک حدیث کے ظاہر کو لے لیا کہ جزیرہ عرب سے مشرکوں کو نکالنا ہے، اسکے لئے سب کو مارنا ہے۔

سینتالیسواں اصول: متقدمین خوارج کے اصول اور انکی صفات میں سے یہ بھی ہے کہ یہ اپنے کارستانیوں پر شرم نہیں کھاتے بلکہ ان جرائم کو تقرب الی اللہ کا ذریعہ سمجھتے ہیں

یقیناً اسی منہج پر معاصر خوارج بھی چل رہے ہیں، بلکہ یہ اپنے جرائم پر فخر کرتے ہیں، اور ان کی فلم بنا کر نشر کرتے ہیں، جن میں اکثر مقتولین مسلمانوں میں سے ہوتے ہیں، میں نے آج کے خوارج کے بعض بیانات کو نقل کیا ہے اور کس طرح وہ بم دھماکوں پر فخر کرتے ہیں اسے بھی بیان کیا ہے۔

چنانچہ سابق مصری وزیر اعظم نقراشی کے قتل پر اخوانیوں کی خوشی کو بیان کرتے ہوئے قرضاوی نے کہا: نقراشی کے قتل پر عام طور سے اخوانیوں کو بڑی خوشی ہوئی، عبدالمجید (جس نے قتل کیا تھا) نے اخوانیوں کی عزت واپس کردی، اور یہ ثابت کر دیا کہ اخوانیوں کا خون زہریلا ہے، اور جو بھی ان پر ظلم کرے گا اسکا انجام یہی ہوگا۔

آگے قرضاوی نے ایک مسلمان حاکم کے اس سفاک قاتل کو امام کے لقب سے یاد کیا ہے، اور اسکی تعریف میں قصیدہ پڑھا ہے:

عبدالمجید تحیة و سلام　　　أبشر فإنك للشباب إمام

سممت کل کلب بعده　　　ولکل کلب عندنا سمام

ترجمہ: عبدالمجید تم کو میری طرف سے سلام ہو، تم خوش رہو، تم نوجوانوں کیلئے امام ہو، تم نے اسکے بعد ہر کتے کو زہر آلود کر دیا، اور ہمارے یہاں ہر کتا زہر آلود ہے۔

نقراشی پاشا کے قتل پر آج کے خوارج نے جس خوشی کا اظہار کیا ہے اور جس بھی خارجی سرغنہ نے اس واقعے کو نقل کیا ہے اس نے اپنی خوشی کا اظہار کیا ہے، اس سے ہمیں سیدنا حذیفہ کی حدیث یاد آرہی ہے:

عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، أَنَّهُ سَمِعَهُ يُحَدِّثُ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، أَنَّهُ قَالَ: مَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا فَاعْتَبَطَ بِقَتْلِهِ لَمْ يَقْبَلِ اللَّهُ مِنْهُ صَرْفًا وَلَا عَدْلاً۔

ترجمہ: سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے، اور عبادہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کر رہے تھے کہ آپ نے فرمایا: ”جو کسی مومن کو ناحق قتل کرے، پھر اس پر خوش بھی ہو، تو اللہ اس کا کوئی عمل قبول نہ فرمائے گا نہ نفل اور نہ فرض“۔

خالد بن دہقان نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کے قول: (پھر اس پر خوش بھی ہو) کے بارے میں یحیی بن یحیی غسانی سے سوال کیا تو آپ نے فرمایا: اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو فتنوں میں لوگوں کو قتل کرتے ہیں، اور سمجھتے ہیں کہ وہ صحیح راستے پر ہیں، ایسا کرنے والوں کو اللہ کبھی معاف نہیں کرے گا۔

اور دیار مصر کے محدث کبیر شیخ احمد شاکر نے نقراشی پاشا کے قتل کرنے والوں کو خوارج کہا ہے، آپ کا فتوی عنقریب آئے گا ان شاء اللہ۔

اور اسی طرح کی تعریف ابن لادن نے کی تھی ان درندوں کی جنہوں نے بلاد حرمین میں بم دھماکے کئے تھے اور اس میں ہلاک ہوئے تھے، جس میں اس نے خود اعتراف کیا ہے کہ اس دھماکے پر پہلا ابھارنے والا شخص یہی تھا، چنانچہ یہ بدبخت دھماکہ کرنے والوں کے حق میں کہتا ہے: ہم ان نوجوانوں کو عظیم ہیرو سمجھتے ہیں، مجاہدین مانتے ہیں، جنہوں نے ہمارے رسول کے نقش قدم پر چل کر دکھایا ہے، ہم نے انہیں ابھارا اور انہوں نے ہماری بات پر لبیک کہا۔

اڑھتالیسواں اصول: متقدمین خوارج کے اصول اور انکی صفات میں سے یہ بھی ہے کہ یہ خوارج ہر اس شخص کی تکفیر کرتے ہیں جو فتنوں میں انکے ساتھ قتال میں شرکت نہ کرے

عَنْ عِمْرَانَ بْنِ الْحُصَيْنِ، قَالَ: أَتَى نَافِعُ بْنُ الْأَزْرَقِ وَأَصْحَابُهُ، فَقَالُوا: هَلَكْتَ يَا عِمْرَانُ! قَالَ: مَا هَلَكْتُ، قَالُوا: بَلَى، قَالَ: مَا الَّذِي أَهْلَكَنِي؟ قَالُوا: قَالَ اللَّهُ:وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلَّهِ سورة الأنفال آية 39، قَالَ: قَدْ قَاتَلْنَاهُمْ حَتَّى نَفَيْنَاهُمْ فَكَانَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلَّهِ، إِنْ شِئْتُمْ حَدَّثْتُكُمْ حَدِيثًا سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، قَالُوا: وَأَنْتَ سَمِعْتَهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، قَالَ: نَعَمْ، شَهِدْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ وَقَدْ بَعَثَ جَيْشًا مِنَ الْمُسْلِمِينَ إِلَى الْمُشْرِكِينَ، فَلَمَّا لَقُوهُمْ قَاتَلُوهُمْ قِتَالًا شَدِيدًا، فَمَنَحُوهُمْ أَكْتَافَهُمْ، فَحَمَلَ رَجُلٌ مِنْ لُحْمَتِي عَلَى رَجُلٍ مِنَ الْمُشْرِكِينَ بِالرُّمْحِ، فَلَمَّا غَشِيَهُ، قَالَ: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ إِنِّي مُسْلِمٌ، فَطَعَنَهُ فَقَتَلَهُ، فَأَتَى رَسُولَ اللَّهِ ﷺ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! هَلَكْتُ، قَالَ: وَمَا الَّذِي صَنَعْتَ مَرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ، فَأَخْبَرَهُ بِالَّذِي صَنَعَ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ:" فَهَلَّا شَقَقْتَ عَنْ بَطْنِهِ فَعَلِمْتَ مَا فِي قَلْبِهِ"، قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، لَوْ شَقَقْتُ بَطْنَهُ لَكُنْتُ أَعْلَمُ مَا فِي قَلْبِهِ، قَالَ:" فَلَا أَنْتَ قَبِلْتَ مَا تَكَلَّمَ بِهِ، وَلَا أَنْتَ تَعْلَمُ مَا فِي قَلْبِهِ"، قَالَ: فَسَكَتَ عَنْهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، فَلَمْ يَلْبَثْ إِلَّا يَسِيرًا حَتَّى مَاتَ، فَدَفَنَّاهُ فَأَصْبَحَ عَلَى ظَهْرِ الْأَرْضِ، فَقَالُوا: لَعَلَّ عَدُوًّا نَبَشَهُ، فَدَفَنَّاهُ ثُمَّ أَمَرْنَا غِلْمَانَنَا يَحْرُسُونَهُ، فَأَصْبَحَ عَلَى ظَهْرِ الْأَرْضِ، فَقُلْنَا: لَعَلَّ الْغِلْمَانَ نَعَسُوا، فَدَفَنَّاهُ ثُمَّ حَرَسْنَاهُ بِأَنْفُسِنَا، فَأَصْبَحَ عَلَى ظَهْرِ الْأَرْضِ، فَأَلْقَيْنَاهُ فِي بَعْضِ تِلْكَ الشِّعَابِ.

ترجمہ: سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ نافع بن ازرق اور ان کے اصحاب (و تلامیذ) آئے، اور کہنے لگے: عمران! آپ ہلاک و برباد ہو گئے! عمران رضی اللہ عنہ نے کہا: میں ہلاک نہیں ہوا، انہوں نے کہا: کیوں نہیں، آپ ضرور ہلاک ہو گئے، تو انہوں نے کہا: آخر کس چیز نے مجھے ہلاک کیا ہے؟ انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّىٰ لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلَّهِ﴾ "کافروں ومشرکوں سے قتال کرو یہاں تک کہ فتنہ (یعنی شرک) باقی نہ رہے، اور دین پورا کا پورا اللہ کا ہو جائے" (سورہ الأنفال:39)

عمران رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم نے کفار سے اسی طرح لڑائی کی یہاں تک کہ ہم نے ان کو وطن سے باہر نکال دیا، اور دین پورا کا پورا اللہ کا ہو گیا، اگر تم چاہو تو میں تم سے ایک حدیث بیان کروں جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنی ہے، ان لوگوں نے کہا: کیا آپ نے اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے؟ کہا: ہاں، میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، میں آپ کے ساتھ موجود تھا، اور آپ نے مسلمانوں کا ایک لشکر مشرکین کے مقابلے کے لیے بھیجا تھا، جب ان کی مڈبھیڑ مشرکوں سے ہوئی، تو انہوں نے ان سے ڈٹ کر جنگ کی، آخر کار مشرکین نے اپنے کندھے ہماری جانب کر دیئے (یعنی ہار کر بھاگ نکلے)، میرے ایک رشتہ دار نے مشرکین کا تعاقب کر کے ایک مشرک پر نیزے سے حملہ کیا، جب اس کو پکڑ لیا، (اور کافر نے اپنے آپ کو خطرہ میں دیکھا) تو اس نے (أشهد أن لا إله إلا الله) کہہ کر اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کیا، لیکن اس نے اسے برچھی سے مار کر قتل کر دیا، پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آیا، اور اس نے عرض کیا: اللہ کے رسول! میں ہلاک اور برباد ہو گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم نے کیا کیا"؟ ایک بار یا دو بار کہا، اس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنا وہ واقعہ بتایا جو اس نے کیا تھا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم نے اس کا پیٹ کیوں نہیں پھاڑا کہ جان لیتے اس کے دل میں کیا ہے"؟ اس نے عرض کیا: اللہ کے رسول! اگر میں اس کا پیٹ پھاڑ دیتا تو کیا میں جان لیتا کہ اس کے دل میں کیا تھا؟ آپ صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا: "تم نے نہ تو اس کی بات قبول کی، اور نہ تمہیں اس کی دلی حالت معلوم تھی"۔ عمران رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس کے متعلق خاموش رہے، پھر وہ کچھ ہی دن زندہ رہ کر مر گیا، ہم نے اسے دفن کیا، لیکن صبح کو اس کی لاش قبر کے باہر پڑی تھی، لوگوں نے خیال ظاہر کیا کہ کسی دشمن نے اس کی لاش نکال پھینکی ہے، خیر پھر ہم نے اس کو دفن کیا، اس کے بعد ہم نے اپنے غلاموں کو حکم دیا کہ اس کی قبر کی حفاظت کریں، لیکن پھر صبح اس کی لاش قبر سے باہر پڑی تھی، ہم نے سمجھا کہ شاید غلام سو گئے (اور کسی دشمن نے آ کر پھر اس کی لاش نکال کر باہر پھینک دی)، آخر ہم نے اس کو دفن کیا، اور رات بھر خود پہرا دیا لیکن پھر اس کی لاش صبح کے وقت قبر کے باہر تھی، پھر ہم نے اس کی لاش ان گھاٹیوں میں سے ایک گھاٹی میں ڈال دی"۔

(نافع بن ازرق وغیرہ نے عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کو مسلمانوں سے لڑنے کا مشورہ دیا، اور یہ سمجھے کہ آیت میں قتال کا حکم فتنہ کے دفع کرنے کے لئے ہے اور عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے اس حکم کو چھوڑ دیا ہے، جب عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے یہ جواب دیا کہ آیت میں فتنے سے شرک مراد ہے، اور مشرکین سے ہم ہی لوگوں نے لڑائی کی تھی، اور شرک کو مٹایا تھا، اب تم مسلمانوں سے لڑنا چاہتے ہو جو کلمہ گو ہیں؟ تمہارا حال وہی ہو گا جو اس شخص کا ہوا کہ زمین نے اس کی لاش قبول نہیں کی، اس کو بار بار دفن کرتے تھے، اور زمین اس کو نکال کر قبر سے باہر پھینک دیتی تھی، مسلمان کو قتل کرنے کی یہی سزا ہے، دوسرے ایک صحابی سے منقول ہے کہ مسلمانوں کے آپسی فتنے میں ان کو بھی لڑنے کے لئے کہا گیا، تو انہوں نے کہا کہ ہم نے تو اس واسطے کفار کے خلاف جنگ کی تھی کہ فتنہ باقی نہ رہے اور اللہ تعالی کا دین ایک ہو جائے اور تم اس لئے لڑتے ہو کہ فتنہ پیدا ہو۔ مترجم)۔

تکفیریوں کا ایک مفکر سلطان عتیبی کہتا ہے: اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے روکنا کفر صریح ہے، اس پر قتال کرنا واجب ہے۔

شیخ صالح الفوزان سے سوال کیا گیا: کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اس ملک میں حکام اور علماء نے جہاد کو معطل کر دیا ہے، اور یہ اللہ کے ساتھ کفر ہے، اس پر آپ کی کیا رائے ہے؟

شیخ نے جواب دیا: یہ کسی جاہل کا کلام ہے، اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس کے پاس نہ علم ہے نہ بصیرت، وہ لوگوں کی صرف تکفیر کرنا جانتا ہے، یہ رائے خوارج اور معتزلہ کی ہے، ہم اللہ سے عافیت چاہتے ہیں، البتہ ان لوگوں کے بارے میں بدگمانی نہیں رکھتا، بس انہیں جاہل سمجھتا ہوں، ان پر ضروری ہے کہ یہ کچھ بولنے سے پہلے علم حاصل کریں، لیکن اگر یہ قول ایسے لوگوں کی طرف سے ہے جو علم والے ہیں تو یقیناً وہ خوارج اور گمراہوں کی روش پر ہیں۔

انچاسواں اصول: متقدمین خوارج کے اصول اورانکی صفات میں سے علماء پر بزدلی اورخوف کاالزام لگانا ہے

امام طبری نے اپنی سند سے معتمر بن سلیمان کی یہ روایت نقل کی ہے جو کہتے ہیں کہ میں نے عمران بن حدیر سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ بنو عمرو بن سدوس کے کچھ لوگ ابومجلز کے پاس آئے اور عرض کیا: ابومجلز! کیا آپ نے اللہ کا یہ قول پڑھا ہے؟ ﴿وَمَنۡ لَّمۡ يَحۡكُمۡ بِمَآ اَنۡزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓـئِكَ هُمُ الۡكٰفِرُوۡنَ﴾ ترجمہ: اور جو اس کے مطابق فیصلہ نہ کرے جو اللہ نے نازل کیا ہے تو وہی لوگ کافر ہیں۔

کیا یہ حق ہے؟ کہا: جی ہاں۔

پھر انہوں نے کہا: اور اسی طرح کیا آپ نے اللہ کا یہ قول پڑھا ہے؟ ﴿وَمَنۡ لَّمۡ يَحۡكُمۡ بِمَآ اَنۡزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓـئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوۡنَ﴾ ترجمہ: اور جو اس کے مطابق فیصلہ نہ کرے جو اللہ نے نازل کیا ہے تو وہی لوگ ظالم ہیں۔

کیا یہ حق ہے؟ کہا: جی ہاں۔

پھر انہوں نے کہا: اور اسی طرح کیا آپ نے اللہ کا یہ قول پڑھا ہے؟ ﴿وَمَنۡ لَّمۡ يَحۡكُمۡ بِمَآ اَنۡزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓـئِكَ هُمُ الفاسقونَ﴾ ترجمہ: اور جو اس کے مطابق فیصلہ نہ کرے جو اللہ نے نازل کیا ہے تو وہی لوگ فاسق ہیں۔

کیا یہ حق ہے؟ کہا: جی ہاں۔

تو ان لوگوں نے عرض کیا: اے ابومجلز! کیا یہ حکام (امراء بنی امیہ) وحی کے مطابق حکومت کررہے ہیں؟

تو اس جواب دیا: جی ہاں، یہی انکا دین ہے جس پر وہ چلتے ہیں، اور اسی کے مطابق عمل کرتے

ہیں، اور اسی کیطرف دعوت دیتے ہیں، اور اگر وہ کچھ ترک کر دیتے ہیں تو یہ جانتے ہیں کہ انہوں نے گناہ کیا ہے۔

تو ان لوگوں نے کہا: نہیں، ایسی بات نہیں ہے، آپ ان سے ڈرتے ہیں، آپ حق بات کہنے سے ڈرتے ہیں۔

اس پر آپ نے جواب دیا: تم لوگ اس کے زیادہ مستحق ہو، میں تو انہیں کافر نہیں سمجھتا، تم لوگ انہیں کافر سمجھتے ہو اور اس میں کوئی حرج نہیں محسوس کرتے۔

تم لوگ اس کے زیادہ مستحق ہو، یعنی بزدلی کے، اسلئے کہ تم انہیں کافر مانتے ہو پھر بھی اسکا اظہار کرنے سے ڈرتے ہو، اور جہاں تک میرا مسئلہ ہے تو میں یہ عقیدہ ہی نہیں رکھتا، تو پھر اسکے اظہار کی کیا ضرورت ہے۔

بالکل اسی طرح آج کے خوارج بھی علمائے امت پر بزدلی کا الزام لگاتے ہیں۔

چنانچہ ابن لادن نے کہا: لوگ ہمارے ملک میں حق بات کہنے سے ڈرتے ہیں، اس پر تنبیہ کی ضرورت ہے، کبار علماء جنکی طرف لوگ تمام مسائل میں رجوع کرتے ہیں، وہ خوف میں مبتلا ہیں، کاش وہ حق بولتے۔

پچاسواں اصول: متقدمین خوارج کے اصول اور انکی صفات میں سے یہ بھی ہے کہ یہ خلفاء اور امراء کو زکاۃ نہیں دیتے

یہ قصہ اس بات پر شاہد ہے کہ متقدمین خوارج لوگوں کو امراء اور حکام کے پاس زکاۃ جمع کرنے سے منع کرتے تھے:

ابوشمر ذوخولان نامی ایک شخص نے وہب سے فتوی پوچھا کہ حروری اسے حکام کے پاس زکاۃ جمع کرنے سے منع کرتے ہیں، تو وہب نے کہا: تم اپنے مفروضہ زکاۃ کو اس شخص کے پاس ضرور جمع کرو جسے اللہ نے اس امت کا ذمیدار بنایا ہے، اور جس پر اس امت کو اکٹھا کیا ہے، کیونکہ بادشاہت صرف اللہ کے ہاتھ میں ہے، وہی جسے چاہتا ہے دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے چھین لیتا ہے، چنانچہ اللہ جسے بادشاہ بنادے اسے کوئی چھین نہیں سکتا، اسلئے جب تم نے اپنے زکاۃ کو حاکم وقت کے پاس جمع کردیا تو تم اب بری ہوگئے، اور اگر زکاۃ سے کچھ زیادہ ہے تو اسے تم اپنے رشتہ داروں، غلاموں اور پڑوسیوں پر خرچ کردو، اور وہ تمام لوگ جو ضرورت مند ہوں، اور اگر کوئی مہمان بنے تو اسکی اچھی مہمان نوازی کرو۔

تو اس پر ذوخولان نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ میں اب حروریہ کے عقیدے سے تنازل اختیار کرتا ہوں، اور آپ نے جو کچھ کہا سچ کہا۔

کہتے ہیں کہ ذوخولان اسکے بعد زیادہ دنوں حیات نہیں رہا، وہ جلد ہی فوت ہوگیا۔

اور جہاں تک موجودہ دور کے خوارج کا تعلق ہے تو یہ خارجی مقدسی ہے جب اس سے یہی سوال کیا گیا کہ خلفاء اور حکام کو زکاۃ دینے کا کیا حکم ہے؟ تو اس نے جواب دیا:

کافر حکام کو زکاۃ دینا جائز نہیں ہے، وہ اس کے اہل نہیں ہیں، وہ ہم میں سے نہیں ہیں، اور نہ ہمارا تعلق ان سے ہے، اور اللہ تعالی مومنوں پر کافروں کو کبھی غالب نہیں کرے گا۔

اور جب اللہ نے ہمیں اس بات سے روکا ہے کہ ہم اپنے اموال چھوٹے کم عقل والے بچوں کو نہ دیں کیونکہ وہ اسے برباد کردیں گے، تو پھر ہم ان طواغیت کو اپنا مال کیوں دیں، ان سے تو مزید خطرہ ہے۔

اکیانواں اصول: متقدمین خوارج کے اصول اور انکی صفات میں سے یہ ہے کہ خوارج اپنے قریبی رشتہ داروں تک کی تکفیر کر دیتے ہیں جیسے کہ ماں باپ

امام طبری نے نقل کیا ہے کہ ازرق جو کہ نافع کا والد ہے، اور ازرق سنی تھے، جب ان کا انتقال ہو گیا تو ان پر نافع نے نماز نہیں پڑھی۔

یہ قصہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ خبیث خارجی اپنے باپ کو بھی کافر سمجھتا تھا اسی لئے جنازہ نہیں پڑھا۔

اور اسی طرح آج کے معاصر خوارج بھی عقیدہ رکھتے ہیں، اور یہی تکفیری عمل کرتے ہیں، چنانچہ یہ علی جابر شہری ہیں، انکا لڑکا سعید حکومت کو مطلوب ہے، کیونکہ وہ جزیرہ عرب میں سرگرم القاعدہ کا سرغنہ ہے، وہ کہتے ہیں: میرا لڑکا سعید تمام ائمہ مساجد اور اہل علم کی تکفیر کرتا ہے، ان میں سرفہرست شیخ عبدالعزیز بن باز، شیخ عبدالعزیز آل شیخ جیسے کبار علماء شامل ہیں، یہ کچھ ایسے علماء اور مشائخ کا نام لیتا ہے جنہوں نے مسلمانوں کی تکفیر کی ہے، اور ان کے جان و مال اور عزت وآبرو کو حلال کیا ہے، اس نے صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا ہے، بلکہ وہ مجھے بھی کافر سمجھتا ہے، پھر انہوں نے اس کے لئے ہدایت کی دعا کی۔

اس سے پہلے ہم نے اس نوجوان کا واقعہ نقل کیا ہے جس نے جزائر میں اپنے والدین کو قتل کر دیا تھا، کیونکہ اسکا عقیدہ تھا کہ اس کے والدین دین اسلام سے خارج ہو گئے ہیں، اسلئے کہ وہ اس کے عقائد کو نہیں مانتے تھے۔

اسی طرح وہ واقعہ بھی جس میں یہ بتایا گیا ہے کہ ایک خارجی نے اپنی ماں کو قتل کر دیا اور اپنے باپ اور بھائی کو بھی قتل کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

اور ظاہر ہے ان لوگوں نے اسی لئے اپنے قریبی رشتہ داروں کو قتل کیا کیونکہ انکا عقیدہ ہے کہ وہ

مسلمان نہیں ہیں ۔اور ان کے راستے پر نہیں چلتے ہیں ۔

باونواں اصول: متقدمین خوارج کے اصول اور انکی صفات میں سے معصوم جان کو حلال سمجھتے ہیں

ابن حزم نے کہا: متقدمین خوارج مسلمانوں سے قتال کرنے کے جواز پر سیدنا ابو بکر صدیق کے مرتدین سے قتال کرنے سے استدلال کرتے تھے، اور کہتے تھے: یہ ایسے ہی ہے جیسے ابو بکر صدیق نے مرتدین سے قتال کیا تھا۔

معاصر خوارج کا مفکر مانا جانے والا عبدالعزیز طویلعی کہتا ہے: مسیلمہ کذاب جیسے مرتدین آج کے مرتد حکام کے مقابلے زیادہ بہتر اور اسلام سے زیادہ قریب تھے۔ وہ نواقض اسلام کا ارتکاب اس قدر نہیں کرتے جتنا یہ کرتے ہیں۔

کس طرح اس خارجی نے مرتد کفار سے بھی بڑا کافر بنا کر دکھا رہا ہے آج کے حکام کو، اللہ ان خوارج سے امت کو محفوظ رکھے۔

اسی طرح ہم نے یہ بھی نقل کیا ہے کہ یہ مسلمانوں سے قتال کرنے پر اللہ کے اس قول سے کس طرح استدلال کرتے ہیں: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قَاتِلُوا الَّذِينَ يَلُونَكُمْ مِنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوا فِيكُمْ غِلْظَةً وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ﴾ ترجمہ: اے لوگو جو ایمان لائے ہو! ان لوگوں سے لڑو جو کافروں میں سے تمھارے قریب ہیں اور لازم ہے کہ وہ تم میں کچھ سختی پائیں اور جان لو کہ اللہ متقی لوگوں کے ساتھ ہے۔

اس آیت سے ایک خارجی جس کا نام بہلول تھا استدلال کرتا تھا، وہ بنو امیہ کے دور کا تھا، اسی طرح آج کے بھی بہت سے بہلول زمانہ یہی استدلال کرتے ہیں۔

ترپنواں اصول: متقدمین خوارج کے اصول اور انکی صفات میں سے یہ بھی ہے کہ یہ حکام اور خلفاء کا نام بدل کر انہیں برے اور قبیح القاب سے پکارتے ہیں

چنانچہ یہ سیدنا عثمان جیسے خلیفہ راشد کو نعثل کہتے تھے۔

رابسی سیدنا علی کو جاحد کہتا تھا۔کیونکہ اسے آپ سے شدید بغض تھا۔

اور آج کے خوارج کے یہاں اس کی بہت سی مثالیں مل جائیں گی:

چنانچہ یہ خارجی رشود ہے جو[آل سلول و التتار] کے نام سے باقاعدہ ایک رسالہ لکھ مارتا ہے،اور اس سے ہمارے ملک کے حکام کو مراد لیتا ہے۔

یہ دوسرا خارجی فارس زہرانی ہے جو ملک فہد کو ھادم الحرمین کہتا ہے۔

اسی طرح معاصر خوارج کے یہاں ایک عام صفت دیکھی گئی ہے جو تمام حکام پر یہ لاگو کرتے ہیں اور اسی برے لقب سے مسلم حکام کو پکارتے ہیں،اور وہ ہے طاغوت کا لقب۔

چوپنواں اصول: متقدمین خوارج کے اصول اور انکی صفات میں سے یہ بھی ہے کہ یہ اپنے خطابوں اور رسالوں میں حکام پر لعن طعن کرتے ہیں، اس اصول کا تعلق پہلے اصول ہی سے ہے مگر میں نے اسے الگ سے نقل کیا ہے کچھ لطیف وجوہات کی بنیاد پر؛ کیونکہ یہ صفت ایسی ہے کہ تمام خوارج کے یہاں یہ صفت عام ہے اور حکام پر لعن طعن کرکے اور انہیں گالی دیکر یہ خوش ہوتے ہیں اور زیادہ تر یہ اسی کام میں مشغول رہتے ہیں

حسن بصری سے روایت ہے کہ میں ایک بار قدامہ عنبری کے پاس گیا، دیکھا تو وہاں ابو بلال مرداس، نافع بن ازرق اور عطیہ بن اسود جیسے خوارج کے سرغنہ بیٹھے ہوئے تھے، حسن کہتے ہیں: مرداس نے کلام کرتے ہوئے اسلام کا بیان کیا، تو اس سے بہتر اسلام کی تعریف کرنے والا میں نے کسی کو نہیں دیکھا، پھر حاکم کا ذکر کیا اور اس کی برائی کی اور لوگوں کی برائیوں کا بیان کیا، پھر خاموش ہوگیا، پھر نافع بن ازرق نے کلام کیا اور اسلام کا بیان کیا، اس نے بھی اچھا بیان کیا، پھر حاکم کا ذکر کیا اور اس پر لعن طعن کیا۔

اور جہاں تک ہمارے زمانے کے خوارج کا تعلق ہے تو اس بارے میں بہت کچھ مل جائے گا، جس سے پتہ چلے گا کہ یہ بھی اپنے اجداد سے کم نہیں ہیں بلکہ چار قدم آگے ہی ہیں۔

شیخ صالح الفوزان نے کہا: اسی طرح حکام کو گالی دینا، یہ بھی خوارج کا مذہب ہے، یہ حکام کو گالی دیتے ہیں، ان پر کلام کرتے ہیں، لوگوں کو ان کے خلاف بھڑکاتے ہیں، چنانچہ سیدنا عثمان کے خلاف جن اوباشوں اور بدمعاشوں نے بغاوت کی تھی اسکا اصل سبب خبیث ابن سبا تھا جو مجالس قائم کرکے حکام پر لعن طعن کرتا تھا، ان پر نقطہ چینی کرتا تھا، اور لوگوں کو بھڑکاتا تھا، یہاں تک کہ بہت سے بلوائی اور خارجی اسکے ارد گرد جمع ہوگئے اور اسکا نتیجہ خلیفہ کا قتل ثابت ہوا۔ اور یہ شیخ کے دقیق فہم کا نتیجہ ہے۔

اور آج کے خوارج کے پاس اس کے سوا کوئی کام ہی نہیں ہے، یہ حکام پر لعن طعن کرنے اور انکی نقطہ چینی کرنے پر کتابیں لکھتے ہیں، جن کے اندر انکی تکفیر کی جاتی ہے، انہیں گالی دی جاتی ہے، اس پر مستقل باب ہے۔

پچپنواں اصول: متقدمین خوارج کے اصول اور انکی صفات میں سے یہ بھی ہے کہ یہ پوری امت کی مخالفت کرتے ہیں اور اپنے سوا کسی کی رائے نہیں مانتے

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: اور یہی حال ظالموں اور بدعتیوں کا ہوتا ہے، جیسے خوارج اور ان کی طرح کے لوگ جو امت پر ظلم کرتے ہیں جب بھی کسی مسئلے میں اختلاف ہوتا ہے یہ مخالفت پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔

اس کی سب سے بہتر مثال مشرکوں کا جزیرہ عرب سے نکالنے کا ہے، اس باب میں ایک اختلاف تو یہی ہے کہ جزیرہ عرب کا حدود کہاں تک ہے، یہاں تک کہ بعض اہل علم نے اس کے حدود کو مکہ اور مدینہ تک خاص کر دیا ہے، مگر خوارج نے اس مسئلہ کو ان مسلمہ مسائل میں شمار کر لیا ہے جن میں کوئی اختلاف نہیں ہوتا، اور اسی مختلف فیہ مسئلے کو بنیاد بنا کر کتنے معصوموں کی جان لیتے ہیں۔

اسی طرح ایک مسئلہ ہے کمزوری کے وقت کفار سے معاہدہ کرنے کا، جسے خوارج وقت نے تکفیر کا مسئلہ بنا لیا ہے، چنانچہ مقدسی یہود کے ساتھ مصالحت کرنے کے تعلق سے لکھتا ہے: یہ سارے معاہدات جو ان یہودیوں سے کئے جا رہے ہیں وہ سب کفریہ ہیں، بلکہ موجودہ مرتد حکومتوں کی طرف سے اگر ہے تو اس سے ان کے کفر میں مزید اضافہ ہوگا؛ کیونکہ یہ تو اللہ کی شریعت کو چھوڑ کر اور اولیاء اللہ مجاہدین سے لڑ کر پہلے ہی سے کافر ہیں۔

چھپنواں اصول: متقدمین خوارج کے اصول اور انکی صفات میں سے یہ بھی ہے کہ یہ خوارج ایسی چیزوں کو تقرب الی اللہ کا ذریعہ سمجھتے ہیں جو ان سے بغض کا اور اپنے رب سے دوری کا سبب ہوتا ہے

یہ بد بخت ابن ملجم ہے جو خلیفہ راشد سیدنا علی کو قتل کر کے اللہ کا تقرب حاصل کرتا ہے۔

اور بالکل اسی طرح آج کے خوارج تین بڑے شرعی مخالفات کا ارتکاب کر رہے ہیں، جو کہ غضب الہی کا سبب ہیں، مگر انہیں کا ارتکاب کر کے یہ جنت الفردوس کی امید لگاتے ہیں، اور وہ تینوں مخالفات درج ذیل ہیں:

قتل نفس یعنی خودکشی۔

معصوم مسلمان کے خون کو حلال سمجھنا۔

ذمیوں کا خون بہانا۔

چنانچہ جو بھی دارالاسلام کے اندر بم دھماکے کرتا ہے، خود کو قتل کرتا ہے اور اپنے ساتھ دوسرے معصوم لوگوں کو بھی قتل کرتا ہے، ہمیں یہ یقین ہے کہ وہ اسے نیکی سمجھتا ہے اور ایسا کر کے وہ جنت میں جانا چاہتا ہے۔

اور آج کے خوارج کے یہاں یہ تینوں جرائم عظیم نیکیوں میں شمار ہوتے ہیں، چنانچہ ریاض کے اندر نیشنل سیکوریٹی بلڈنگ، اور وزارت داخلہ کی بلڈنگ پر بم دھماکہ جس میں دسیوں مسلمان جاں بحق ہوئے، ہمیں یہ بھی یقین ہے کہ ان دھماکوں میں دھماکہ کرنے والے بھی ہلاک ہوئے ہیں، وہ دراصل اپنے اس عمل سے جنت حاصل کرنے آئے تھے، اس طرح آپ دیکھیں گے تو یہ اپنے اجداد خوارج سے کچھ بھی کم نہیں ہیں، سب کا ٹھکانہ ایک ہی ہوگا۔

ستاونواں اصول: خوارج کے اصول اور انکی صفات میں سے یہ بھی ہے کہ متقدمین اور معاصر دونوں خوارج رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کرتے ہیں

اس مبحث کو میں نے موخر کر دیا تھا تا کہ ہر منصف عاقل کے سامنے یہ واضح ہو جائے کہ یہ سارے خوارج ایک ہی حمام سے نکل کر آئے ہیں، چنانچہ ان کے جد اکبر ذوالخویصرہ نے رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کی تھی جس وقت آپ ﷺ باحیات تھے، بالکل اسی طرح آج کے خوارج کے اندر میں نے اسی صفت کو پایا، چنانچہ سلطان عتیبی جسے توحید کے شیروں نے ہلاک کیا ہے، وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ گستاخی کرتے ہوئے لکھتا ہے:

''حق واضح ہو گیا، اب تمہارا کیا موقف ہے؟ اچھی طرح سوچ لو کہ اگر آج ہمارے پاس نبی ﷺ بھی قبر سے نکل کر آجائیں اس ملک کے اندر یعنی بلاد حرمین میں، مکہ میں یا ریاض میں، یا کسی بھی شہر میں، اور تمام مشرکوں کے خلاف قتال کا حکم دیں اور انہیں جزیرہ عرب سے نکالنے کا حکم دیں تو کیا تم اس پر عمل کرو گے، اس وقت تمہارا کیا موقف ہو گا؟

کیا تم اس وقت رسول اللہ کی مدد کرو گے یا پھر آل سلول کی حکومت کو پکڑے رہو گے؟ اور اسکے دم چھلے بنے رہو گے، بلکہ ان کا دفاع کرتے رہو گے، اور اس تعلق سے علمائے صحوہ کا کیا موقف ہو گا؟

کیا وہ اس وقت بھی انتظار کریں گے، حکمت اور دانشمندی کا مظاہرہ کریں گے؟

اور اس وقت نبی اکرم ﷺ کے تعلق سے آل سلول اور ان کی حکومت کا کیا موقف ہو گا جو اسلام کا دعوی کرتے ہیں؟

کیا اس وقت آپ کو ایک ماہ کی مہلت دو گے؟ ایسے طواغیت سے یہ بعید بھی نہیں ہے۔

یہاں شاہد یہی ہے کہ کس طرح اس نے اپنے خارجی عقائد کو ثابت کرنے کیلئے رسول اللہ ﷺ کی

ذات کا سہارا لیا ہے، اور آپ کو قبر سے نکال کر لاتا ہے اور کھڑا کر کے طرح طرح سے سوال کرتا ہے۔

اسی طرح عراق کے اندر داعش کے سرغنہ نے [إعلام الانام بميلاد دولة الاسلام] نامی ایک کتاب لکھی ہے جس کے اندر اس نے ان لوگوں کو جواب دیا ہے جو اس بات کا انکار کرتے ہیں کہ داعش نے کوئی اسلامی حکومت قائم نہیں کی ہے، چنانچہ اس نے اپنے خارجی ساتھیوں کے ساتھ ملکر یہ کتاب لکھی ہے، اور جس کے اندر صرف گالی گلوج بکا ہے، علماء اور حکام پر طعن و تشنیع کیا ہے، حتی کہ نبی اکرم ﷺ اور آپ کے صحابہ کو حقیر سمجھا ہے اور مدینہ کی ریاست کو معمولی بنا کر دکھایا ہے، چنانچہ کہتا ہے: اور نبی اکرم ﷺ نے جو حکومت قائم کی تھی اس کے اندر اس طرح کے متخصص اور دینی و دنیوی علوم اور معلومات میں ماہر نہیں تھے جس طرح ہم لوگ اپنی حکومت میں ہیں۔

اس بدبخت خارجی کے جد اکبر کے کلام پر غور کریں جس نے نبی اکرم ﷺ جیسے عادل شخصیت پر ظلم کا الزام لگایا، اور اسی طرح آج ممولے خارجی مقام نبوت اور اسلامی حکومت کو حقیر سمجھ رہے ہیں، اور مجرم کلاب النار کی سفا کانہ حکومت کو آگے بڑھا رہے ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ اگر کوئی خوارج کے تعلق سے چھان بین کر کے لکھنا شروع کردے اور اسکے لئے کافی وقت صرف کرے تو معاصر خوارج اور متقدمین خوارج کے درمیان اس طرح کے بیشمار مشابہات تلاش لے گا، خواہ وہ اصولوں میں ہو یا صفات اور کردار و افعال میں، قرآن وسنت، حدیث و تاریخ اور فرق کی کتابوں میں بہت کچھ مل جائے گا۔

اور جہاں تک معاصر خوارج کا تعلق ہے تو ان کے بارے میں انکی کتابوں ہی سے سب کچھ مل جائے گا، کیونکہ میں نے سارے ریکارڈ اور بیانات انہیں کی کتابوں سے نقل کئے ہیں، ان کے مخالفین کی کتابوں سے ایک حرف بھی نقل نہیں کیا ہے، اسی لئے اگر کوئی خارجی آکر مخالفت کرے تو اسکے سامنے وہ سارے حوالے رکھ دو اور کہہ دو کہ اب تو اگر چاہے تو اپنی جماعت کے مفکرین کی کتابوں کا انکار کردے

اوران اقوال کی تکذیب کردے۔

اسی لئے مخالف کو ان باتوں کے تسلیم کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں بچے گا، کہ انہیں جماعتوں نے امت مسلمہ کیلئے تباہی کا سامان کیا ہے، اوراسی راستے کو اختیار کیا ہے جس راستے کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے کہا تھا: اگر میں اس راہ پر چلنے والوں کو پا جاؤں تو انہیں عاد وثمود کی طرح قتل کردوں۔

والحمدلله أولاً وآخراً

فہرست مضامین

موضوعات | صفحہ